www.ownislam.com

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹرائیڈیشن

فتاوی رحیمیہ

جلد پنجم

کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

www.ottnislam.com

فتاویٰ رحیمیہ کے جملہ حقوق پاکستان میں بحق دارالاشاعت محفوظ ہیں
نیز ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے بھی جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت محفوظ ہیں

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
کمپوزنگ : مولانا مامون الحق صاحب
طباعت : ۲۰۰۳ء، حسان پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : صفحات

ملنے کے پتے.....

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 تابھ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 ویب روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم

صفۃ الصلوٰۃ

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے ۱۹
کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے ۱۹
آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟ ۱۹
پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے ۲۰
صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ ۲۰
مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا ۲۰
تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے ۲۱
تکبیر تحریمہ یا رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ ۲۲
نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ ۲۳
تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے ۲۴
بعد نماز گوشہ مصلی کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟ ۲۵
قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا ۲۵
انتظار صلوٰۃ کی فضیلت ۲۵
شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟ ۲۶
نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ ۲۶
بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ۲۷
قومہ وجلسہ میں دعاؤں کا حکم ۲۷
مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہ پڑھے ۲۸
سورہ فاتحہ کے شروع میں اور سورہ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے ۲۸
زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے ۲۹
نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے ۲۹
ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا ۲۹
سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں ۳۰
حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے ۳۰
ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو ۳۰

مضمون	صفحہ
صف اول کس کو کہتے ہیں	۳۱
ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی	۳۱
قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا نہ باندھے جائیں	۳۲
مرد اور عورت کے رکوع میں فرق	۳۳
تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے	۳۳
تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت	۳۴
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۳۵
غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے	۳۶
قرأت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب	۳۷
احادیث مبارکہ	۴۰
آثار صحابہؓ وتابعین	۴۵
حضرت علیؓ کا اثر، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا اثر	۴۶
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اثر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر	۴۷
حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر، حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر	۴۸
حضرت علقمہ بن قیسؒ کا اثر، محمد بن سیرینؒ کا اثر، سوید بن غفلہؒ کا اثر، ابراہیم نخعیؒ کا اثر	۴۹
خلفائے راشدین، فاروق اعظم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۵۷
لطائف ومعارف	۵۷
حدیث عبادہ کا جواب	۶۰
خلاصہ کلام	۶۲
رفع یدین اور آمین بالجہر	۶۲
رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ	۶۶
رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان	۶۷
آمین بالجہر:	۶۸
شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق	۷۰
آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:	۷۱
شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:	۷۲
سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ	۷۲
سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ	۷۳

مضمون	صفحہ
مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے؟	۷۳
قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے	۷۶
نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟	۷۶
مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کی اتباع کرے	۷۷
اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟	۷۷
باب القرأۃ وزلۃ القاری	
امام قرأت کتنے زور سے پڑھے	۷۹
تنوین کے بعد ''الف لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں	۷۹
فجر میں قرأت کی مقدار	۸۲
منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً	۸۲
سورہ فاتحہ اور سورہ کے بیچ میں بسم اللہ	۸۲
ایک ہی سورۃ کی قرأت دو رکعت میں	۸۳
قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے	۸۳
سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟	۸۳
تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں	۸۴
ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے	۸۴
قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے	۸۴
ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ	۸۵
صلوۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟	۸۵
نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا	۸۵
قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ	۸۶
قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں	۸۶
امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا	۸۶
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قرأت	۸۷
نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھنا	۸۸
امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے	۸۸
صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے	۸۸
فرض قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے	۸۸
	۸۹

www.ozmislam.com

مضمون	صفحہ
فاذاھم بالساھرۃ کی جگہ بالساحرۃ پڑھ دیا	۹۰
قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی	۹۱
دھا قا کی جگہ دھا قا پڑھ دے تو کیا حکم ہے	۹۱
غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے	۹۱
قرأت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے	۹۱
سورۂ غاشیہ میں ''الامن تولی وکفر پر وقف کرے یا وصل	۹۲
احد عشر کی جگہ عشر پڑھا	۹۲
قرأت تعلمون کی جگہ تعملون پڑھنا	۹۲
قرأت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے	۹۲
سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے	۹۳
امام کی قرأت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا	۹۳
فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا	۹۴
نماز میں قرأت کی مقدار مسنون	۹۵
جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے	۱۰۰
سری قرأت کا درجہ	۱۰۰
درجہ ادنی قرأت سریہ	۱۰۱
افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلا پڑھے	۱۰۲
مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟	۱۰۲
فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت	۱۰۳
نماز میں قرأت کی غلطی درست کرلی	۱۰۳
ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا کی آواز نکلنا	۱۰۴
ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم	۱۰۴
قرأت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟	۱۰۶
بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد	۱۰۷
اللہ اکبر کی ہاء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے	۱۰۷
امام نے '' ضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط'' پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی	۱۰۷

مضمون	صفحہ
مفسدات صلوٰۃ	
امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے	۱۰۷
نماز میں آستین چڑھانا	۱۰۸
چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کرلی	۱۰۸
لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا	۱۰۹
مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا	۱۰۹
نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے	۱۱۰
امام نے سہوا سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی	۱۱۰
دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا	۱۱۱
قعدہ اولی سہوا چھوٹ گیا پھر کھڑا ہوجانے کے بعد لوٹا	۱۱۱
سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہوجائے	۱۱۲
نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟	۱۱۲
بحالت صلوۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں	۱۱۲
لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے	۱۱۲
مسبوق نے ایک رکعت پاکر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو؟	۱۱۳
تعداد رکعت میں شک ہوجائے	۱۱۴
قعدہ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو کیا حکم ہے؟	۱۱۴
نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر امام کا تکبیر کہنا	۱۱۴
نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے	۱۱۵
جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ہوجائے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟	۱۱۵
تدارک زلہ کی صورت میں صحت صلوۃ وعدم فساد کا حکم	۱۱۵
پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں	۱۱۷
بلا تحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا	۱۱۸
کھانے کے بعد بلا کلی کے نماز	۱۱۸
حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا	۱۱۸
خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا	۱۱۹

www.owaislam.com

www.ozunislam.com

مضمون	صفحہ
عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں	۱۱۹
حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم	۱۱۹
نماز کی حالت میں وساوس آئیں انکا علاج	۱۲۰
مکروہات صلوٰۃ	
نماز کیلئے جگانا	۱۲۰
تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہے؟	۱۲۱
ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے	۱۲۲
زبردستی صف اول میں جگہ پکڑنا	۱۲۲
مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟	۱۲۳
نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب	۱۲۳
نماز میں عمامہ باندھنا	۱۲۴
نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۲۴
تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا	۱۲۵
قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا	۱۲۵
غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم	۱۲۵
نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ پڑھنا	۱۲۵
سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا	۱۲۶
نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے	۱۲۶
نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے	۱۲۶
سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے	۱۲۷
ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا	۱۲۷
سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا	۱۲۷
اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا	۱۲۸
عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا	۱۲۸
امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے	۱۲۹
اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو	۱۳۰

مضمون	صفحہ
متفرق مسائل	۱۳۱
سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۳۲
تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کیلئے دوڑنے کا حکم	۱۳۳
رکعت اور رکوع حاصل کرنے کیلئے دوڑنا	۱۳۳
حنفی امام شافعی مقتدی کے آمین ختم ہونے تک رکا رہے	۱۳۳
رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے	۱۳۴
نماز کیلئے عورتوں کا مسجد میں آنا	۱۳۴
کھلی کہنی نماز پڑھنا	۱۳۵
نماز میں کھنکھارنا	۱۳۵
نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے	۱۳۵
بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے	۱۳۶
صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا	۱۳۶
سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیاوی باتیں	۱۳۶
نماز میں کھنکھارے تو کیا حکم ہے	۱۳۶
نمازی کے آگے سے گزرنے والے کیلئے کیا وعیدیں ہیں؟	۱۳۷
نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں	۱۳۷
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قرأت	۱۳۸
دوسرا اسلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا ہے	۱۳۸
آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا	۱۳۹
قومہ اور جلسہ اطمینان سے کریں	۱۳۹
پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا	۱۴۱
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۴۲
سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا	۱۴۲
امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا	۱۴۳
نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے	۱۴۳
نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں	۱۴۴
مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے	

www.ozunislam.com

مضمون	صفحہ
بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے	۱۴۵
نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۴۹
فرض نماز کے بعد امام سنت اور نوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے	۱۴۹
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۵۰
محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے	۱۵۱
نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں	۱۵۱
مسبوق لاحق مدرک	
حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کیلئے کیا حکم ہے	۱۵۲
مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے	۱۵۲
مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا	۱۵۳
کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے	۱۵۳
امام جب قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود دعا پڑھے یا نہیں	۱۵۳
رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے تو کیا حکم ہے	۱۵۳
چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے	۱۵۴
مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے؟	۱۵۴
فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب	۱۵۵
ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔؟	۱۵۶
فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص: ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے	۱۵۶
حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام	۱۵۶
مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر لیا	۱۵۷
مسبوق کیلئے ثنا تعوذ اور تسمیہ کہنا	۱۵۷
صلوٰۃ المریض	
بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے	۱۵۸
بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے کس صورت میں قیام کر سکتا ہے	۱۵۸
مریض کیلئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۵۹

مضمون	صفحہ
مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست	۱۵۹
سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہے تو نماز کس طرح پڑھے	۱۶۰
آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۶۲
مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا	۱۶۲
رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۶۴
بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا	۱۶۵
باب مایتعلق بالسفر والمسافر	
امام اور مقتدی مسافر یا مقیم	۱۶۶
سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم	۱۶۶
نماز قصر کیلئے کتنی مسافرت شرط ہے	۱۶۶
نیت اقامت کی صحت کیلئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے	۱۶۷
چھوٹا بڑا راستہ	۱۶۸
قصر کے احکام کب جاری ہونگے	۱۶۸
نصف مسافت سے واپس ہو جائے	۱۶۸
قصر کب کرے کب نہ کرے	۱۶۸
اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے	۱۶۹
وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام	۱۶۹
وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق	۱۶۹
مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی	۱۷۰
مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے	۱۷۰
وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے	۱۷۱
وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا	۱۷۱
وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے	۱۷۲
وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا	۱۷۳
مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو قرأت کا کیا حکم ہے	۱۷۳
حالت سفر میں سنتوں کا حکم	۱۷۳

مضمون	صفحہ
مسافر شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا	۱۷۴
وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا	۱۷۵
دوسرا اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں	۱۷۵
قیدی نماز کب قصر کرے	۱۷۵
وطن اصلی متعدد ہوسکتا ہے یا نہیں	۱۷۶
وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہوجاتا ہے	۱۷۷
محض کسی جگہ شادی کرنے سے وطن اصلی بن جاتی ہے	۱۷۷
مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھادیئے	۱۷۸
سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم	۱۷۸
روزانہ ملازمت کے سلسلے میں جائے تو مسافر ہوگا	۱۷۹
ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا	۱۷۹
مسافر مقیم کے پیچھے قضاء نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا	۱۷۹
مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی تھی تو اب کیا کرے	۱۸۰
آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا	۱۸۰
شرعی مسافر کب ہوگا	۱۸۱
ڈرائیور کنڈیکٹر اتمام کرے یا قصر	۱۸۱
مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا	۱۸۲
مقیم مقتدی امام مسافر کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قرأت کرے یا نہ کرے	۱۸۲
حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں	۱۸۲
سجدہ السہو	
سورۃ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے	۱۸۳
فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ	۱۸۳
جمعہ کی چار رکعات سنت کی قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے	۱۸۳
سنت مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولی میں درود پڑھ سکتا ہے	۱۸۴
بجائے فاتحہ التحیات	۱۸۴
صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے	۱۸۴

مضمون	صفحہ
اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں	۱۸۴
سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد	۱۸۵
اگر سلام پھیرنے میں سہو ہوجائے	۱۸۵
چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے	۱۸۵
سجدہ سہو میں بجائے دو سجدہ کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے	۱۸۶
جہری نماز میں سرا اور سری نماز میں جہرا پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۶
نماز میں سورۃ فاتحہ بتمامہا واجب ہے یا نہیں	۱۸۷
سورۃ فاتحہ سے پہلے سورۃ پڑھنا شروع کردے	۱۸۸
سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا	۱۸۸
امام سورۃ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے	۱۸۸
سلام پھیرنے میں تاخیر ہو تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۹
سورۃ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے	۱۸۹
تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سورۃ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سجدہ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہے یا نہیں	۱۹۱
سجدہ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے	۱۹۱
مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۹۲
قرأت میں تکرار کرے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۹۳
امام قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمے سے بیٹھ گیا تو؟	۱۹۳
غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا؟	۱۹۴
عیدین اور جمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟	۱۹۴
سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں	۱۹۴
مغرب یا عشاء کے آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہرا پڑھ لی تو	۱۹۵
سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں	۱۹۵
کیا مسبوق تراویح میں سجدہ سہو کرے گا؟	۱۹۶
مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو	۱۹۶
سجدہ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۱۹۷
امام وتر کی تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے	

www.ownislam.com

www.ownislam.com

مضمون	صفحہ
فرض کی آخری رکعتوں میں قرأت بالجہر	۱۹۷
سجدۂ تلاوت	
آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا	۱۹۸
آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے	۱۹۸
نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد دوبارہ آیت سجدہ پڑھ لے تو؟	۱۹۸
چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کرے تو کتنے سجدے کرے؟	۱۹۸
تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں	۱۹۹
مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو	۱۹۹
سورۂ صٓ میں سجدہ تلاوت کی آیت کونسی ہے؟	۲۰۰
سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہونگے	۲۰۰
نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا	۲۰۰
رکوع اور سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے؟	۲۰۱
سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہوکر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے	۲۰۲
سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف سورتیں اور ان کا حکم	۲۰۲
سورۂ صٓ میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۲۰۳
دو رکعت پوری کرکے دوسری نماز میں وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلے	
دو رکعت میں پڑھی سجدہ واجب ہوگا یا نہیں	۲۰۴
سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟	۲۰۴
سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں	۲۰۴
آیت سجدہ سے قبل سجدہ	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدہ تلاوت کردیا	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدہ تلاوت نہیں کیا	۲۰۵
ایک ہی مجلس میں استاد کی مختلف طلباء سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا	۲۰۶
باب قضاء الفوائت	
کیا آنحضرت ﷺ کی نماز کبھی قضاء ہوئی تھی	۲۰۷
قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو تو کیا کرے	۲۰۷
جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا یاد آئے	۲۰۸

مضمون	صفحہ
سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضاء لازم ہے یا نہیں	۲۰۸
زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے	۲۰۸
بلا عذر نماز قضاء کرنا	۲۱۰
بیمار کی نماز کی قضاء اور فدیہ	۲۱۱
(باب السنن والنوافل)	
ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت ادا کرے	۲۱۳
ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے	۲۱۳
صلوٰۃ تسبیح کا طریقہ اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل	۲۱۴
شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا	۲۱۴
تسبیح میں کمی ہوگئی تو سجدہ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں	۲۱۶
تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے	۲۱۶
تحیۃ الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے	۲۱۷
تہجد باجماعت کا حکم	۲۱۷
تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہوجائے	۲۱۹
نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد میں	۲۱۹
عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ	۲۱۹
نماز تہجد کا صحیح وقت	۲۲۰
فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا	۲۲۰
نماز اشراق کیلئے تعیین مکان شرط ہے	۲۲۲
سنت پڑھے بغیر فرض شروع کرے تو کیا حکم ہے	۲۲۴
وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر	۲۲۴
نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب	۲۲۴
عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے	۲۲۵
ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے	۲۲۶
نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش	۲۲۷

www.ownislam.com

مضمون	صفحہ
تہجد کیلئے جس کی آنکھ نہ کھلتی اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بنیت تہجد پڑھنا	۲۲۷
تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے	۲۲۸
صلوٰۃ الوتر	
امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی رکوع میں چلے گئے مقتدیوں میں بعض نے کیا اور بعض نے نہیں کیا تو کیا حکم ہے	۲۳۰
غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے	۲۳۰
وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہوگئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے	۲۳۱
وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں سورۃ کافرون تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے	۲۳۱
تہجد گزار کیلئے بھی رمضان شریف میں وتر کا جماعت سے ادا کرنا افضل ہے	۲۳۲
وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کے دو رکعت واجب الاعادہ ہے تو کیا حکم ہے	۲۳۳
وتر کے تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں	۲۳۴
رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے	۲۳۴
تہجد گزار وتر باجماعت پڑھے	۲۳۴
عشاء کی نماز فوت ہونے یا بلا وضوء پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۲۳۴
نماز وتر میں مسنون قرأت	۲۳۵
وتر باجماعت	۲۳۵
وتر کی دعا یاد نہ ہو	۲۳۶
دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا	۲۳۶
مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا نہیں	۲۳۶
دعا قنوت چھوٹ گئی	۲۳۶
وتر میں دعاء قنوت پڑھنا بھول گیا۔	۲۳۷

باب صفة الصلوٰة

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے:

(سوال ۱) قعدۂ اولیٰ اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھے یا بند۔

(الجواب) مردوں کے لئے رکوع میں دونوں ہاتھ (کی) انگلیاں کھول کر اور ان کو چھیدی کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے نہ کھولے نہ بند کرے ضاقاً اصابع یدیه (درمختار) ای ماصقا جنبات بعضها ببعض (قهها) ولايندب الضم الا هنا ولا التفريج الا فی الركوع كما فی الزيلعی وغيره (شامی ج ۱ ص ۴۶۵ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاة) فقط واللہ اعلم۔

کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے:

(سوال ۲) کم سن نابالغ لڑکا نماز پڑھتا ہے نماز عشاء میں اور لڑکے حاضر نہیں ہوتے تو یہ لڑکا بالغوں کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے کہ پیچھے تنہا کھڑا رہے؟

(الجواب) ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی علیحدہ صف بنائی جائے، بالغوں کی صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی لڑکا ہو تو پیچھے تنہا کھڑا نہ رہے مردوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔ بحر الرائق میں ہے ان الصبی الواحد لا يقوم منفرداً عن صف الرجال بل يدخل فی صفهم یعنی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف چھوڑ کر تنہا کھڑا نہ رہے بلکہ مردوں کی صف میں جا ملے (ج ۱ ص ۳۵۳ باب الامامۃ) اور درمختار میں ہے فلو واحد ادخل فی الصف. یعنی اگر ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں شامل کیا جائے (شامی ج ۱ ص ۵۳۴ باب الامامة مطلب فی كلام على الصف الاول) صورت مسئولہ میں جب لڑکا ایک ہی ہے اور سمجھدار ہے تو اس کو بالغوں کی صف میں لے لیا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳) آنکھ میں موتیا ہے۔ آپریشن کرانا ضروری ہے ورنہ آنکھ چلی جائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت بعض دن اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو آپریشن کرائے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں معذوری ہے آپریشن کرائے، سر کے اشارہ سے نماز پڑھی جاتی ہو تو قضا کی اجازت نہیں اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز کی قضا کی اجازت ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

(۱) وان تعذر القعود ولو حكماً اوما مستلقيا على ظهره درمختار على هامش شامی صلاة المريض ج ۲ ص ۹۹

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۴) ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

(الجواب) ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۵) کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط۔

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟:

(سوال ۶) صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے پر؟

(الجواب) صف میں جگہ نہ ہو تو امام رکوع کرے وہاں تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا شخص آجائے تو اس کے ہمراہ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے اگر کوئی نہ آئے تو اکیلا ہی وہاں کھڑا ہو جائے۔ ومتی استوی جانباہ یقوم عن یمن الامام ان امکنه و ان وجد فی الصف فرجة سدها والا انتظر حتی یجیئ آخر فیقفان خلفه وان لم یجیئ حتی یرکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسائل فیجذ به ویقفان خلفه ولو لم یجد عالماً یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة (شامی ج ۱ ص ۵۳۱) ومن اتی الجماعة یکره له القیام خلف الصف وحده متی وجد فی الصف فرجة وان لم یو جد فی الصف فرجة ینتظر الی الرکوع فان جاء واحداً یقوم احدهما فی جنب الاخر بحذاء الامام والا یجذب واحداً من الصف الی نفسه فیقف فی جنبه لکن الاولیٰ فی زماننا القیام وحده بحذاء الامام لغلبة الجهل علی الناس فلو جرا حدایفسد الصلوة (مجالس الابرار م ۵۴ ص ۳۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۷) بیمار آدمی مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتا ہے مگر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) جو مریض قیام سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جانے یا مرض کے بڑھ جانے یا جلد اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے

ہیں، یہ جائز نہیں ہے "درمختار" میں ہے۔ وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدرما یقدرو لوقد رایة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار) (قوله علی المذهب) فی شرح الحلوانی نقلا عن الهندوانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام لبعض القراة دون تما مها یومر بان یکبر قائما ویقرأ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجزو هو المذهب الصحیح لا یروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلوته (شامی ج ۱ ص ۷۱۰ باب صلاة المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

(سوال ۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا اجزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۳) غرض کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے (۴) رکوع وسجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۵ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ۔ درمختار مع الشامی صفت صلاة ج ۱ ص ۴۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۸۴ باب صفة الصلاة) (شامی وغیرہ بحر الرائق)

اور جوہرہ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۹ باب صفة الصلاة)

صورت مسئولہ میں نماز ہو گئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو موخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ "اللہ" کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ "اکبر" امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کر دے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۴۸ حوالہ بالا) لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

(الجواب ۲) رکوع وسجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم

www.ownislam.com

www.ozuislam.com

کرے رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ایک کراہت ترک محل کی کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔دوسری کراہت، اداء بے محل کی۔یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الا علیٰ کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا اس وقت تکبیر بے محل ہے۔منیۃ المصلی ص ۸۸، ص ۹۴ وکبیری میں ہے(۱) مختصر کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ، رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ:

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں۔علمائے کرام اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کو ہاتھ باندھنے سے پہلے کہے یا ہاتھ باندھنے کے بعد۔

(۱) اگر کوئی امام کان تک ہاتھ اٹھا لینے کے بعد یا ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر شروع کرے اور ہاتھ باندھنے کے بعد تکبیر پوری کرے۔تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کا آغاز کب کرے اور تکبیر پوری کب کرے؟

(۴) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام ہر نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الالجواب) تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کان تک اٹھا کر تکبیر شروع کرے اور تکبیر ختم ہونے پر دونوں ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ شروع کرے اور دونوں ساتھ ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کر کے ہاتھ اٹھا کر ساتھ ساتھ ختم کرے۔وفیه ثلثة اقوال ۔

القول الاول:. انه یرفع مقارنا للتکبیر وهو المروی عن ابی یوسف قولا وعن الطحاوی فعلاً واختاره شیخ الا سلام وقاضی خاں وصاحب الخلاصة والخفقد والبدائع والحیط حتی قال البقالی هذا قول اصحابنا جمیعاً ویشهد له المروی عنه صلی اللہ علیه وعلم انه کان یکبر عند کل خفض ورفع وما رواه ابوداؤد انه صلی اللہ علیه وسلم کان یرفع یدیه مع التکبیر وفسر قاضی خاں المقارنة بان تکون بداء ته عند بدأته وختمه عند ختمه.

(۱) وینبغی ان یکون ابتدآء التکبیر عند اول الخرو والفراغ منه ' عند الا ستوآء راکعاً وقال بعضهم یکبر قائما ثم یرکع وهذا یستلزم تاخیر التکبیر الی ان یصل الی الرکوع ولیس بشی والقول الا ول وهو المقارنة اصح الا قوال صفة الصلاة ص ۳۴۵)

القول الثانی:. وقته قبل التکبیرو نسبه فی للجمع الی ابی حنیفة رحمه اللہ ومحمد رحمه اللہ وفی غایة البیان الیٰ عامة علماً بنا وفی المبسوط الیٰ اکثر مشائخنا وصححه فی الهدایة ویشهد له ما فی الصحیحین عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتیٰ یکونا حذاء منکبیه ثم کبر .

القول الثالث:. وقته بعد التکبیر فیکبر اولاثم یرفع یدیه ویشهد له ما فی صحیح المسلم انه کان اذا صلی کبر ثم رفع یدیه(بحر الرائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلاة الخ. ۳۰۵ ج ۱ درمختار مع الشامی صف صلاة ص ۴۶۵ ج ۱)

مذکورہ صورثلثہ میں پہلی دوسری صورت افضل ہے۔تیسری صورت بھی جائز ہے۔لیکن معمول بہا نہیں ہے۔والا صح انه یرفع یدیه او لاثم یکبر لان فعله نفی الکبریاء عن غیر اللہ والنفی مقدم علی الایجاب).(هدایه ص ۶۸ صفة الصلاة ج ۱ شامی . بحرالرائق)

''جوہرۃ'' میں ہے اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب ہاتھ کان کے برابر پہنچ جائے تب تکبیر شروع کرے۔ والا صح انه یرفع اولا فاذا ستقر تافی موضع المحاذاة کبر (جوهر ه ص ۴۹ ج ۱ باب صفة الصلاة)

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر میں تاخیر کرنا۔یعنی ہاتھ باندھ کر تکبیر کہنے کی عادت کر لینا غلط اور مکروہ ہے۔یہ وقت ہے ثناء پڑھنے کا۔نہ کہ تکبیر کہنے کا۔تکبیر ہاتھ باندھنے پر ختم کر دی جائے۔ہاتھ باندھنے تک تاخیر کرنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کم سننے والا اور بہرا مقتدی، امام کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا، تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی وجہ سے اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔اگر لفظ اللہ کہنے میں مقتدی پہل کرے بلکہ لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے لیکن لفظ اکبر کو امام کے ختم کرنے سے پہلے مقتدی ختم کر دے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی۔

فلو قال اللہ مع الا مام و کبر قبله (ای قبل فراغه) لم یصح (درمختار مع الشامی ص ۴۴۸ ج ۱ صفة الصلاة فصل اذا اراد الخ) لہذا امام کو چاہئے کہ یہ عادت ترک کر دے۔

رکوع اور سجدے کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر بھی ساتھ ساتھ شروع کر دے اور ساتھ ساتھ ختم کرے۔اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر ساتھ ساتھ شروع کرے اور ساتھ ہی ختم کرے۔رکوع وسجدہ میں پہنچنے کے بعد تکبیر کہنا سنت کے خلاف ہے اور اس میں دو۲ کراہتیں بھی لازم آتی ہیں۔ایک کراہت تکبیر کے وقت کو ضائع کرنے کی اور دوسری کراہت بے وقت تکبیر کہنے کی۔کیونکہ یہ وقت رکوع وسجدے کی تسبیح پڑھنے کا ہے تکبیر کہنے کا نہیں۔

فلما فرغ من القراء ة یخیر راکعا مکبرا وینبغی ان یکون ابتداء تکبیره عند اول الخرور والفراغ منه عند الا ستواء وقال بعضهم اذا اتم القراء ح حالة الخرور لابأس به بعد ان یکون مابقی من القراء ة حرفاً او کلمة والا ول اصح (منیة المصلی ص ۸۸ صفة الصلاة)

www.ozwislam.com

وفی موضع آخر وان یاتی بالا ذکار المشروعة فی الا نتقالات بعد تمام الا نتقال وفیه کراهتان تکرها عن موضعه وتخصیلها فی غیر موضع (ص ۹۴ کبیری ص ۳۴۵ صفة الصلوٰة

نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ

(سوال ۱۰) بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ فرض۔سنت۔وغیرہ نمازوں میں ثناء۔اور رکوع وسجود کی تسبیحات اور تکبیرات انتقالات اور تشہد، درود شریف، اور نماز کے بعد دعاء اور وظیفہ وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب نماز پڑھنے والے کو حرج ہوتا ہے اور نماز میں غلطی ہوتی ہے۔خشوع اور خضوع فوت ہوتا ہے۔تو اس قدر زور سے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) فرض وغیرہ میں ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن مجید، ذکر اور اوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ بٹے، نماز پڑھنے والوں کو خلجان ہو وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع وخضوع میں یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے، سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے (اس طرح پڑھنا) درست نہیں۔ گناہ کا موجب ہے۔لہٰذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہئے۔

وفی خاشیة الحموی عن الا مام الشعرانی انی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصلی او قاری ، الخ(شامی ص ۶۱۸ ج ۱ احکام المسجد مطلب فی رفع الصوت بالذکر.)

وقد ذکر الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتابه المسمی."بیان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور." مانصه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرها من غیر نکیر الا ان یشوش جهرهم بالذکر علی نائم اومصلی اوقاری 'کما هو مقرر فی کتب الفقه(الا شباه والنظائر مع شرح الحموی ص ۵۶۰)فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے:

(سوال ۱۱) تکبیر تحریمہ کی وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے۔(کیونکہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں اور امام محمد کے نزدیک ثناء کے وقت چھوڑنے کا حکم ہے ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے۔اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوة اخرج کفیه من کمیه ثم رفعهما حذاء اذنیه ثم کبر بلا سد ناویا ثم وضع یمینه علی یساره تحت سرته عقب التحریمة بلا مهلة مستفتحا. یعنی:۔جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے

پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الایضاح ص ۷۶ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوٰة)

اور"مراقی الفلاح" میں ہے(تحت سرة عقب التحریمة بلامهلة) لانه سنة القیام فی ظاهر المذهب وعند محمد سنة القراءة فیرسل حال الثناء وعندهما یعتمد فی کل قیام فیه ذکر مسنون کحالة الثناء والقنوت وصلوة الجنازة ویرسل بین تکبیرات العیدین اذلیس فیهذکر مسنون ص ۵۲ ایضاً)

فالا عتماد سنة القیام عندهما حتی لا یرسل حالة الثناء وعند محمد رحمه اللہسنة القراءة حتی انه یرسل حالة قرأة الثناء الخ (الجوهرة النیره ص ۵۰ ج ۱ باب صفة الصلاة)فقط واللہاعلم بالصواب.

بعد نماز گوشۂ مصلیٰ کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۱۲) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا ایک کونہ لپیٹ لیتے ہیں۔ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔یہ اعتقاد کیسا ہے؟

(الجواب) مذکور واج کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔فقط۔

قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا:

(سوال ۱۳) ہمارے ہاں ایک مسلم برادر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتا ہے۔ہم نے ان سے کہا کہ قبلہ جہت پیر کر کے سونا گناہ ہے اس نے کہا کہ اپنے پیغمبر بھی سوتے تھے اور سونا گناہ نہیں ہے۔اور کہتا ہے کہ گاؤں کے مشرقی جانب میں قبرستان ہو تو میت کو کیسے لے جاتے ہیں؟ ایسی دلیل پیش کرتا ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) بجانب قبلہ پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے۔جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے (شامی ج ۱)(۱) جاہل، ضدی شخص دینی بحث اور سوال و جواب کے قابل نہیں ہے فقط واللہاعلم بالصواب.

انتظار صلوٰۃ کی فضیلت:

(سوال ۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کا یہ وقت نماز میں گذرا ہوا شمار ہوتا ہے تو اس کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے یا بے وضو بھی اسی قدر ثواب ہے؟

(۱) مکروہ جلیسه فی نوم او غیرها ای عمداً لانه اساءة ادب قال فی الشامیة تحت قوله لانه اساءة ادب افاد ان الکراهة تنزیهیة لکن قد مناعن الرحمة فی باب الا ستبراء انه سیاتی انه یعد الرجل الیها ترد شهادته قال وهذا یقتضی التحریم فلیحرر، درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۱۳ مطلب فی مکروهات الصلاة)

www.ozmislam.com

(الجواب) مذکورہ فضیلت کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے۔ وضو نہ ہو تو نماز کا انتظار نہیں سمجھا جائے گا۔ وقد صرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم او لوح ان من المرجحات انہ اذا توضأ فاحسن وضوءہ ثم توجہ الی المسجد لاینھضہ الا الصلوٰۃ کان مشیہ فی حکم الصلوٰۃ وخطواتہ مکفرات لذنوبہ.

ترجمہ:۔ اور نبی کریم ﷺ نے صراحۃً یا اشارۃً فرمایا کہ فضیلت نماز کو بڑھانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور وضو اچھی طرح کرے (یعنی وضو کے آداب مثلاً قبلہ رو بیٹھنا۔ دنیا کی باتیں نہ کرنا۔ مسنون طرح پر مسواک کرنا وغیرہ کا خیال رکھے اور ان کو پورا کرے) پھر مسجد کی طرف روانہ ہو۔ اور اس کا محرک صرف نماز ہی ہو تو اس کا چلنا نماز کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کے قدم گناہوں کے کفارہ کرنے والے ہوں گے (ہر قدم پر گناہ معاف ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۸۸ ج ۲)

شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵) مسجد میں نماز ہو جانے کے خیال سے گھر میں نماز شروع کی۔ پھر مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے یا توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز پوری کرے۔ ''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں ہے۔ ولو افتتح الصلوٰۃ فی منزلہ ثم سمع الاقامۃ فی مسجد آخر اوفی مسجدہ یتم الصلوٰۃ.

ترجمہ:۔ اگر مکان میں نماز شروع کی۔ پھر دوسری مسجد یا محلہ کی مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے (ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل السادس والعشرون فی المسجد وما یتصل بہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ:

(سوال ۱۶) نماز کے سلام میں ورحمۃ اللہ کے بعد وبرکاتہ کا اضافہ کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وبرکاتہ کا اضافہ متروک العمل ہے (قولہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ) لم یقل وبرکاتہ کما فی الھدایۃ الا خلاف فیہ قال

المظہر فی شرح المصابیح لفظ برکاتہ لم یرد فی سلام الصلوٰۃ وفی السراج وانہ لا یقول وبرکاتہ وصرح فی النووی بانہ بدعۃ ولیس فیہ شیئی ثابت ولکن یردہ ما فی الحاوی القدسی من انہ مروی وایضاً قال امیر الحاج رد النووی بانھا جاءت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح (حاشیۃ الدرر علی الغرر (ج ۱ ص ۶۲)

قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ ھو السنۃ ودرج الحدادی علیکم السلام (و) انہ (لا یقول) ھنا (وبرکاتہ) وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الحاوی انہ حسن (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۱ مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الافتتاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے:

(سوال ۱۷) جب کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سر کو اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نفع المفتی والسائل میں ہے الاستفسار صلی النفل قاعداً فکیف یرکع فیہ.

الاستبشار. الرکوع یتم بانحناء الظھر لکن المستحب ان یرکع بحیث یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ نقلہ الشامی عن حاشیۃ الفتال عن البرجندی (ص ۷۶) ولو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یخفف جبتھہ قدام رکبتہ لیحصل الرکوع (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ مطلب الرکن الاصلی والرکن الزاید) تحت بحث الرکوع والسجود. فقط واللہ اعلم بالصواب.

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

(سوال ۱۸) قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہہ سکتا ہے۔ جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللھم اغفرلی کہے اور وقت مل جاتا ہو تو وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔ (قولہ لیس بینھما ذکر مسنون) قال ابو یوسف سألت الامام ایقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع والسجود اللھم قال یقول ربنا لک الحمد وسکت ولقد احسن فی الجواب اذلم یتہ عن الاستغفار. نھر وغیرہ. اقول بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ اذ لو کان مکروھاً لنھی عنہ کما ینھی عن القرأۃ فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنوناً لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین خروجاً من خلاف الامام احمد رحمہ اللہ الخ (ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفۃ الصلاۃ) (قولہ محمول علی النفل) وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ وقال علی انہ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد او الجماعۃ والمامون محصورون لا یثقلون بذلک کما نص علیہ الشافعیۃ ولا ضرر فی التزامہ وان لم یصرح بہ مشائخنا فان القواعد الشرعیۃ لو تنبؤ عنہ کیف والصلوٰۃ والتسبیح والتکبیر والقرائۃ کما ثبت فی السنۃ ا ھ (شامی ج ۱ ص ۴۷۲، ص ۴۷۳ ایضاً) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے۔ شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں۔ گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں۔ اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) البتہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت من ام قوماً فلیخفف فان فیھم المریض والکبیر وذا الحاجۃ (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا لحاظ کرتے

ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۱۹) مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے بیٹھ کر کھڑے ہونا چاہئے یا کھڑے کھڑے ہی قراءت شروع کر دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتدی کے بیٹھتے ہی سلام پھر دیا تو التحیات پڑھنا چاہئے۔ یا بغیر پڑھے ہی کھڑا ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اس کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہو گیا۔ اپنی نماز شروع کرے قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر تشہد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے۔ شامی میں ہے۔ قال فی التجنیس الا مام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاته لان هذا سلام (باب صفة الصلا قشامی ج ۱ ص ۴۳۶ وفتاویٰ رحیمیه ج ۱ ص ۲۰۵) شامی میں دوسری جگہ ہے -وشمل باطلاقه مالو اقتدیٰ به فی اثناء التشهد الا ول او الا خیر فحین قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه یتم التشهد ثم یقول ولم اراه صریحاً ثم رأیته فی الذخیرة ناقلاً عن ابی اللیث المختار عند ی انه یتم التشهدو ان لم یفعل اجزاه ۱ ه وللہ الحمد (شامی ج ۱ ص ۴۶۳ صفة الصلاة (بعد) مطلب فی اطالة الرکوع لجائی) فقط واللہ اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ کے شروع میں، اور سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان

تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے:

(سوال ۲۰) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی رکعت میں (منفرد اور امام کے لئے) ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے۔ اور بقیہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھے۔ ویسن التعوذ للقراءة وتسن التسمیة اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی اللہ علیه وسلم کان یفتتح صلاته بسم اللہ الرحمن الرحیم (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۱) سمی سراً فی اول کل رکعة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ (قبیل) مطلب لفظة الفتوی آکد وابلغ من لفظ المختار) درمختار میں دوسری جگہ ہے۔ (والرکعة الثانیة کالا ولیٰ) فیما مر (غیر انه لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیها) اذ لم یشرعا الا مرة (درمختار مع الشامیة ج ۱ ص

۴۷۳ صفة الصلاة)

سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ شامی میں ہے۔ ان سمیٰ بین الفاتحة والسورة المقروئة سراً وجهراً کان حسناً عندا بی حنیفة رحمه اللہ، یعنی سورۂ فاتحہ اور سورت زور سے پڑھی یا آہستہ اس کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے (شامی ج ۱ ص ۴۵۸ مطلب قرأة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب.

زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۱) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے بجائے عصر کے فرض کے ظہر کا فرض نکل گیا تھا تو اب نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں نماز ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔ والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لانیة (درمختار) قوله ان خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاه کما فی الزاهدی قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۵، ۳۸۶ باب شروط الصلاة بحث النیة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے؟:

(سوال ۲۲) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ بجائے عصر کے فرض کے ظہر کے فرض کی یا اسی طرح سنت کی نیت کی ہے تو اب نماز توڑ کر پھر تکبیر تحریمہ کہے یا نماز میں ہی نیت بدل دے۔ اگر نماز میں ہی نیت بدل سکتا ہو تو کب تک بدلنے کا اختیار ہے رکوع کے بعد بھی بدل سکتا ہے؟ بینوا توجروا (حیدرآباد)

(الجواب) بلا نیت ہی نماز شروع کر دی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کر لی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا۔ نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں از سر نو نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے، ولا عبرة بنیة متاخرة عنها علی المذهب (قوله ولا عبرة بنیة متاخرة) لان الجزء الخالی عن النیة لا یقع عبادة فلا یبنی الباقی علیه الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۷ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳) ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے گیا انہوں نے عصر کی اور مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ جس چیز پر نماز پڑھتے ہوں اس کا زمین کی سطح سے لگا ہوا ہونا ضروری ہے؟ اس لئے عصر اور مغرب کی نماز قضا کرنا ہوگی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آ جائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کر لیوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

www.owaislam.com

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو۔ صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے۔ سجدہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہو جائے گی مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفا کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ ووضع اصبع واحدة منهما شرط (درمختار) وافاد انه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود الخ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ بحث الركوع والسجود) والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او احدهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه واكثر الناس عنه غافلون (مجالس الابرار ص ۳۱۵ مجلس نمبر ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب ۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) مقتدی نے بحالت قیام تکبیر کہی اس کے بعد بلا توقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو اس قدر قیام سے (قیام کا) فرض متحقق ہو جائے گا؟ یا تکبیر کے بعد توقف کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار قیام کافی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے:۔

حتى لو كبر قائماً ولم يقف يمير مودیا فرضی التكبير والقيام جميعاً ولا يلزمه توقف بعده قائماً لان قدرما وجد من القيام يكفيه.

ترجمہ یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا کر چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہی کافی ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷، ص ۳۰۸ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو :

(سوال ۲۶) ایک لڑکا ہے جو بالغ ہے لیکن وہ پاگل جیسا ہے اور نماز میں سکون کے ساتھ کھڑا نہیں رہتا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اور پاکی ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لڑکے کو پہلی یا دوسری صف میں کھڑا رکھا جا سکتا ہے؟ اور اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اس کو پیچھے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو اور نماز میں بیجا حرکتیں کرتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑا ہونے سے روکا جائے اگر کھڑا ہو گیا تو

اس کو پیچھے کیا جا سکتا ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔ (قوله او معتوه) هو الناقص العقل وقيل المدهوش من غير جنون كذا في المغرب وقد جعلوه في حكم الصبي. (شامی ج ۱ ص ۵۴۱ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

صف اول کس کو کہتے ہیں:

(سوال ۲۷) صف اول کس کو کہتے ہیں اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھا دی جائے اور وہ منبر کی وجہ سے منقطع ہو جائے۔ اور مقتدی امام کے قریب اغل بغل کھڑے ہوں تو یہ صف۔ صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی۔ اور پہلی صف باطل ہوگی۔ اور جگہ کی تنگی کے وقت اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ مؤذن اقامت کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصلیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہے اگر یہ صف آگے بڑھ کر امام کے قریب ہو جائے اس وقت بھی وہ صف اول شمار ہوگی۔ پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہو جانا بلا کراہت درست ہے۔ جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنا لینا مکروہ تحریمی ہے۔ الزائد يقف خلفه فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريماً لو اكثر الخ (درمختار) قوله وتحريماً لو اكثر) فاذا تقدم الامام امام الصف واجب كما افاده في الهداية والفتح. یعنی ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہذا اگر دو مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۳۱ هل الاساءة دون الكراهة أو افحش منها) نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

صف اول کے سلسلہ میں جو لکھا گیا ہے شامی کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔ ويعلم منه بالاولى ان مثل مقصورة دمشق التي هي في وسط المسجد خارج الحائط القبلي يكون الصف الاول فيها ما يلي الامام في داخلها وما اتصل به من طرفيها خارجاً من اول الجدار الى آخره فلا ينقطع الصف ببناء ها كما لا ينقطع بالمنبر الذي هو داخلها فيما يظهر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ مطلب في الكلام على الصف الاول تحت مطلب في الكلام على الصف الاول، باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی :

(سوال ۲۸) کبھی صرف ایک مقتدی ہو یا صرف نابالغ بچہ ہو۔ یا صرف ایک عورت ہو۔ یا ایک سے زیادہ مقتدی ہوں جن میں کچھ بچے کچھ عورتیں بھی ہوں تو صف کس طرح بنائی جائے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

www.ownislam.com

www.ozonislam.com

(الجواب) ایک مقتدی ہوتو اسے امام کی داہنی طرف محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ ویقف الواحد محاذیا لیمین امامه (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹، ص ۵۳۰) اگر بائیں طرف کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے فلو وقف عن یساره کره اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) الظاهر ان الکراهة تنزیهیة لتعلیلها فی الهدایة وغیرها بمخالفة السنة ولقوله فی الکافی جازو اساء الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اسی طرح اگر ایک مقتدی ہو اور پیچھے کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے بوجہ خلاف سنت ہونے کے (وکذا) یکره (خلفه علی الاصح) لمخالفة السنة (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) اور اگر صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو امام کی سیدھی طرف محاذ میں یعنی امام کے برابر قدرے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ویقف الواحد ولو صبیاً محاذیاً (لیمین امامه علی المذهب (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اما الواحدة فتأخر (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد کو امام اپنے برابر کھڑا کرے اور عورت کو پیچھے کھڑا رکھے (قوله اما الواحدة فتأخر) فلو کان معه رجل ایضاً یقیمه عن یمینه والمرأة خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳ ایضاً) حتیٰ لو کان خلفه رجل واحد وامرأة یقوم الرجل بحذائه کما لو لم یکن معه امرأة (عینی شرح کنز الدقائق باب الامامة ج ۱ ص ۳۹) اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مرد پیچھے کھڑے رہیں اور عورت ان دونوں کے پیچھے۔ ولو وجلان یقیمهما خلفه والمرأة خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اگر ایک سے زائد دو مقتدی بجائے پیچھے کھڑے رہنے کے امام کی دونوں طرف محاذ میں کھڑے ہو گئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے والزائد یقف خلفه فلو توسط اثنین کره تنزیها وتحریما لو اکثر (در مختار، ج ۱ ص ۵۳۹ ایضاً) اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہوا اور امام کے پیچھے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق یہ کراہت مقتدی کے حق میں ہے نہ کہ امام کے حق میں۔ ولو قام واحد بجنب الامام وخلفه صف کره اجماعاً الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۳۱) فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے جائیں یا نہ باندھے جائیں:

(سوال ۲۹) قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑے رکھے، دونوں میں راجح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاتھ باندھنا قوی اور راجح ہے اس لئے کہ ہر اس قیام میں جس میں ذکر مسنون ہے شیخین کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس لئے ثناء پڑھتے وقت قنوت وتر میں، صلوٰۃ جنازہ میں اسی طرح قنوت نازلہ میں بھی ہاتھ باندھنا چاہئے، اگر کوئی چھوڑے رکھے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہئے، الجوہرۃ النیرہ میں ہے۔ قال فی الهدایة صل ان کل قیام فیه ذکر مسنون یعتمد فیه وما لا فلا هو المصحیح فیعتمد فی حالة القنوت وصلاة الجنازة ویرسل فی القومة من الرکوع وبین تکبیرات العید (الجوهرة النیرة ج ۱ ص ۵۰ صفة الصلاة)

مراقی الفلاح میں ہے:۔ وعندهما یعتمد فی کل قیام فیه ذکر مسنون کحالة الثناء

والقنوت وصلاة الجنازة ویرسل بین تکبیرات العیدین اذلیس فیه ذکر مسنون (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۳ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق:

(سوال ۳۰) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبیٰ هذا کله فی حق الرجل اما المرأة فتحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیها علی رکبتیها وضعاً وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها لان ذلک استرلها (امی ج ۱ ص ۴۶۱ فصل فی تالیف الصلوٰة)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویعتمد بیدیه علی رکبتیه کذا فی الهدایة وهو الصحیح هکذا فی البدائع ویفرج بین اصابعه ولا یندب الی التفریج الا فی هذه الحالة وندب الی الضم الا فی حالة السجود وفیما وراء ذلک یترک علی العادة کذا فی الهدایة ویبسط ظهره حتی لو وضع علیٰ ظهره قدح من ماء لا ستقر ولا ینکس رأسه ولا یرفع یعنی یسوی رأسه بعجزه کذا فی الخلاصة ویکره ان یحنی رکبتیه شبه القوس والمرأة تحنی فی الرکوع یسیراً ولا تعتمد ولا تفرج اصابعها ولکن تضم یدیها وتضع علی رکبتیها وضعاً وحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها کذا فی الزاهدی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ کتاب الصلوة. الفصل الثالث فی سنن الصلوة و آدابها وکیفیتها) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے:

(سوال ۳۱) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، لہذا حوالجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا، بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

(الجواب) قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر

www.ozuislam.com

تک باقی رکھے، یہی صورت اولی ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو وفی المحیط انها (ای الا شارة) سنة یرفعها عند النفی ویضعها عند الا ثبات وهو قول ابی حنیفة رحمه الله ومحمد رحمه الله وکثرت به الآثار والا خبار فالعمل به اولیٰ فهو وصریح فی ان المفتی به هو الا شارة بالمسبحة..... ولذا قال فی منیة المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبنصر و یحلق الوسطی بالا بهام ویقیم السبابة..... وصحح فی شرح الهدایة انه یشیر و کذا فی الملتقط وغیره وصفتها ان یحلق من یده الیمنی عند الشهادة الا بهام والوسطیٰ ویقبض الخنصر والبنصر ویشیر بالمسبحة..... الخ (شامی ج ۱ ص ۴۷۵ تحت مطلب مهم فی عقد الا صابع عند التشهد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جب اشہدان لاالہ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لاالہ پر اٹھاؤ اور الا اللہ پر جھکا دو اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۶۰ حصہ سوم، نماز پڑھنے کی پوری ترکیب)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لاالہ کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکا دے مگر عقد وحلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ اور جب اشهد ان لا اله الا الله پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر جھکاوے اور پھر اخیر قعدہ تک اس طرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت:

(سوال ۳۲) احناف نماز کی تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف کے پاس حدیث نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مشکوۃ شریف میں ہے "عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا کبر رفع یدیه حتیٰ یحاذی بهما اذنیه الخ وفی روایة حتی یحاذی بهما فروع اذنیه متفق علیه (مشکوۃ شریف ص ۷۵ باب صفة الصلوة) حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے (باب صفۃ الصلاۃ مشکوۃ شریف ص ۷۵)

نیز مشکوۃ شریف میں ہے عن وائل بن حجر انه ابصر النبی صلی اللہ علیه وسلم حین قام الی الصلوة رفع یدیه حتی کانتا بحیال منکبیه وحاذی ابها میه اذنیه ثم کبر (رواه ابو داؤد، وفی روایة

له یرفع ابها میه الی شحمة اذنیه) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھائے، اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو کے برابر فرمادیا (ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو (نرمہ گوش) کے برابر کیا (مشکوۃ شریف ص ۷۶ باب صفۃ الصلوۃ)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه انه رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی تکاد ابها ماه تحاذی شحمة اذنیه، رواه النسائی ولا بی داؤد وروی الحاکم فی المستدرک والدار قطنی والبیهقی فی سننه عن انس نحوه وقال الحاکم اسناده صحیح علی شرط الشیخین ولا اعلم له علة وفی روایة لا بی داؤد والنسائی والطبرانی والدار قطنی ومسلم عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم حین افتتح الصلوة رفع یدیه حیال اذنیه (زجاجة المصابیح، ص ۲۲۷ ج ۱، باب صفة الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

(سوال ۳۳) احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (مؤلف مظاہر حق شرح مشکوۃ شریف) نظام الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ تیسیر الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں حدیث ہے عن ابی حنیفة رضی اللہ عنه ان علیاً قال السنة وضع الکف فی الصلوة وان یضعها تحت السرة اخرجه رزین حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنت ہے، اور احمد اور ابوداؤد اور دار قطنی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة یعنی ناف کے نیچے ہاتھ کو ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے، ہدایہ، بحر الرائق، کفایہ، عنایہ، نہایہ، اور کافی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے، صرف لفظ میں اختلاف ہے اور معنی میں اتفاق، اور بحر الرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال ثلث من سنن المرسلین وذکر من جملتها وضع الیمنیٰ علی الشمال تحت السرة یعنی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے اور ان تینوں میں سے ایک یہ ہے کہ ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا (نظام الاسلام ص ۲۶) یہ رسالہ حضرتؒ کے رسالے توفیر الحق اور تنبیہ الضالین کے ساتھ چھپا ہوا ہے، حدیث کے ترجمہ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:۔ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة رواه ابن ابی شیبة وفی عمدة الرعایة سنده جید ورواته کلهم ثقات کذا قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا والشیخ عابد السندی وقال العلامة ابو الطیب المدنی هذا حدیث قوی من حیث السند. (زجاجة المصابیح ص ۲۳۲ باب صفة الصلاة جلد اول)

www.ozunislam.com

نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔علقمۃ بن وائل بن حجرؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائلؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں،اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ قاسم ابن قطلو بغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابوالطیب المدنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے (نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ج ۲،ج ا ص ۲۲۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علی قال من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة رواه ابو داؤد واحمد وابن ابى شيبة والدار قطنى والبيهقى (زجاة المصابيح ج ا ص ۲۲۳ ایضاً)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے اس کی روایت ابوداؤد وامام احمد اور ابن ابی شیبۃ دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔(نورالمصابیح ص ۲۲۲ ج ا، ج ۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن ابراهيم النخعى انه كان يضع يده' اليمنى على يده اليسرىٰ تحت السرة رواه محمد فى الآثار (زجاجة المصابيح ص ۲۳۳ ج ا باب صفة الصلاة)

یعنی: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے،اس کی روایت امام محمدؒ نے الآثار میں کی ہے۔(نورالمصابیح ص ۲۲۲ حصہ دوم،جلد اول)) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے:

(سوال ۳۴) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی،کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ جہری نماز میں بلاقراءۃ فاتحہ مقتدی کی نماز نہیں ہوتی باطل اور اکارت ہے،یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے،چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ حضرت شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ ۶۲۰ھ جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ کے شاگرد رشید ہیں اپنی مشہور کتاب المغنی ص ۶۴ ج ا میں ارقام فرماتے ہیں۔

ماسمعنا احداً من اهل الا سلام يقول اذا جهر الا مام بالقراءة فلا تجزئ صلوة من خلفه اذا لم يقرأ وقال هذا النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه والتابعون، وهذا مالك فى اهل الحجاز، وهذا الثورى فى اهل العراق، وهذا الا وزاعى فى اهل الشام وهذا الليث فى اهل مصر ماقالوا لرجل صلى خلف الا مام ولم يقرأ صلاته باطلة. (المغنى ص ۵۶۴ ج ا مكروهات الصلاة)

یعنی: امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی،چنانچہ رسول مقبول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وتابعین رحمہم اللہ اور اہل حجاز میں امام ملکؒ اور اہل عراق میں سفیان ثوریؒ اہل شام

میں امام اوزاعیؒ اہل مصر میں امام لیث بن سعدؒ جیسے جلیل القدر محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز باطل ہوگی۔(فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

قراءت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب:

(سوال ۳۵) غیر مقلدین قرأت خلف الامام کو فرض قرار دیتے ہیں،اور بخاری ومسلم کی روایت لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب پیش کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے سراسر خلاف کرتے ہیں ،عوام میں کچھ لوگوں کو تذبذب ہو گیا ہے اور وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ جب بخاری ومسلم کی یہ روایت ہے تو اس کے خلاف عمل نہ کرنا چاہئے،آپ سے درخواست ہے کہ احادیث کی روشنی میں تفصیلی جواب تحریر فرمائیں،خاص طور پر حنفیہ کے دلائل قلم بند فرمائیں اور احناف ان احادیث کے متعلق کیا کہتے ہیں تحریر فرمائیں،آپ کی بڑی عنایات ہوں گی،آپ کا جواب انشاء اللہ ہمارے لئے بڑی رہنمائی کا سبب ہوگا اور انشاء اللہ عوام کی غلط فہمی دور ہوگی،بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ اختلافی اور معرکۃ الآراء ہے،صرف ایک حدیث کا ٹکڑا پیش کر دینے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا، اس کے متعلق تمام روایات پر نظر کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔مذکورہ حدیث میں لاصلوٰۃ سے مراد منفرد کی نماز ہے (جو امام پر بھی صادق آتا ہے) مقتدی اس میں شامل نہیں،اس دعویٰ پر کہ لاصلوٰۃ،صلوٰۃ مقتدی کو شامل نہیں مشہور محدث ومجتہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان جو ترمذی شریف میں مذکور ہے روز روشن کی طرح واضح ثبوت ہے صحیح ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبى صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده' واحتج بحديث جابر بن عبد الله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الا ان يكون وراء الا مام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم تاول قول النبى صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده' حدثنا اسحق بن موسىٰ الا نصارى نامعن نا مالك عن ابى نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام هذا حديث حسن صحيح (ترمذى شريف ج ا ص ۴۲ باب ماجاء فى ترك القراءة)

یعنی: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ " لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحه الكتاب " سے مراد منفرد ہے (مقتدی اس میں شامل نہیں) اور امام احمدؒ نے اپنے اس قول پر حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے استدلال فرمایا ہے،حضرت جابرؓ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو،امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ایک صحابی رسول ہیں (ﷺ) جنہوں نے نبی ﷺ کے قول مبارک "لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذکورہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ترمذی شریف ص ۴۲ ج ا)

حضرت جابرؓ کی یہ روایت موقوف ہے،امام طحاویؒ نے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے،طحاوی شریف

www.ozunislam.com

میں ہے۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه' قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الا مام (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ ، باب القراءة خلف الا مام)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں " لمن یصلی وحده" یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (مقتدی کے حق میں نہیں ہے) ابوداؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتیبة بن سعید وابن السرح قال نا سفیان عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت یبلغ به النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحده (ابوداؤد شریف ص ۱۲۶ ج ۱ ، باب من ترک القراءة فی صلوته)

حنفیہ کا مذہب قرآن، احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے واذا قری القرآن فاستمعوا له' وانصتوا لعلکم ترحمون.

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (قرآن مجید پ ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال علی بن طلحة عن ابن عباس فی الا یة قوله (واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا) یعنی فی الصلوة المفروضة وکذا روی عن عبد اللہ بن مغفل (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۳ سورہ اعراف)

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔ وکذا قال سفیان الثوری عن ابی هاشم اسمٰعیل بن کثیر عن مجاهد فی قوله (واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا) قال فی الصلوة وکذا رواه غیر واحد عن مجاهد. الیٰ قوله. وکذا قال سعید بن جبیر والضحاک وابراهیم النخعی وقتادة والشعبی والسدی وعبدالرحمان بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوة . یعنی اسی طرح سفیان ثوری نے اسمٰعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے اللہ کے قول مبارک واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور بہت سے حضرات نے مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے، الی قولہ۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر، ضحاک، ابراہیم نخعی، قتادہ، شعبی، سدی، اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

معالم التنزیل (تفسیر امام بغوی) میں ہے روی زید بن اسلم عن ابیه عن ابی هریرة قال نزلت هذه الا یة فی رفع الا صوات وهم خلف رسول اللہ ﷺ فی الصلوة. الی قوله. وعن ابن مسعود رضی اللہ عنه انه سمع ناسا یقرؤن مع الا مام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا (واذا قری

القرآن فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم اللہ، وهذا قول الحسن والزهری والنخعی ان الا یة فی القراءة فی الصلوة. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں (قراءت کرنے کی وجہ سے) لوگوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ الی قولہ۔ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا، کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا کو سمجھو۔ حسن، زہری، اور نخعی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے متعلق ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل مع ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان هذه الا یة فی الصلوة سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (المغنی ص ۶۰۱ ج ۱ قراءة الماموم خلف الا مام، مکروہات الصلوٰۃ)

امام زید بن اسلم اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کانوا یقرؤن خلف الا مام فنزلت واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. یعنی بعض لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، واذا قری القرآن الخ (المغنی والشرح الکبیر ص ۶۰۱ مصری مکروہات الصلاۃ)

تفسیر ابن کثیر میں ایک اور روایت ہے۔ عن بشیر بن جابر رضی اللہ عنه قال صلی ابن مسعود رضی اللہ عنه فسمع ناسا یقرؤن مع الا مام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقهوا ما آن لکم ان تعقلوا (واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم اللہ. حضرت بشیر بن جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں، نماز کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان مامونا لا یقرأ) لقوله تعالیٰ واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا ... قال ابن عباس وابو هریرة رضی اللہ عنهما وجماعة من المفسرین : نزلت فی الصلوة خاصة حین کانوا یقرؤن خلفه علیه الصلوة والسلام یعنی: اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے اللہ کے فرمان واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۲)

زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۱ ج ۱ پر بھی متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہذا جب امام قرأت کر رہا ہو (جہری نماز ہو یا سری) تو اس وقت مقتدیوں پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور غور سے سنیں کیونکہ قرآن میں دو حکم ہیں ایک استمعوا (امام کی قراءت سنو) یہ تو جہری نماز کے ساتھ خاص ہے، دوسرا حکم ہے انصتوا (امام کی قرأت کے وقت خاموش رہو) یہ جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وحاصل الا ستدل بالاية ان المطلوب امران: الاستماع والسكوت فيعمل بكل منهما والاول يخص الجهرية ، والثانى لا فيجرى على اطلاقه فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً ، وهذا بناء على ان ورود الاية فى القراءة فى الصلوة (فتح القدير مع عنايه ج ۱ ص ۳۴۲ فصل فى القراءة)

احادیث مبارکہ

(۱) عن ابى موسىٰ الاشعرى برواية جرير عن سليمان التيمى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضآلين فقولوا آمين الخ .(مسلم شريف ص ۱۷۴ ج ۱ ، باب التشهد فى الصلوة)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہمیں سنت سکھائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کرلیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ اس حدیث میں اذا قرئ فانصتوا کا اضافہ صحیح ہے؟ یہ اضافہ سلیمان تیمی نے کیا ہے، دوسروں کی روایت میں یہ جملہ نہیں، تو امام مسلمؒ نے جواب دیا" تريد احفظ من سليمان ؟" کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ چاہتے ہو؟ یعنی وہ کامل الحفظ تام الضبط ہے، اس کا تفرد مضر نہیں (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱)

حقیقت یہ ہے کہ سلیمان تیمی کی متابعت وموافقت کرنے والے دوسرے حفاظ وثقات موجود ہیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" صحیح ابوعوانہ میں اس حدیث کو عبداللہ بن رشید سے ابوعبیدہ (مجاعہ بن زبیر عنکی) سے قتادہ سے یونس بن جبیر سے حطان بن عبداللہ رقاشی سے، ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو آمین کہو، اس میں سلیمان تیمی کی متابعت ابوعبیدہ نے کی ہے وہ بھی قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح اذا قرأ الا مام فانصتوا روایت کررہا ہے اور ابوعبیدہ ثقہ ہے انساب سمعانی میں عبداللہ بن رشید اور ابوعبیدہ دونوں کو مستقیم الحدیث کہا ہے، دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی سند میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح واذا قرأ فانصتوا روایت کیا ہے، عمر بن عامر امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اسی طرح اس کا شاگرد وسالم بن نوح رجال مسلم میں سے ہے امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں اس سے روایت کرتے ہیں پس بعض محدثین کا یہ کہنا کہ قتادہ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمی نے اس حدیث میں اذا قرأ الا مام فانصتوا زیادہ کیا ہے غلط ہے، قتادہ کے تین شاگردوں نے جو ثقہ ہیں سلیمان تیمی کی موافقت کی ہے۔ (فاتحہ

الكلام فى القراءة خلف الامام ص ۲۴، ص ۲۵)

(۲) نسائی شریف میں ہے۔

تاويل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ، عن ابى صالح عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الا مام ليؤتم به فاذا كبر فكبر واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد (باب تاويل واذا قرى القرآن نسائى شريف ص ۹۳ ج ۱ (باب القراءة فى الصلوة مشكوة شريف ص ۸۱).

یعنی: ارشاد خداوندی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون کی تاویل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع (اقتداء) کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو اور جب سمع الله لمن حمده کہے تو اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الا مام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد (ابن ماجه شريف ص ۶۱ باب اذا قرألا مام فانصتوا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تب تم اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

نسائی اور ابن ماجہ کی مذکورہ حدیث ابوہریرہ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابوبکر نے امام مسلم سے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے، مسلم شریف میں ہے، فقال له ابو بكر فحديث ابى هريرة فقال هو صحيح يعنى واذا قرئ فانصتوا فقال هو عندى صحيح (مسلم شريف ج ۱ ص ۱۷۴ باب التشهد فى الصلوة)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں چاہئے اسے خاموش رہنا چاہئے، نیز مذکورہ حدیث سے قرآن مجید کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی تشریح بھی ہوجاتی ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز سے ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا اسحق بن موسى الا نصارى نامعن نا مالك عن ابى نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء

www.ozmislam.com

www.owaislam.com

الامام هذاحديث حسن صحيح. (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الا مام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی رکعت بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث معانی الآثار میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی رکعة فلم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الا وراء الامام.

حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ باب القرآۃ خلف الامام)

ان دونوں حدیثوں سے خاص طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۶) مؤطا امام مالک میں ہے۔

مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کان اذا سئل هل يقرء احد خلف الامام قال اذا صلی احد کم خلف الا مام فحسبہ' قراءۃ الا مام واذا صلی وحدہ فليقرأ قال و کان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ لا يقرأ خلف الا مام (مؤطا امام مالک ص ۲۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہے؟ تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کو کافی ہے (جس طرح امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے، خود عبداللہ ابن عمر بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے،

زجاجۃ المصابیح میں ہے: وقال العينی و کان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا يقرأ خلف الا مام و کان اعظم الناس اقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، انتهى 'علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب سے بڑھ کر تھے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ)

(۷) ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا علی بن محمد عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقراءۃ الا مام له قرائة (ابن ماجه ص ۶۱ باب اذا قرء الامام فانصتوا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی

قرأت ہے (یعنی امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے)

(۸) مسند امام اعظم میں ہے: ابو حنيفة عن موسى عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقراءۃ الا مام له قرائة (مسند امام اعظم ص ۱۳۳ مترجم)

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز باجماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(۹) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا ابو الحسن موسى بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراءۃ الا مام له قراءۃ (موطا امام محمد ص ۷۷ باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الا مام)

امام محمدؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

(۱۰) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراءۃ الا مام له قرأة. رواه محمد ، والدار قطنی والبيهقی عن امامنا ابی حنيفة وهو احسن طرقه حكم عليه ابن الهما بانه صحيح على شرط الشيخين وقال العينی هو حديث صحيح اما ابو حنيفة فابو حنيفة وموسیٰ بن عائشة الكوفی من الثقات الا ثبات من رجال الصحيحين وعبد اللہ بن شداد من كبار الشامين وثقاتهم وهو حديث صحيح ، انتهى، (باب القرأة فی الصلوة زجاجة المصابيح ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمدؒ، دار قطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابوحنیفہؒ سے اسے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق علامہ امام ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہی ہیں۔ ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور عبداللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اور اس سند کی مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۱) مؤطا امام محمد میں ایک اور روایت ہے۔

قال محمد اخبر نا اسرائيل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد قال ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی يليه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک فکرهت ان تقرأ خلفه

www.ownislam.com

فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قرأته له قرأة (مؤطا امام محمد ص ۷۸، ص ۷۹ باب القرأة فی الصلوة خلف الا مام)

یعنی: عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی ان کے پاس والے شخص نے انہیں ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا نماز کے بعد اس شخص نے کہا تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں شارہ کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں اس لئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تم قرأت کرو یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہو تو بے شک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

(۱۲) کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد اللہ الا نصاری قال صلی رسول اللہ ﷺ ورجل یقرأ خلفه' فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم ینهاه عن القرائة فی الصلوة فقال انتهانی عن القراءة خلف نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم من صلی خلف الا مام فان قراءة الا مام له قراءة قال محمد وبه نأ خذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۲۳ باب القرأة خلف الامام)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے اس نے کہا تم مجھ کو نبی ﷺ کی پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو، دونوں کے درمیان اس سلسلہ میں نزاع ہونے لگا یہاں تک کہ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے قرأت ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(۱۳) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن علی رضی اللہ عنه قال سئل رجل النبی صلی اللہ علیه وسلم اقرأ خلف الا مام او انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک رواه البیهقی. (زجاجة المصا بیح ص ۲۵۰ ج ۱ باب القرأة فی الصلوة)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قراءت مت کرو بلکہ خاموش رہو کیونکہ وہ (امام کی قرائت) تمہارے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی قراءت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۴) زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وتکفیک قرأة الا مام خافت او جهر رواه الدار قطنی (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۰ باب القرائة فی الصلاة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی

قرائت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۵) مسلم شریف میں ہے: حدثنا قتیبة بن سعید قال نا یعقوب یعنی ابن عبدالرحمن عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقال من خلفه ' أمین فوافق قوله قول اهل السمآء غفرله ما تقدم من ذنبه (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے، پس جو لوگ اس کے پیچھے ہیں (یعنی مقتدی) وہ آمین کہیں، پس جس کی آمین آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کی آمین کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث نماز باجماعت سے متعلق ہے اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اگر مقتدی پر بھی قرأت لازم ہوتی تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ صرف امام پڑھے گا، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا یعنی امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔

(۱۶) بخاری شریف میں بھی یہ روایت ہے۔

حدثنیا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال الزهری حدثناه عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملائکة تؤمن فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۴۷ کتاب الدعوات، باب التامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قاری (یعنی امام) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، پس بے شک ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی قاری سے مراد امام ہی ہے، معلوم ہوا کہ امام ہی قراءت کرے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے، اگر مقتدی پر بھی قرأت ہوتی تو ارشاد یوں ہوتا جب تم ولا الضالین کہو تو اس کے بعد آمین کہو۔

اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال حنفیہ کی تائید میں ہیں چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ و تابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر قال واخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القراءة خلف الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

www.ozunislam.com

(باب القراءۃ خلف الامام)

موسیٰ بن عقبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن عیینۃ عن ابی اسحاق الشیبانی عن رجل قال : عهد عمر بن الخطاب ان لا تقرأ وامع الامام (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراءۃ فی الصلوۃ)

ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم امام کے ساتھ قراءت نہ کریں۔

حضرت علیؓ کے آثار:

طحاوی شریف میں ہے حدثنا فهد قال سمعت ابی لیلیٰ قال قال علی رضی اللہ عنه من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن الحسن عن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ قال: سمعت علیاً یقول: من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ.

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (باب القرأۃ خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار:

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن منصور عن ابی وائل قال: جاء رجل الیٰ عبداللہ فقال : یا ابا عبدالرحمن! اقرأ خلف الامام ؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلاۃ شغلاً وسیکفیک ذلک الامام (باب القرأۃ خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲) (موطا امام محمد ص ۷۸)

ابووائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ فرمایا قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں دوسرا شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر ونواہی اور وعدہ وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں امام کافی ہے۔

مؤطا امام محمد میں ہے۔ قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه وفیما یخافت فیه فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحده قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا (باب القرأۃ خلف الامام) مؤطا امام محمد ص ۷۸)

علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو رکعتوں میں، اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر:

عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال : لا . طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأۃ خلف الامام)

ابوحمزہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا امام میرے آگے (قرأت کرتا ہو اس وقت میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں (قراءت مت کرو)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

عبدالرزاق عن هشام بن حسان عن انس بن سیرین قال سئالت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انک لضخم البطن قرأۃ الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

ابن سیرین کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں؟ فرمایا تو تو بڑے پیٹ کا معلوم ہوتا ہے (تجھے) امام کی قرأت (کافی ہے)

(۲) عبدالرزاق قال اخبرنا داؤد بن قیس عن زید بن اسلم عن ابن عمر کان ینهیٰ عن القرأۃ خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲ باب القرأۃ خلف الامام)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۳) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفته قرأته (مؤطا امام محمد ص ۷۶ ایضاً)

نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

(۴) قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ عنه انه سائل عن القرأۃ خلف الامام قال تکفیک قرأۃ الامام (موطأ امام محمد ص ۷۷ ایضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

www.ozonislam.com

حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر:

عن عطاء بن یسار انه سأل زیداً عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیٔ رواه مسلم فی باب سجود التلاوة (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۱ باب القرأة فی الصلوة)(مسلم شریف ص ۲۱۵ ج ۱)

وطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حالت میں بھی قرأت نہیں، یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب سجود التلاوۃ میں نقل فرمائی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:۔ اخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کان لا یقرأن خلف الامام.(مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۱)

امام ثوری ابن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ہے:۔عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا تقرأ خلف الا مام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأة خلف الامام)

عطاء بن یسار نے زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کیا کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر:

عن جابر قال لا یقرء خلف الا مام لاان جهر ولا ان خافت ، رواه ابن ابی شیبه فی مصنفه.(زجاجة المصابیح باب القراة فی الصلوة ص ۲۵۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں۔

عن عبید اللہ بن مقسم انه سأل عبد اللہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ فقالوا لا تقرؤا خلف الا مام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۷)

عبید اللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے (قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا) ان تمام حضرات نے فرمایا تم امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت مت کرو۔

عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال : سئلت جابر بن عبد اللہ اتقرآء خلف الا مام فی الظهر والعصر شیئاً ؟فقال لا (باب القرأة خلف الا مام مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے دریافت کیا، آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

علقمہ بن قیس کا اثر:

قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراهیم النخعی عن علقمة بن قیس قال لان اعض علی جمرة احب الی من ان اقرء خلف الا مام(مؤطا امام محمد ص ۷۸)(باب القراءة فی الصلوة خلف الا مام)

ابراہیم نخعی علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں علقمہ نے فرمایا میں دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ انگارے تھامے رہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کتاب الآثار میں ہے:۔محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا حماد عن ابراهیم قال ما قرء علقمة بن قیس قط فیما یجهر ولا فیما لا یجهر فیه ولا فی الرکعتین الا خریین ام القران ولا غیرها خلف الا مام(کتاب الآثار ص ۲۲ باب القراءة خلف الا مام)

امام ابوحنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ علقمہ بن قیس نے کبھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کی نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں، نہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کوئی سورت۔

محمد بن سیرینؒ کا اثر:۔

حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الا مام من السنة (مصنف ابن ابی شیبه ج ۱ ص ۳۷۷ من کره القرأة خلف الا مام)

محمد بن سیرین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مسنون نہیں سمجھتا۔

سوید بن غفلہ کا اثر:

حدثنا الفضل عن زهیر عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلة اقرأ خلف الا مام فی الظهر والعصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبه ص ۳۷۷ ج ۱ من کره القراءة خلف الامام)

فضل زہیر سے وہ ولید بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے سوید بن غفلہ سے (جو بڑے درجہ کے تابعی ہیں اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے) دریافت کیا میں ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابراہیم نخعی کا اثر:

قال محمد اخبرنا اسرائیل بن یونس حدثنا منصور عن ابراهیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم (مؤطا امام محمدؒ ص ۷۸ باب القرأة خلف الا مام)

منصور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قرأت کی وہ دین میں متہم تھا۔

مولانا ظفر احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ف۔ ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ میں سے ہیں بظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے قرأت خلف الامام شروع کی وہ متہم تھا، ممکن ہے کوئی خارجی یا قدری ہو، اس سے پہلے اہل کوفہ کا عمل عبداللہ بن مسعود کے موافق تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے، ابراہیم نخعی کا یہ مطلب نہیں کہ مکہ اور حجاز میں بھی قرأت خلف الامام کرنے والا مبتدع یا متہم تھا (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۴۱، ص ۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو ہم نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ قال الشیخ ابن الھمام وغیرہ ان المامور بہ اثنان الا ستماع و الانصات فالا ول فی الجھریۃ والثانی فی السریۃ فالمعنی اذ قرئ القرآن فاستمعوالہ ان جھربہ وانصتوا واسکتوا ان اسربہ انتھی وبہ اخذ اما منا ابو حنیفہ واصحابہ وقال بہ جابر بن عبد اللہ وزید بن ثابت وعلی بن ابی طالب ، وعمر بن الخطاب وعبد اللہ بن مسعود علی ما ھو الا رجح فی الروایۃ عنھما ،وسفیان الثوری وسفیان بن عیینۃ وابن ابی لیلیٰ والحسن بن صالح بن حیی وابراھیم النخعی واصحاب ابن مسعود وغیرھم من مشاھیر الصحابۃ والتابعین کذا ذکرہ ابن عبدالبر فی الا ستذکار والتمھید وقال العینی وقد روی منع القرأۃ عن ثما نین نفرا من کبار الصحابۃ منھم المرتضی و العبادلۃ الثلاثۃ واسا میھم عند اھل الحدیث وقیل تجاوز عدد من افتی فی ذلک الزمان عن الثمانین فکان اتفاقھم بمنزلۃ الاجماع وذکر الشیخ الامام عبد اللہ بن یعقوب الحارثی السبذمونی فی کتاب کشف الا سرار عن عبد اللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھون عن القراءۃ خلف الا مام اشد النھی ابو بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود و زید بن ثابت وعبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم الخ (باب القرأۃ فی الصلاۃ زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۲ ج ۱)۔

ترجمہ:۔ شیخ ابن ہمام اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا پہلا حکم (یعنی استماع) جہری نمازوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم (یعنی انصات) سری نمازوں سے متعلق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں، اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خوب غور سے سنو، اگر جہر سے پڑھ رہا ہو، اور خاموش (چپ) رہو اگر آہستہ پڑھے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (کہ مقتدی یا غور سے سنے یا خاموش رہے خود قرأت خلف الامام نہ کرے) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ زید بن ثابت) اور حضرت علی بن ابو طالبؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو راجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح بن حی، ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا جو مشہور صحابہ و تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے استذکار اور تمہید میں اسی طرح بیان فرمایا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی ۸۰ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ،

عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور ان اسی ۸۰ صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں، اور منقول ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق ہی اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبذمونی نے کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید اسلمؓ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد (زید بن اسلمؓ) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے (یعنی زید بن اسلمؓ) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموماً لا یقرأ) لقولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوالہ وانصتوا، قال ابن عباس وابو ھریرۃ رضی اللہ عنھما وجماعۃ من المفسرین نزلت فی الصلوٰۃ خاصۃ حین کانوا یقرؤن خلفہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الا مام لیو تم بہ فاذا قرء فانصتوا، وقال صلی اللہ علیہ سلم من کان ما موماً فقرأۃ الا مام لہ قرأۃ ،وروی الشعبی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا قرأۃ خلف الا مام (الا ختیار لتعلیل المختار ص ۵۰ ج ۱)

اور اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے اور شعبی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

رسائل الارکان میں ہے: ولیس علی المقتدی قراءۃ ویکفیہ قرأۃ امامہ عندنا وعند الا مامین احمد رحمہ اللہ ومالک رحمہ اللہ. الی قولہ. وحجتنا ماروی جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان للامام فقراءۃ الا مام لہ قراءۃ ھذا حدیث صحیح رواہ الا مام ابو حنیفۃ وقد ذکر الا مام محمد فی المؤطا ان اخبرہ ذکر السند، وابن عدی بسندہ عن ابی حنیفۃ وحکم بصحتہ ابن الجوزی وقد اطال الکلام ھھنا فی فتح القدیر وذکر اسانید ھذا الحدیث وبین صحۃ سندین متصلین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسند ابی حنیفۃ اصح وقد ثبت عن اکابر الصحابۃ مثل مذھبنا..... الخ.

مقتدی پر قرأت نہیں ہے ہمارے نزدیک اور امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام کی قرأت اس کے لئے

www.ozunislam.com

www.ozwislam.com

کافی ہے۔الی قولہ۔ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، یہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ نے اسے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ روایت انہیں بیان کی اور ابن عدی نے اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے فتح القدیر میں اس موقع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس حدیث کی سندیں بیان کیں اور اور رسول اللہ ﷺ تک دونوں متصل سند کی صحت بیان کی اور امام ابوحنیفہؒ کی سند اصح ہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہمارے مذہب کے مانند ثابت ہے..... الخ۔

حافظ ابن تیمیہ گو غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں۔

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعفه ائمة. (تنوع العبادات ص ۸۶)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور السلف والخلف ہیں اور اور ان کے ساتھ کتاب اللہ وسنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے جب امام قرآن آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز جہری پڑھا رہے تھے، فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا کہا ہاں یارسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑ رہا ہے اس وقت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں پڑھنے سے رک گئے، اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ و عمران بن حصینؓ و جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے، اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے انما جعل الامام الخ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو مقتدیوں کو چپ چاپ رہنا چاہئے، اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ائمہ اور مالک نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمد، ابوبکر بن شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ لہذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابوحنیفہؒ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ و جابر بن عبداللہ اور ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے، امام شافعی اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے، ترمذی کہتے ہیں کہ اختار اصحاب الحديث ان لا يقرء الرجل اذا جهر الامام بالقرأة وقالوا يتبع سكتات الامام اور دلیل ان کی حدیث ابوہریرہ ہے کہ من صلى صلوة لم يقرء

فيها بام القرآن فهي خداج غير تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی، مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو امام کے پیچھے نہیں چنانچہ ترمذی کہتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبى صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب اذا كان وحده واحتج بحديث جابر بن عبد الله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام. بس جب امام المحدثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنی ہوئے تو پھر اس سے آیت کو خاص کرنا جو بقول بیہقی بالاجماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آ کر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے، نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن سننا چاہئے (تفسیر حقانی ص ۱۸۲ ص ۸۳ ج ۴ پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، حنفیہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قیاس صحیح کئی وجوہ سے ان کی تائید کرتا ہے، اول تو یہ کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام کا وجوب صراحۃً کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا حالانکہ یہ معاملہ نہایت کثیر الوقوع اور اہم ہے ایسے معاملہ میں قرأت کے وجوب کا صریح حکم نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت واجب نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مقتدی کے ذمہ قرأت ہوتی تو اس کا کوئی موقع و محل متعین ہوتا مثلاً امام کو حکم ہوتا کہ وہ قرائت فاتحہ کے بعد یا اس کی آیتوں پر وقف کے بعد اتنا سکتہ کیا کرے کہ اس میں مقتدی قرأت کر لیا کریں لیکن ایسا حکم کہیں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ذمہ قرأت نہیں ہے، ورنہ جب مستحبات جیسے ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا موقع و محل متعین کر دیا گیا ہے تو الحمد پڑھنے کا کیوں نہ متعین کیا جاتا جو فرض ہے..... الخ (معارف مدینہ ص ۱۰۶ حصہ پنجم)

(۱) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابتداء جواب میں امام سفیان بن عیینہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے، لہذا اس حدیث میں عمومیت نہیں ہے اور اگر اس روایت کو عموم پر رکھا جائے تو روایات میں تعارض ہوگا" الا ان يكون وراء الامام اور من كان له امام فقراءة الامام له قراءة " کا کیا محمل ہوگا؟ ان احادیث کا ترک لازم ہوگا، اس کے برعکس احناف کا جو مسلک ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو روایات میں تعارض نہ ہوگا اور ہر ایک کا محمل متعین ہو جائے گا کہ حدیث عبادہ منفرد اور امام کے حق میں ہے اور دیگر احادیث مقتدی کے حق میں۔

(۲) مدرک رکوع (یعنی وہ شخص جو امام کو رکوع میں پائے) کے متعلق جمہور صحابہ اور تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہ رکعت مل گئی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوه شيئا ومن ادرك ركعة (اى ركوع عامع الامام) فقد ادرك الصلوة رواه ابوداؤد، یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جو شخص (امام کے ساتھ) رکوع پالے تو اس نے وہ رکعت پالی، ابوداؤد (مشکوٰۃ

www.ozonislam.com

شریف ص ۱۰۲ باب ماعلی المامو م) حالانکہ مدرک رکوع سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا، جولوگ قرأت فاتحہ کوفرض کہتے ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اسے رکعت مل گئی اگرچہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، نہ کہنا کہ رکوع ملنے سے رکعت کامل جانا صرف ان لوگوں کا قول ہے جو قرأت خلف الامام کی قائل نہیں ہیں مگر مذکورہ حدیث مرفوع کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ بات حدیث مرفوع سے ثابت ہے اس لئے یہ قول قابل قبول نہیں ہوسکتا خواہ یہ کسی کا قول ہو۔

(۳) غیر مقلدین لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے استدلال کرکے مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں فصاعداً کی زیادتی بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (مسلم شریف ص ۱۶۹ ج ۱ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ) (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸ باب القراءت فی الصلوٰۃ) بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فصاعداً کی زیادتی میں معمر متفرد ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں متابعت وموافقت کرنے والے دیگر ثقات موجود ہیں" حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں،، اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا کہ لفظ فصاعداً کو صرف معمر نے تنہا زیادہ کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد کی سند میں سفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاعداً بڑھاتے ہیں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اوزاعی اور عبدالرحمٰن بن اسحاق وغیرہ جیسے ثقات نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا معمر نے بیان کیا ہے۔ (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۵۱) اور اس کی (لفظ فصاعدا کی) تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱) (باب من ترک القراءۃ فی الصلوۃ) اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا دوسری روایت میں اس طرح ہے عن ابی ھریرہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱، باب من ترک القرأۃ فی صلاتہ) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ الحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو فرض یا غیر فرض میں الحمد اور سورت نہ پڑھے (ابن ماجہ شریف ص ۶۱، باب القراءۃ خلف الامام)

ان روایات کے پیش نظر مقتدی پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت یا ایک دو آیتیں پڑھنا بھی فرض قرار دینا چاہئے، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، کیا وجہ ہے کہ حدیث کے ایک جز کو لیا گیا اور دوسرے جز، کو بلا کسی دلیل کے ترک

کر دیا گیا؟ اس سے تو احناف کا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں ہے ہی نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

الحاصل: مقتدیوں کے ذمہ قراءت فاتحہ کے لزوم اور وجوب کا دعویٰ صحیح نہیں ہے امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے حدیث الامام ضامن (ابن ماجہ ص ۷۰) بھی اس کی موید ہے کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سے اصل مدیون بری ہو جاتا ہے، لہذا حنفیوں کی نماز نہ ہونے کا زعم قطعاً غلط ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ مقتدی کے لئے ہر نماز میں چاہے وہ جہری ہو یا سری قرأت خلف الامام کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں مگر آپ کی آخری تصنیفات میں کتاب الام جو بہت مشہور کتاب ہے اس میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(قال الشافعی) فواجب علی من صلی منفرداً واماماً ان یقرء بام القرآن فی کل رکعۃ لا یجزیہ غیرھا واحب ان یقرء معھا شیئاً آیۃ او اکثر وساذکر الماموم انشاء اللہ (کتاب الامام ص ۹۳ ج ۱)

سو منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھیں اس کے سوا کوئی اور سورت کفایت نہیں کر سکتی اور میں اس کو بھی زیادہ پسند کرتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور میں مقتدی کا حکم آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

اس عبارت میں امام شافعیؒ امام اور منفرد کی تشریح کرتے ہوئے ان کا فریضہ بتلاتے ہیں کہ ان کو نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کا وظیفہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ میں خود انشاء اللہ العزیز اس کا حکم بیان کروں گا، چنانچہ جلد سابع میں تحریر فرمایا ہے۔

ونحن نقول کل صلوٰۃ صلیت خلف الامام والامام یقرء قراءۃً لا یسمع فیھا قرأ فیھا..... (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (یعنی سری نماز ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

امام شافعی ﷺ کی یہ عبارت اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے جس میں امام کی قراءت کی آواز نہ سنی جا سکتی ہو اور وہ سری نماز ہو، اسی لئے انہوں نے قراءۃ لا یسمع ارشاد فرما کر جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ متعین کر دیا ہے۔

مندرجۂ بالا جواب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے مضمون پر نظر پڑی، حضرت مرحوم نے بہت عمدہ اور تشفی بخش مضمون تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، ابتداء میں ارادہ تو یہ تھا کہ مختصراً

کچھ لکھ دیا جائے مگر جواب کچھ طویل ہو گیا اور اس مضمون سے مزید طوالت کا اندیشہ ہے مگر مفید ہونے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے اس پر نظر پڑتی تو مختصر جواب کے بعد اسی مضمون پر اکتفا کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں کا حکم یکساں ہے مقتدی کے لئے کی نماز میں بھی قرأت جائز نہیں، امام مالک اور امام احمد نے جو جہری اور سری نمازوں کے حکم میں تفریق کی وہ ان کا اجتہاد ہے باقی آیت قرآنیہ یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے اور علی ہذا احادیث میں بھی قرآن کی طرح ہی سب جگہ استماع اور انصات کا عام حکم آیا ہے ارشاد نبوی میں کسی جگہ جہری اور سری کا فرق ظاہر نہیں ہوتا، فرق واقعہ کا ہے کسی جگہ مقتدی کے پڑھنے کا واقعہ فجر کی نماز میں پیش آیا اور کسی جگہ ظہر میں پیش آیا اور سب جگہ آپ نے مقتدی کی قرأت پر باز پرس کی اور ناگواری کا اظہار فرمایا، کسی جگہ ناگواری کا اظہار منازعت کے لفظ سے فرمایا اور کسی جگہ مخالجت کے لفظ سے فرمایا ہر جگہ مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور باز پرس کا سبب بنا جہر اور سر کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور اسی طرح کا ایک واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی ایک شخص نے جو اس کے پاس تھا اس کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو، پس جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوکا تھا اور مجھ کو اشارہ سے کیوں منع کیا تھا، تو اس ٹوکنے والے نے پیچھے پڑھنے والے سے کہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک فکرھت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قراءته له قراءة مؤطا امام محمد ص ۹۸، یعنی اس منع کرنے والے نے کہا جب کہ رسول خدا ﷺ تیرے سامنے اور آگے امامت فرما رہے تھے پس میں نے مکروہ جانا کہ تو آنحضرت کے پیچھے کچھ پڑھے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن لی، سن کر یہ فرمایا جس کے لئے امام ہو پس تحقیق امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، دیکھو مؤطا امام محمد ص ۹۸ و کتاب الآثار لامام محمدؒ۔

مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے مقتدی کو علیحدہ قراءت کی ضروری نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب. یعنی قرآن کریم اللہ کی کتاب ہدایت کے لئے کافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، پس اس حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کراہت اور ناگواری اور ناپسندیدگی کو آپ نے بعنوان کفایت ذکر فرمایا اور جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھنے والے کو منع کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی اور یہ واقعہ عصر کا ہے یعنی سری نماز کا ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگوار اور ناپسند تھا، الغرض یہ واقعہ کبھی فجر کی نماز میں پیش آیا اور کبھی ظہر میں اور عصر میں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر آپ نے کراہیت اور ناگواری کا اظہار فرمایا اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام ہے اور نہ سری میں۔

یہ جابر بن عبداللہ کی حدیث کا مضمون تھا جو بلاشبہ صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی ابو الدرداءؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ما اری الامام اذا قرأ الا کان کافیاً، رواه الطبرانی واسناده حسن، میں نہیں جانتا کہ جب امام قرأت کرے مگر یہ کہ وہ مقتدی کے لئے بھی کافی اور وافی ہے۔

خلفاء راشدین:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق، اور عمر فاروق اور عثمان غنی امام کے پیچھے قرائت کرنے سے منع کیا کرتے تھے (عمدۃ القاری) حافظ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

فاروق اعظمؓ:

امام محمد بن حسن مؤطا ص ۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً.

فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد ہے کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ خلف الامام فقد اخطاء الفطرة جس نے امام کے پیچھے قرائت کی وہ فطرت سے چوک گیا یعنی قرأت خلف الامام خلاف فطرت فعل ہے۔

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں، ہم نے صرف تحقیق پر اکتفاء کیا اور روایات کی جرح وتعدیل سے کنارہ کشی کی اس لئے کہ اس کا محل کتب حدیث وفقہ ہیں، امید ہے کہ تشفی قلب کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی۔

لطائف ومعارف:

امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک ترجمہ قائم کیا تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، اخبرنا الجارود عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد امام نسائی کا عنوان باب میں آیت قرآنی کو نقل کر کے اس کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے مقتدی ہی کا حکم بیان کرنا ہے اور حدیث کا آغاز ہی انما جعل الامام لیوتم به سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ آیت قرآنی اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر مطلقاً استماع اور انصات واجب اور لازم ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے اپنی قرأت جائز نہیں اور یہ حکم عام ہے سورت کے ساتھ مقید نہیں۔

نکتہ:

آیت اعراف (یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون) اور حدیث انصات میں ایک لطیف فرق ہے، وہ یہ کہ حدیث انصات میں مقصود فقط امامت اور اقتداء کے احکام کو بتلانا ہے اور

www.owaislam.com

www.ozmislam.com

آیت اعراف میں اصل مقصود قرأت قرآن کے حکم کو بتلانا ہے اس لئے آیت اعراف میں دو حکم ذکر فرمائے ایک استماع کا، اور ایک انصات کا اس لئے کہ قراءت قرآن کبھی جہراً ہوتی ہے اور کبھی سراً اس لئے جہری قرأت کے متعلق استماع کا حکم دیا گیا اور سری قرأت کے متعلق انصات کا حکم دیا گیا کہ اگر امام جہراً قرأت کر رہا ہو اور تم اس کی قراءت کو سن رہے ہو تو اس وقت تو تمہارے لئے حکم یہ ہے فاستمعوا الخ یعنی امام کی قرأت کو پوری توجہ اور التفات سے سنو، اور اگر امام سراً قرأت کر رہا ہو اور تمہیں اس کی قرأت سنائی نہ دے رہی ہو تو اس وقت تمہارے لئے انصوا کا حکم ہے یعنی خاموش رہو۔ غرض یہ کہ آیت میں قرأت قرآن کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق دو حکم بیان فرمائے، جہاں امام کی قراءت کا علم ہو وہاں حکم استماع کا ہے اور جہاں امام کی قرأت کا علم نہ وہاں حکم انصات کا ہے، اور حدیث مذکور میں اصل مقصود امام اور مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے اس لئے مقتدی کے متعلق صرف ایک حکم انصات یعنی سکوت کا ذکر فرمایا کہ مقتدی پر مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں انصات یعنی سکوت واجب ہے اور اس میں امام کے جہر یا عدم جہر کو اور مقتدی کے استماع یا عدم استماع کو کوئی دخل نہیں اس لئے حدیث میں صرف ایک حکم یعنی انصات وسکوت پر اکتفاء فرمایا استماع کا حکم ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ حدیث میں مقصود قرائت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ فقط مقتدی کا فریضہ بتلانا مقصود ہے کہ مقتدی کا فرض یہ ہے کہ امام کے پیچھے بالکل خاموش کھڑا رہے اسی بنا پر جس قدر حدیثیں اقتداء کے احکام کے بارے میں آتی ہیں سب جگہ صرف فانصتوا ہی کا لفظ آیا ہے جو جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

اور ابتداء مشروعیت امامت سے لے کر وفات نبوی تک کسی وقت بھی مقتدی پر قرائت فرض نہیں ہوئی بلکہ سنت یہ رہی کہ امام قراءت کرتا اور مقتدی سنتے اور خاموش رہتے لیلۃ الاسراء میں نبی اکرم ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین آپؐ کے انتظار میں مسجد اقصیٰ میں جمع تھے، جبرائیل کے حکم سے آپؐ امامت کے لئے آگے بڑھے آپؐ نے امامت فرمائی اور قرأت قرآن کی اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام نے آپ کی اقتداء کی، سب نے آپ کی قراءت کو سنا کسی ایک نبی یا فرشتہ نے آپ کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد سے امامت اور اقتداء کے سلسلہ کا آغاز ہوا، ہمیشہ طریقہ یہی رہا کہ امام پڑھتا اور مقتدی سنتے یہاں تک کہ جب بعض لوگوں نے اتفاقاً محض اپنی رائے سے آپ کے پیچھے قرأت کر ڈالی تو اس پر سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا نازل ہوئی جس سے مقصود ہی قرأت خلف الامام کی ممانعت تھی کہ مقتدی پر استماع اور انصات واجب ہے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ہرگز جائز نہیں، اکابر صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کے پیچھے فاتحہ یا سورت کی قرأت کی تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے باز پرس کی اور یہ فرمایا لعلکم تقرؤن خلف امامکم معلوم ہوا کہ یہ قرأت نہ آپ کی اجازت اور حکم سے تھی اور نہ آپ کو اس کی خبر تھی اور قرأت خلف الامام پر تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جس میں مطلقاً قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا۔

اور علی ہذا مرض الوفات میں اس طرح پیش آیا کہ آپ کے حکم سے ابوبکرؓ مسجد نبوی میں امامت کر رہے تھے اور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے آئے، صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت ﷺ امام ہو گئے، مسند احمد ص ۶۳۲ ج ۱، اور سنن دار قطنی ص ۱۵۳ میں

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ سے قرأت شروع کی جہاں ابوبکر صدیقؓ پہنچ چکے تھے اور ابوبکر صدیق اس وقت سورت پڑھ رہے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ نے اپنی اس آخری نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اور جتنی مقدار قراءت اور سوۂ فاتحہ آپ سے اس نماز میں رہ گئی تھی آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا جس کی وجہ سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ ابوبکر صدیق اس نماز میں ابتداء سے امام تھے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تھے ان کی قرأت سب کے لئے کافی ہو گئی۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من کان له امام فقراءة الامام له قراءة یعنی امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قراءت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی، نماز میں امام کی قرأت حقیقی ہے اور مقتدی کی قرأت حکمی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب بالفرض الرعام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے تو اس حدیث میں قرأت فاتحہ بھی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس جو مقتدی بحکم خداوندی امام کے پیچھے استماع اور انصات میں مشغول ہے وہی مقتدی حسب ارشاد نبوی حکماً قراءت بھی کر رہا ہے من کان له امام فقراءة الامام له قراءة، اور یہ مقتدی بحالت استماع وانصات امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب کی بھی قرأت کر رہا ہے اور اس کی یہ حکمی قرأت زیر پردۂ استماع وانصات مستور ہے اور اس طرح مقتدی بیک وقت حکم خداوندی استماع و انصات، اور لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب پر عمل کر رہا ہے، اور جو شخص امام کے پیچھے قرائت کر رہا ہے وہ حکم خداوندی استماع وانصات کے بھی خلاف کر رہا ہے اور جس منازعت اور مخالجت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب ہو رہا ہے، قرأت خلف الامام کرنے والا بیک وقت حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کر رہا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ بجائے استماع وانصات کے امام کی منازعت ومخالجت میں مشغول ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر آپ نے کسی وقت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا ہوتا تو آپ کبھی بھی باز پرس نہ فرماتے۔

نکتہ دیگر:

نماز میں قرأت قرآن سے مقصود یا تو احکام خداوندی کا سننا ہے یا مناجات خداوندی مقصود ہے اگر اول مقصود ہے تو امام حق تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کو پہنچا دے۔ اور اگر مقصود مناجات اور استدعاء نیاز ہے تو امام قوم کی طرف سے وکیل ہے کہ سب مقتدیوں کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں استدعاء نیاز پیش کر رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ خلافت اور وکالت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کر سکتا ہے اس لئے قرأت کا فریضہ ایک امام ہی ادا کرے گا اور مقتدی اس کی قرأت پر آمین کہیں گے، باقی رہے آداب عبودیت سو وہ سب پر لازم ہوں گے، مثلاً رکوع اور سجود اور تسبیح وتحمید یہ سب بارگاہ خداوندی اور عبادت کے آداب ہیں یہ سب کو بجالانے ہوں گے اس میں وکالت اور نیابت جاری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان آداب سے مقصود تعظیم خداوندی ہے اور تعظیم خداوندی سب پر لازم ہے، سورۂ فاتحہ جو کہ ایک عریضۂ نیاز ہے جو صراط مستقیم کی ہدایت کے استدعا پر مشتمل ہے، اور عرض مطلب میں توکیل جاری

www.ahlehaq.com

ہوسکتی ہے، کیونکہ عریضۂ نیاز سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مقصود اور مراد مخاطب کے سامنے پیش کردیا جائے اور ایک جماعت کی طرف سے عرض مدعا کے لئے ایک شخص کافی ہے اور وہ امام ہے۔

۴:۔ نصوص میں غور وفکر سے یہ نظر آتا ہے کہ نماز جماعت درحقیقت ایک ہی نماز ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں جیسا کہ حدیث الامام ضامن اس پر شاہد ہے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نمازوں کو متضمن اور شامل ہے اسی وجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے اور مقتدی کی نماز کے فاسد ہوجانے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے، رکوع وسجود میں مقتدیوں کے لئے امام سے تقدیم وتاخیر ممنوع ہے، یہ تمام احکام اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل مصلی امام ہے، اور مقتدی امام سے مستفیض اور مستفید ہیں اصل عبادت یعنی نماز ایک ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں۔

اور قرآن اور احادیث میں جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ اور حدیث میں ہے اذا اتیتم الصلوۃ فلا تاتوھا وانتم تسعون سب جگہ لفظ صلوۃ مفرد لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ صلاۃ جماعت واحد ہے اور مقتدی اس شئی واحد پر حاضر ہونے والے ہیں۔

پس اگر ہر مقتدی نماز میں اپنی اپنی قرأت کرے تو صلوٰۃ جماعت، صلوٰۃ واحدہ نہ رہے گی بلکہ صلوات متعددہ فی مکان واحد کا مجموعہ ہوگی، یعنی چند آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہوکر اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی ہے، نماز جماعت اور تنہا نماز میں درحقیقت کوئی فرق نہ رہا، نماز جماعت کا حاصل ومحصول صرف اتنا رہا کہ چند لوگوں نے ایک جگہ جمع ہوکر اپنی اپنی نماز ادا کرلی جس کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً کی تفسیر اور شان نزول میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے تھے، جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرأت قرآن کرتے تو مشرکین قرآن کو سن کر، قرآن کو اور قرآن کے نازل کرنے والے سب کو برا کہتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی قراءت میں اتنا جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر اس کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی نہ سنا سکیں، اس کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے یعنی اتنی آواز سے قرأت کریں کہ مقتدی سن سکیں، معلوم ہوا کہ امام کا کام مقتدیوں کو سنانے کا ہے اور مقتدیوں کا کام امام کی قرأت سننے کا ہے نہ کہ خود پڑھنے کا۔

حدیث عبادہؓ کا جواب:

امام شافعیؒ کی سب سے قوی اور صحیح دلیل حدیث عبادہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب، رواہ البخاری ومسلم جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(الجواب) امام شافعی کے اس استدلال کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً مقتدی کا کوئی ذکر نہیں، محض کلمہ من کے عموم سے استدلال ہے اور سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ

وانصتوا خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی جن مقتدیوں نے آپ کے پیچھے لاعلمی اور غلط فہمی سے فاتحہ یا سورت پڑھ لی تھی انہیں کی زجر اور تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تو خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ کے خصوص کے ذریعہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی اور احادیث صحیحہ میں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک حدیث مشہور یہ ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے مقتدی کو علیحدہ قرأت کی ضرورت نہیں اور یہ حدیث مؤطا امام محمد میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند میں خود امام ابوحنیفہ اس کے راوی ہیں اور حافظ عینی اور شیخ ابن ہمام نے نہایت مفصل طریقہ سے اس حدیث کا شرط بخاری ومسلم پر صحیح ہونا ثابت کردیا ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح القدیر میں دیکھ لیا جائے، پس معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام شافعیؒ کے استاذ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں لمن یصلی وحدہ یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، مقتدی کے حق میں نہیں، اور علیٰ ہذا امام ترمذیؒ حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو خود نماز پڑھ رہا ہو (یا دوسروں کو پڑھا رہا ہو) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حدیث جابرؓ سے استدلال کیا ہے اور یہ فرمایا کہ دیکھو جابرؓ ایک مرد ہیں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کی نماز بغیر قراءت کے صحیح نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں اوزاعی اور اہل مصر میں لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان ائمہ دین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب امام قراءت کررہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرائت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے، دیکھو مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ ج ۱۔ حضرات اہل علم اس مقام کی تحقیق کے لئے فتاویٰ ابن تیمیہ از ص ۱۴۱ تا ص ۱۵۰ ج ۲ دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ جہری نماز میں مقتدی پر قرائت خلف الامام کے وجوب کا صحابہ اور تابعین اور سلف الصالحین میں سے کوئی قائل نہیں اس لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے قرائت خلف الامام کے بارے میں تشدد کیا کہ مقتدی پر قراءت کو واجب قرار دیا، حالانکہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض ہے اور حافظ ابن تیمہ نے نہایت شدومد سے جہری نماز میں قراءت خلف الامام کا ناجائز اور حرام ہونا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بیان کیا خاص کر (ہمارے) زمانہ کے مدعیان بالحدیث پر لازم ہے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کو ضرور دیکھیں کہ جو حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کی نمازوں کے باطل ہونے کا جہراً وسراً فتویٰ دیتے ہیں۔

www.ownislam.com

خلاصۂ کلام

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نہایت درجہ قوی ہے جو آیات قرآنیہ اور ان احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ جو خاص مقتدیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں حضرات اہل علم اور مدرسین شروح ہدایہ اور شروح بخاری کی مراجعت کریں اور اس ناچیز کی شرح مشکوٰۃ اور شرح بخاری کو دیکھیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قلب کو سکون اور اطمینان ہوجائے گا اور ارباب ذوق پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ امام اعظم کا مسلک عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے (معارف القرآن از ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۷ ج ۵ مکتبہ عثمانیہ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رفع یدین اور آمین بالجہر:

(سوال ۳۶) فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلهم العالی ومتع الله المسلمين بطول بقائهم۔ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته.

آپ کے فتاوی رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۲۹ تا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب میں ایمان وعقائد کے باب میں دیکھ لیا جائے ۱۲۳۶ھ از مرتب) پر تقلید سے متعلق بہت ہی فاضلانہ اور محققانہ جواب ہے تقلید کی حقیقت اور اس کی ضرورت واشگاف ہوئی اور تقلید سے متعلق جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب بھی بہت عمدہ اور تسلی بخش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ سوال میں رفع یدین اور آمین بالجہر کا بھی تذکرہ ہے اور ہدایہ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر آپ کے جواب میں اس کے متعلق کوئی صاحت نہیں ہے اگر ان دونوں مسئلوں پر بھی روشنی ڈالتے تو ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہوتی، سوال میں ہدایہ کا حوالہ دیا ہے کیا درحقیقت ہدایہ میں اسی طرح ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی حقیقت کو واشگاف فرمائیں گے، بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

(الجواب) آپ کا سوال موصول ہوا، اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اسی کی توفیق اور مدد سے تقلید سے متعلق جواب مرتب ہو للہ الحمد والشکر آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر صمیم قلب سے شکریہ جزاکم الله خیر الجزاء.

پہلے ہم انشاء اللہ ہدایہ کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی توجیہ اور دونوں مسئلوں سے متعلق مختصر تحقیق پیش کریں گے اس سے انشاء اللہ مسلک حنفی کے دلائل بھی سامنے آئیں گے، اس کے بعد دونوں مسئلوں سے متعلق کچھ احادیث پیش کریں گے۔

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول ص ۳۷۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر تک رفع یدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول ص ۳۶۲ میں موجود ہے، مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان ہی نہیں ہے لہذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف

منسوب کرنا قطعاً غلط ہے، افتراء اور جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

رفع یدین سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ولا یرفع یدیه الا فی تکبیرة الاولی خلافا للشافعی رحمه الله فی رکوع وفی الرفع منه لقوله علیه السلام لا ترفع الا یدی الا فی سبع مواطن تکبیرة الافتتاح وتکبیرة القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر. (هدایه اولین ص ۹۲، ص ۹۳ باب صفة الصلوة)

ترجمہ ومطلب:

اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے، امام شافعیؒ کے خلاف، امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لا ترفع الا یدی سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے نمبر ۱ تکبیر افتتاح کے وقت نمبر ۲ دعاء قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہنے کے وقت نمبر ۳ عیدین کی زائد تکبیرات کہنے کے وقت اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے (یعنی ابتداء اسلام میں یہ طریقہ رائج تھا پھر یہ متروک ہوگیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے، حاشیہ میں ہے فان عبد الله بن الزبیر رأی رجلا یصلی فی المسجد الحرام کان یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع الرأس منه فلما فرغ من صلاته قال لا تفعل فان هذا شئ فعله النبی صلی الله علیه وسلم ثم ترک یعنی عبداللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو آپ نے اس سے فرمایا لا تفعل تم رفع یدین مت کرو، نبی کریم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک فرمادیا (حاشیہ نمبر ۲ ہدایہ اولین ص ۹۳) ہکذا آمین بالجہر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں واذا قال الامام ولا الضالین قال امین ویقولها المؤتم. الی قوله. ویخفونها لما روینا من حدیث ابن مسعود ولانه دعاء فیکون مبناه علی الاخفاء (هدایه اولین ص ۸۷ باب صفة الصلوة) یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے لقول ابن مسعود اربع یخفیهن الامام وذکر من جملتها التعوذ والتسمیة وآمین. یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا ولانہ دعاء، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا مبنی اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہئے) (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، سوال میں جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے لہذا یہی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے، سبحانک هذا بهتان عظیم.

www.ozmislam.com

اب ہم مختصراً ہر دو مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں۔

رفع یدین:

سکون وخشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے اسکنوا فی الصلوۃ نماز میں سکون اختیار کرو (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ الخ) لہذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتداء اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، نماز میں بات چیت کر لینا، نماز میں گردن پھرا کر ادھر ادھر دیکھ لینا مگر بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہو گئے، یہی حال رفع یدین کا ہے، رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتی ہوئے رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کرتے وقت سجدے سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوۃ یعنی رفع یدہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک واذا رفع رأسہ من السجود فعل مثل ذلک کلہ یعنی رفع یدیہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۴)

طحاوی شریف میں ہے:۔ حدثنا ابن ابی داؤد..... عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ وحین یرکع وحین یسجد (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا)

نیز ایک حدیث میں ہے قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا قام من الرکعتین کبر و رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ الخ (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ایضاً)

مگر رفتہ رفتہ قبل وبعد سجدہ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہو گیا جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین متروک ہو گیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین سے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں ہے مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا ھناد..... عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ (ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱ باب رفع الیدین عند الرکوع)

ترجمہ:۔ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ

پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اول بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے اور یہی قول سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا ہے۔

حضرت براء ابن عازبؓ کی حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح عن البراء (بن عازب) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود. (ابوداؤد شریف ص ۱۱۶ ج ۱ مجتبائی باب من لم یذکر الرفع عند الرفع)

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضور ﷺ کے راز دار جلوت وخلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہو سکی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے۔

فان ابا بکرۃ قد حدثنا قال حدثنا ابو احمد عن ابیہ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یرفع بعدہ (باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا طحاوی شریف ص ۱۱۰).

ترجمہ: حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

موطا امام محمد میں ہے قال محمد اخبر ابو بکر بن عبد اللہ النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علیا بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بھا الصلوۃ ثم لا یرفعھما فی شی من الصلوۃ (موطا امام محمد ص ۷۳، ص ۷۴ باب افتتاح الصلوۃ)

حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو (ورنہ حضرت علیؓ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرتے۔)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں فان علیاً لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ الا وقد ثبت عندہ نسخ الرفع فحدیث علی رضی اللہ عنہ اذا صح ففیہ اکثر الحجۃ لقول من لا یری الرفع (طحاوی شریف حوالہ بالا ص ۱۱۰)

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

www.ownislam.com

وقدروی مثل ذلک ایضا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کما حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا الحمانی قال حدثنا یحیی بن ادم عن الا سود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود ، یعنی: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع مروی ہے اسود فرماتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ بالاطحاوی شریف ص ۱۱۱)

قال ثناء ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف بن عمر رضی اللہ عنہ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی الکتبیرۃ الا ولیٰ من الصلوۃ. یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔

فھذا ابن عمر قد أی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم قدترک ھو الرفع بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکون الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ وقامت الحجۃ علیہ بذلک (طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک رواہ محمد ، یعنی: عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۲۸) (مؤطا امام محمد ص ۷۳ باب افتتاح الصلوٰۃ)

رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔

وفی مسند امامنا ابی حنیفۃ عن سفیان بن عیینۃ قال اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دارالحناطین بمکۃ فقال الا وزاعی لا بی حنیفۃ ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابو حنیفۃ لا جل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئ قال کیف لا یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ، فقال لہ ابو حنیفۃ وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والا سود عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوۃ ولا یعود لشئ من ذلک فقال الا وزاعی احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال لہ ابو حنیفۃ کان حماد افقہ من الزھری و کان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الفقہ وان کانت لابن عمر رضی اللہ عنہ صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالا سود لہ فضل کثیر وعبد اللہ ھو عبد اللہ فسکت الاوزاعی. (باب صفۃ الصلاۃ زجاجۃ المصابیح ص ۲۲۹ ج ۱) (نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ

المصابیح ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ حصۂ دوم جلد اول)

نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی دارالحناطین (گیہوں کی منڈی) میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کسی وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اور زہری سالم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے امام اوزاعیؒ نے کہا میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ (اس کے بالمقابل) کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے اب رہے تو اسود تو ان کے لئے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا (اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ کی مسند میں کی ہے)

رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان

"جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔" (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۹ از مولانا ثناء اللہ امرتسری)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا، لہذا غیر مقلدین کو اس کو معرکۃ الآراء مسئلہ بنالینا اور احناف کے خلاف طعن وتشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بالکل بے اصل اور معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلانا ہے۔

www.owaislam.com

آمین بالجہر:

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے اس کی کئی نظیریں ہیں مثلاً نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے حدثنی هارون بن سعيد يقول سمعت عوف بن مالک يقول صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه الخ یعنی عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کرلی دعا یہ ہے اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله ' واغسله' بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس وابدله' دارا خيراً من داره واهلاً خيراً من اهله وزوجاً خيراً من زوجه وادخله' الجنة واعذه' من عذاب القبر ومن عذاب النار. (مسلم شريف ج ۱ ص ۳۱۱ كتاب الجنائز)

اسی طرح ظہر وعصر میں قرأت سراً پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہوجائے کہ آپ نے کون سی سورت پڑھی (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القراۃ فی الصلاۃ)

الغرض اس کی بہت سی نظریں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم امین جہراً کہتے تھے۔

معارف السنن میں ہے:۔ قال الشيخ رحمه الله: وقد يجاب عن الجهر بانه كان للتعليم الى قوله قال الشيخ: ويؤيده ماأخرجه الحافظ ابو بشر الدولابى فى كتاب "الاسماء والكنى" (۱۹۷.۱) من حديث وائل وفيه: وقرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين. يمدبها صوته ماأراه الا ليعلمنا فهذا القول منه صريح فى انه ارادان يعلمهم سنة التامين.

یعنی شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابو بشر دولابی نے کتاب "الاسماء والکنی" میں ج ۱ ص ۱۹۷ باب ماجآء فی التامین پر حضرت وائل سے روایت کی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز سے آمین کہی (معارف السنن شرح ترمذی باب ماجآء فی التامین ص ۴۰۶ ج ۲، از محدث کبیر مولانا یوسف بنوری)

معلوم ہوا کہ آمین کو جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا، اور جب امت کو تعلیم ہوگئی تو حضور ﷺ نے سراً کہنا شروع کردیا، چنانچہ شعبہ کی روایت ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

روى شعبة هذا الحديث عن سلمة بن كهيل عن حجر ابى العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وخفض بها صوته.

ترجمہ:۔ شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۴، باب ماجاء فی التامین)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين و خفض بها صوته رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

یعنی علقمہ بن وائلؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے صحیح الاسناد، اس کی سند صحیح ہے (بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر) بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج ۱ باب القراۃ فی الصلوۃ)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعنه عن ابيه انه صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين واخفى بها صوته رواه احمد وابوداؤد الطيالسى وابو يعلى والطبرانى والدارقطنى یعنی علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی، یہ حدیث امام احمد ابوداؤد طیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے روایت کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج ۱ ایضاً)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعن ابى وائل قال لم يكن عمرو على رضى الله عنهما يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين رواه الطبرانى فى تهذيب الآثار:۔ یعنی حضرت ابووائلؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور (سورۂ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۹ جلد اول ایضاً)

اس اثر کو امام طحاویؒ نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے حدثنا سليمان بن شعيب قال حدثنا على بن معبد قال حدثنا ابو بكر بن عياش عن ابى سعيد عن ابى وائل قال كان عمرو على لايجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتامين۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ اور آمین زور سے نہیں پڑھتے تھے

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی ص ۹۹ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمن فی الصلوۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال خمس یخفیھن سبحانک اللّٰھم وبحمدک والتعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد. ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز سے کہنی چاہئیں سبحانک اللھم وبحمدک اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللھم ربنا ولک الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عبدالرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراہیم انہ کان یسر آمین، ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۹۶ ج ۲)

محدث کبیر علامہ یوسف بنوری "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ عن ابراھیم قال قال عمر رضی اللہ عنہ اربع یخفیھن الامام، التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) فتخلص ان اخفاء التامین ھو مذھب عمرو علی وعبد اللہ وابراھیم النخعی وجمھور الصحابۃ والتابعین وسائر اھل الکوفۃ.

یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد، (ابن جریر) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ ابراہیم نخعیؒ، جمہور صحابہ و تابعینؒ اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (معارف السنن شرح ترمذی ص ۳۱۳، ج ۲ باب ماجآء فی التامین)

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق

خلفاء راشدین واکابر صحابہ کا عمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے، (معارف مدنیہ ص ۳۳ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے (شعبہ اور سفیان والی روایت کی جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری دوسری یہ کہ جہر بیان جواز کے لئے تھا تیسرے تعلیم امت کے لئے تھا، چوتھے ابتدا میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انہ امن ثلاث مرات" یعنی آپ نے زور سے آمین تین مرتبہ کہی ہے، نیز ابوبشر دولابی نے "الاسماء والکنی" میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی یہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللھم یا التحیات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے، تیسرے یہ کہ ابوداؤد میں ہے حضرت وائلؓ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفاء لہذا دونوں کو روایت کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتدا میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا ورنہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں الخ (معارف مدنیہ حصہ پنجم ص ۳۲)

آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۂ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعا مخفی اور آہستہ آواز سے ہونی چاہئے قرآن میں ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ اپنے رب کو عاجزی و آہستگی سے پکارو، اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سراً کہنا چاہئے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے وبالقیاس علی سائر الاذکار والادعیۃ ولان امین لیس من القرآن اجماعاً فلا ینبغی ان یکون علی صوت القرآن وبا خفائھا یقع التمییز بین القرآن وغیرہ فانہ اذا جھر بھا مع الجھر بالفاتحۃ یلبس انھا من القرآن کمانہ لا یجوز کتابتہ فی المصحف ولھذا اجمعو علی اخفاء التعوذ لکونہ لیس من القرآن (زجاجۃ المصابیح حاشیہ ج ۱ ص ۲۵۸ باب القرآۃ فی الصلوۃ)

نور المصابیح میں ہے: عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ امین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جز نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جز ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا، آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں روایتیں حضرت وائلؓ ہی سے مروی ہیں، سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں۔ اور شعبہ سراً کی روایت کرتے ہیں۔

چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جز نہیں ہیں اور جو قرآن کا جز نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (یہ مضمون مرقاۃ بنایہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے) (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ص ۳۰۳ حصہ دوم، جلد اول)

شعبہ والی روایت پر امام ترمذی نے چند شبہات پیش فرمائے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں واخطأ شعبۃ مواضع من ھذا الحدیث فقال من حجر ابی العنبس انما ھو حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیہ عن علقمۃ بن وائل ولیس فیہ علقمۃ وانما ھو حجر بن العنبس عن وائل الخ.

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (۱) شعبہ نے اپنی روایات میں حجر ابوالعنبس کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنبس ہے (۲) شعبہ نے ان کی کنیت ابوالعنبس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابوالسکن ہے (۳) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمہ نہیں ہیں الخ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۴ باب ماجآء فی التامین)

www.owaislam.com

www.owaislam.com

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گو ہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ۳۱ ج ۵ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ) لہذا جس طرح حجر بن العنبس صحیح ہے اسی طرح حجر ابوالعنبس بھی صحیح ہے۔

(۲) حجر کی کنیت ابوالسکن بھی تھی اور ابوالعنبس بھی ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں (معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے چنانچہ ابوداؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں نے دونوں سے سنا ہے (معارف مدنیہ ص ۳۱ حصہ پنجم)

زجاجۃ المصابیح میں ہے وحجر اسم بیه عنبس و کنیته ککنیة ابیه ابو العنبس ولا مانع من ان یکون له کنیة اخری ابو السکن لانه یکون لشخص واحد کنیتان وبهذا جزم ابن حبان فی کتاب الثقات وزاد فیه علقمة لا یضر لان الزیادة کان من الثقة مقبولة ولا سیما من قبل شعبة (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۷ باب القرأة فی الصلوة)

شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:

معارف مدنیہ میں ہے علاوہ ازیں سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی روایت معنعن میں تدلیس کا امکان وشائبہ ہوتا ہے، یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے، کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے نیز ان کی روایت مسلسل بالتحدیث ہے، جب کہ سفیان کی روایت معنعن ہے، یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے علاوہ ازیں سفیان اور شعبہؒ کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں قول راجح یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان صاحب ابواب ہیں یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، یحیی بن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل ابوداؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی یہ شعبہ کی دوسری وجہ ترجیح ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ خود فرماتے ہیں کہ جس کسی سے میں نے روایت کی ہے اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے، چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۷) نماز میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر

اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (ثم کبر) کل مصل خارا للسجود (ثم وضع رکبتیه ثم یدیه) ان لم یکن به عذر یمنعه من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوة) عمدۃ الفقہ میں ہے: سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے۔ الی قولہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً..... عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ کو گھٹنے سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو دائیں ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۸) بہت سے نمازی سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا دیتے ہیں کیا اس نماز میں کراہت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے سجدہ کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہوا رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تاکہ سب کے سرے قبلہ رخ ہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ ان کے سرے قبلہ رخ رہیں (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

مرد اگر کہنیاں زمین پر بچھائے تو مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے (قوله افتراش الرجل ذراعیه الخ) ای بسطهما فی حالة السجود وقید بالرجل اتباعاً للحدیث المار آنفاً ولان المرأة تفترش قال فی البحر قیل وانها نهی عن ذلک لانها صفة الکسلان والتهاون بحاله مع ما فیه من التشبه بالسباع والکلاب، والظاهر انها تحریمة للنهی المذکور من غیر صارف آه (شامی ج ۲ ص ۶۰۲ مکروهات الصلوة)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں باہیں زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۱۷۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

(سوال ۳۹) بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع وسجدہ وقعدہ کرتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کے ساتھ

www.owaislam.com

جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) جو عورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد وعورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتوں صرف کندھوں تک، کنز الدقائق میں ہے واذا اراد الدخول فی الصلاۃ کبر و رفع یدیہ حذاء اذنیہ (کنز مع بحر ج ۱ ص ۳۰۵ (فصل) واذا اراد الدخول الخ) مراقی الفلاح میں ہے (اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوٰۃ) ای صلاۃ کانت (اخرج کفیہ من کمیہ) بخلاف المرأۃ (ثم رفعھما حذاء اذنیہ) حتی یحاذی بابھا میہ شحمتی اذنیہ ولا یفرج اصابعہ ولا یضمھا واذا کان بہ عذر یرفع بقدر الامکان والمرأۃ الحرۃ حذو منکبیھا (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے نیچے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں، اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے، درمختار میں ہے (ووضع) الرجل (یمینہ علیٰ یسارہ تحت سرتہ آخذ ارسغھا بخنصرہ وابھامہ) ھو المختار وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیھا (درمختار مع شامی فصل واذا اراد الشروع الخ ص ۴۵۴ جلد اول)

(۳) رکوع کا فرق مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچے جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۴) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور اپنی اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازوں کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے گھٹنے ملا دیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے، درمختار میں ہے ثم یکبر للرکوع (ویضع یدیہ) معتمداً بھما (علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ) للتمکن ویسن ان یلصق کعبیہ وینصف ساقیہ (ویبسط ظھرہ) ویسوی ظھرہ بعجزہ (غیر رافع ولا منکس راسہ.) شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبی ھذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استرلھا (درمختار وشامی ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱ ایضاً)

(۵) سجدہ کا فرق:

مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا کر

سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں کنز الدقائق میں ہے وابدی ضبعیہ وجا فی بطنہ عن فخذیہ ووجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ وسبح فیہ ثلاثاً والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنھا بفخذیھا (قولہ والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنھا بفخذیھا) لانہ استرلھا فانھا عورۃ مستورۃ ویدل علیہ مارواہ ابوداؤد فی مراسیلہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل (بحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ ص ۳۲۰، ۳۲۱ ج ۱) ویزاد علی العشرۃ انھا لا تنصب اصابع القدمین (بحر الرائق ص ۳۲۱ ایضاً)

(۶) جلسہ وقعدہ کا فرق:

مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، دونوں ہاتھ زانو پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں نیچے کی طرف نہ ہو جائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں واذا فرغ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ افترش رجلہ الیسری فجلس علیھا ونصب یمناہ ووجھہ اصابعہ نحو القبلۃ ووضع یدیہ علیٰ فخذیہ وبسط اصابعہ وھی تتورک (کنز الدقائق مع مجمع ج ۱ ص ۳۲۳ ایضاً) بحر الرائق میں ہے وذکر الشارح ان المرأۃ تخالف الرجل فی عشر خصال ترفع یدیھا الیٰ منکبیھا وتضع یمینھا علی شمالھا تحت ثدیھا ولا تجافی بطنھا عن فخذیھا وتضع یدیھا علی فخذیھا تبلغ رؤس اصابعھا رکبتیھا ولا تفتح ابطیھا فی السجود وتجلس متورکۃ فی التشھد ولا تفرج اصابعھا فی الرکوع ولا تؤم الرجل وتکرہ جماعتھن وتقوم الامام وسطھن اھ ویزاد علی العشر انھا لا تنصب اصابع القدمین کما ذکرہ فی المجتبیٰ ولا یستحب فی حقھا الا سفار بالفجر کما قدمناہ فی محلہ ولا یستحب فی حقھا الجھر بالقرأۃ فی الصلوٰۃ الجھریۃ بل قدمناہ فی شروط الصلوٰۃ انہ لو قیل بالفساد اذا جھرت الامکن علی القول بان صوتھا عورۃ والتتبع یقتضی اکثر من ھذا فالا حسن عدم الحصر (بحر الرائق ص ۳۲۱ ج ۱ ایضاً)

نوٹ:۔

عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کر سکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمین کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں، عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا معین ہے لہذا اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

www.ozmislam.com

قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) ہمارے امام صاحب کے پیر میں چوٹ لگ گئی اس کی وجہ سے جب وہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو سیدھا پاؤں کھڑا رہ کر انگلیاں قبلہ رخ میں نہیں رکھ پاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی، اسی طرح جب وہ تقریر کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا اس وجہ سے بھی لوگ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے قعدہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، بلا عذر مسنون طریقہ کے خلاف بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو کراہت نہیں۔ ویسن (افتراش) الرجل (رجله اليسرىٰ ونصب اليمنى) وتوجيه اصابعها نحوا لقبلة كما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۱۴۶ سنن الصلوة) مکروہات الصلوۃ میں ہے: (والتربع بلا عذر) لترك سنة القعود قوله بلا عذر) اما بالعذر فلا كراهة لان العذر يبيح ترك الوجب فاولىٰ السنة (قوله لترك السنة القعود)(هذا يفيد انه مكروه تنزيها افاده الشرح. (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۱۹۲)

صورت مسئولہ میں اگر آپ کے امام صاحب کسی عذر کی وجہ سے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکیں تو نماز میں کوئی کراہت پیدا نہ ہوگی ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اگر بلا عذر اس طرح بیٹھتے ہوں اور اس کی عادت بنالی ہو تو اس طرح بیٹھنا مکروہ ہوگا، ان کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کریں اور سنت طریقہ اختیار کریں۔ تقریر کرنا اور تعلیم کرنا ان پر لازم اور ضروری نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ان کا تقرر بھی نہیں کیا گیا ہے، اگر وہ نماز میں قرآن مجید تجوید کے مطابق صحیح صحیح پڑھتے ہوں اور سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۴۱) بعض امام سلام پھیرنے کے وقت ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' (الف لام کے بغیر) کہتے ہیں اس طرح کہنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصلی کے لئے (امام ہو یا منفرد) سنت طریقہ یہ ہے کہ کمال اور صاف طریقہ سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے، اگر ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہے گا تو سنت کے خلاف اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے (قوله هو السنة) قال فى البحر وهو على وجه الا كمل ان يقول السلام عليكم ورحمة الله مرتين فان قال السلام عليكم اوالسلام او سلام عليكم اوعليكم السلام اجزاه وكان تاركاً للسنة وصرح فى السراج بكراهة الا خيراه قلت تصريحه بذلك لا ينافى كراهة غيره مما خالف السنة (شامى ص ۴۹۱ ج ۱ فصل فى بيان تاليف الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کا اتباع کرے:

(سوال ۴۲) امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، درانحالیکہ مقتدی تشہد سے فارغ نہیں ہوا، تو کیا وہ امام کا اتباع کرے گا یا تشہد پورا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حتی الامکان مقتدی تشہد پورا کرنے کے بعد کھڑا ہو، امام کے اتباع (یعنی تشہد پورا کئے بغیر کھڑے ہونے) کی صورت میں بھی نماز ہو جائے گی۔

مجالس الابرار میں ہے۔ واما لو قام الامام من القعدة الاولىٰ الى الركعة الثالثة قبل ان يتم المقتدى التشهد فانه يتمه ثم يقوم وان قام قبل ان يتمه يجوز (مجلس ۴ ص ۳۴۲، ص ۳۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۳) بعض لوگ بلکہ بعض امام بھی اللہ اکبر میں اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے ہمزہ پر مد کر کے پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اللہ اکبر اس طرح کہنا چاہئے کہ اللہ کے ہمزہ پر مد نہ کرے اور اس طریقہ پر نہ پڑھے آللہ، اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور لام کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ دراز ہو کر لام سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آ.للہ۔ بلکہ بلا تاخیر ہمزہ کو لام جلالہ سے ملانا چاہئے یہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح نہ پڑھے، آ کبر۔ اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور کاف کے درمیان الف ممالہ کی آواز ظاہر ہو یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ کاف سے قدرتاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔ آ کبر۔ بلا تاخیر ہمزہ کاف سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے باء پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح سے نہ پڑھے۔ اکبار، اور نہ اس طرح پڑھے کہ باء اور راء کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے، یعنی باء کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ باء راء سے قدرے تاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے، اکب ر، بلا تاخیر باء کو راء سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تین جگہوں میں سے کسی بھی جگہ مد کرے گا یا دراز کر کے پڑھے گا تو بہت سخت غلطی ہوگی، اگر یہ غلطی تکبیر تحریمہ میں کی تو سرے سے نماز ہی میں داخل نہ ہوگا، اور اگر تکبیرات انتقالات میں یہ غلطی کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، لہٰذا اماموں کو چاہئے کہ اس کا بہت خیال رکھیں اور بار بار مشق کر کے توجہ کے ساتھ اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں۔

مجالس الابرار میں ہے: وهو ست الاولىٰ تكبرة الافتتاح لا يدخل فى الصلوة الا بها وهى ان يقول من يريد الدخول فى الصلوة الله اكبر بلا ادخال مد فى همزة الله وهمزة اكبر فان وقع المد فى احد الهمزتين لا يصير داخلاً فى الصلوة بل تفسد لو وقع فى اثنا نها ولو تعمده يكفر لانه يصير استفهاما ومقتضاه الشك فى كبريا الله . الى قوله. ولو وقع المد فى باء اكبر بان يقول

اکبار بزیادۃ الالف الممال بین الباء والراء لا یصیر داخلاً فی الصلوۃ وتفسد لووقع فی اثنائھا.

ترجمہ:۔اور فرائض چھ ہیں: اول تکبیر افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر اس طرح کہے کہ اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور ب پر مد نہ کرے، کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہوجائے گا تو نماز میں داخل نہ ہوگا بلکہ اگر نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجائے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر قصداً مد کھینچے گا تو کافر ہوجائے گا، اس لئے کہ یہ استفہام ہوجائے گا اور اس کا مقتضیٰ اللہ کی بڑائی میں شک ہے۔الی قولہ۔اور اگر مد اکبر کی باء پر واقع ہو کہ اکبر کی باء اور راء کے درمیان الف ممالہ زیادہ کرکے ''اکبار'' پڑھے تو۔(تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور) نماز میں داخل نہ ہوگا اور نماز کے درمیان (تکبیرات انتقالات) اس طرح پڑھے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔(مجالس الابرار ص ۳۰۶ مجلس نمبر ۵۲)

زادالفقیر میں ہے. ولو مد بهمزة الجلالة او اكبر او باءه لم يصر شارعاً (زاد الفقير ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

باب القراءۃ وزلۃ القاری

امام قرأت کتنے زور سے پڑھے:

(سوال ۴۴) ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہے۔پندرھویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلاً تفسیر یہ ہے کہ اپنی نمازیں نہ زور سے پڑھو نہ آہستہ، میانہ روی اختیار کرو، تو کیا یہ حکم امام پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ امام اتنے زور سے پڑھے کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے تو کیا اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(الجواب) قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر احکام بیان کرنا اور امام کے لئے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے، آیت کریمہ وابتغ بين ذلك سبيلا (میانہ روی اختیار کرو) کی یہ حد مقرر کرلینا کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے یہ صحیح نہیں ہے اس کی جو حد فقہاء نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے، درمختار اور شامی میں ہے ويجهر الامام وجوباً بحسب الجماعة فان زاد عليه اساء (درمختار)(قوله فان زاد عليه اساء) وفي الزاهدي عن ابي جعفر لو زاد على الحاجة فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره قهستاني (شامي ج ۱ ص ۴۹۷ فصل في القرأة)

آیت مذکورہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نہ تو تمام نمازوں میں زور سے پڑھو نہ تمام نمازوں میں آہستہ پڑھو، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں زور سے پڑھو، قولہ۔(يجهر الامام وجوباً)

للمواظبة من النبي صلى الله عليه وسلم وكان صلى الله عليه وسلم يجهر بالقران في الصلوة كلها ابتداء كما سيذكره الشراح وكان المشركون يؤذونه ويسبون من انزله ومن انزل عليه فانزل الله تعالىٰ ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها اى لا تجهر بها كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذلك سبيلا بان تجهر بصلوتك الليل و تخافت بصلوتك النهار فكان يخافت بعد ذلك في صلوة الظهر والعصر الخ.(طحطاوی علی در مختار ج ۱ ص ۳۶۳ ایضاً)

''بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو محض آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح ومغرب وعشاء کی نماز کیونکہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کرکے جیسا کہ ظہر وعصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو(تفسیر حقانی ج۵ ص ۹۶ سورۃ بنی اسرائیل تفسیر ولا تجهر بصلوتك الخ)فقط واللہ اعلم بالصواب.

تنوین کے بعد ''الف۔لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں

(سوال ۴۵) ایک اہم مسئلہ اور اس کے اصول وضوابط سوال وجواب کی شکل میں دیکھے ہیں ان کی تحقیق کی ضرورت ہے۔مسئلہ اور قانون یہ ہے:۔

''سوال ہمارے امام صاحب جہری نماز میں قل هو الله احد الله الصمد (احد کی دال پر وقف کرنے کے) بجائے قل هو الله احدن الله الصمد (دال کی تنوین کو نون سے بدل کر اس کے نیچے کسرہ) پڑھتے ہیں۔

www.ownislam.com

(الجواب) کسی آیت یا فقرے کا آخری حرف منون ہو (اس کے اوپر دو پیش یا دو زبر یا اس کے نیچے دو زیر ہوں) اور اس کے بعد والی آیت یا جملے کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہو وہاں اس کے آخری حرف کو اس کے پہلے حرف سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔

سوال میں مذکورہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ "احد" کی "دال" پر دو پیش ہیں اور اس کے بعد آنے والا حرف اللہ "ال" (الف۔لام) سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا "احد" پر آیت نہ کر کے دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو اوپر معلوم ہو چکا اس کے مطابق "نون" پڑھا جاتا ہے اس لئے تمہارے امام صاحب "احد" پر آیت نہ کرتے ہوئے اس کے بعد والے "اللہ" کے ساتھ ملا کر اَحَدُنِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں قرأت کے قانون کے مطابق ہے اور بالکل صحیح ہے۔"

مذکورہ مسئلہ اور قانون بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے جواب دیں تا کہ اطمینان ہو جائے؟

(الجواب) یہ تو صحیح ہے کہ امام جس طرح پڑھتا ہے وہ صحیح ہے، غلط نہیں، مگر جو قاعدہ اور قانون بیان کیا گیا ہے کہ "تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے تو ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے، بعض جگہوں پر اس طرح ہونے سے اسے کلیہ سمجھنا یا قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ تو جتنے کالے اتنے جامن سمجھ لینے کے مترادف ہے۔ قرآن شریف میں ہے (۱) مُخْتَلِفاً اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع نمبر ۲ (۲) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع ۹ (۳) مُخْتَلِفاً اَلْوَانُھَا (۴) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا (۵) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ فتح رکوع ۴ (۶) مُخْتَلِفاً اَلْوَانُہٗ (سورہ زمر رکوع ۲)

مذکورہ مثالوں میں تنوین کے بعد "اَلْوَانُہٗ" اور "اَلْوَانُھَا" ہے اس لئے تنوین کے بعد کا حرف الف۔لام (ال) سے شروع ہوتا ہے مگر یہاں پر ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھی جاتی یعنی مُخْتَلِفُنِ اَلْوَانُھَا پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل دوسرے رکوع میں ہے (۷) وَکُلَّ اِنْسَانِ اَلْزَمْنَاہُ یہاں بھی تنوین کے بعد کا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا۔ یعنی اِنْسَانِنِ اَلْزَمْنَاہُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گی، اور سورۂ ق دوسرے رکوع میں ہے (۸) بَعِیْدٌ اَلْقِیَا یہاں پر بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی بَعِیْدُنِ اَلْقِیَا پڑھنا جائز نہیں ہے پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور سورۂ طور پہلے رکوع میں ہے (۹) بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ یہاں بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی بِاِیْمَانِنِ اَلْحَقْنَا بِھِمْ نہیں پڑھا جا سکتا، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا اور گنہگار ہوگا، اور سورہ نبا پہلے رکوع میں ہے (۱۰) جَنّٰتٍ اَلْفَافًا یہاں پر تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہونے کے باوجود تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھ جاتا یعنی جَنّٰتِنِ اَلْفَافًا پڑھنا جائز نہیں، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا۔

نیز تنوین کو نون سے بدلنے کے لئے "ال" پر منحصر اور موقوف رکھنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ "تنوین" کو "نون" سے بدلنے کی قرآن وحدیث میں بے حد مثالیں ہیں۔

مثلاً:۔

"اب" کی مثال	عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ	(سورۂ توبہ)
	رَھْبَانِیَۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا	(سورۂ حدید)
	نُوْحُ نِ ابْنَہٗ	(سورۂ ھود)
"ات" کی مثال	شَیْئًا نِ اتَّخَذَھَا	(سورۂ جاثیہ)
"اج" کی مثال	خَبِیْثَۃٍ نِ اجْتُثَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
"او" کی مثال	مُنِیْبٍ نِ ادْخُلُوْھَا	(سورۂ ق)
	بِرَحْمَۃٍ نِ ادْخُلُوْا	(سورۂ اعراف)
"اذ" کی مثال	طُوًی نِ اذْھَبْ	(سورۂ النازعات)
"ار" کی مثال	عَذَابٍ نِ ارْکُضْ	(سورۂ ص)
"از" کی مثال	فِیْ زُجَاجَۃٍ نِ الزُّجَاجَۃُ	(سورۂ نور)
"اس" "اس" کی مثال	اَھْلَ قَرْیَۃٍ نِ اسْتَطْعَمَا	(سورۂ کہف)
	بِغُلَامٍ نِ اسْمُہٗ	(سورۂ مریم)
	شَیْبًا نِ السَّمَآءُ	(سورۂ المزمل)
	یَوْمَئِذٍ نِ السَّلَمُ	(سورۂ نحل)
"اش" کی مثال	کَرَمَادٍ نِ اشْتَدَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
"اص" کی مثال	ابوبکرِ نِ الصِّدِّیق	(حدیث شریف)
"اط" کی مثال	خَیْرٌ نِ اطْمَئَنَّ بِہٖ	(سورۂ حج)
"اع" کی مثال	عَلِیْمٌ نِ اعْلَمُوْ	(سورۂ مائدہ)
"اع" کی مثال	وَقَدُوْرٍ رّٰسِیَاتٍ نِ اعْمَلُوْا	(سورۂ سبا)
"اف" کی مثال	اِلَّآ اِفْکٌ نِ افْتَرَاہُ	(سورۂ الفرقان)
"اق" کی مثال	مُبِیْنَ نِ اقْتُلُوْا	(سورۂ یوسف)
"ان" کی مثال	فِتْنَۃُ نِ انْقَلَبَ	سورۂ حج
〃	ثَلٰثَۃٌ نِ انْتَھُوْا	(سورۂ نسآء)
〃	حَکِیْمٍ نِ انْفِرُوْا	(سورۂ براءۃ)
〃	لَھْوَ نِ انْفَضُّوْا	(سورۂ جمعہ)
"اھ" کی مثال	خَیْرُ نِ اھْبِطُوْا	(سورۂ بقرہ)

وغیرہ وغیرہ بے حد مثالیں ایسی ہیں کہ تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع نہیں ہوتا پھر بھی تنوین کے بجائے قانوناً نون پڑھا جاتا ہے لہذا "ال" پر دارومدار رکھنا غلط ہے۔

اصل قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جس لفظ کے اخیر حرف کو تنوین (دو زبر دو پیش دو زیر) ہو اور اس کے بعد والی

www.owaislam.com

آیت یا جملے کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو اس کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ وصلی حذف ہو جاتا ہے (پڑھا نہیں جاتا) اور "تنوین" "نون" سے بدل جاتی ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت پڑھی جاتی ہے اور دوسری حرکت نون میں آجاتی ہے جسے نون قطنی کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ایسی جگہ پر آسانی کے لئے چھوٹا سا نون لکھ دیا جاتا ہے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب

فجر میں قرأت کی مقدار:

(سوال ۴۶) امام صاحب سورۂ ملک اور سورۂ یٰسٓ حفظ ہونے کے باوجود نماز فجر میں (۱) والضحیٰ واللیل ۔(۲) الم نشرح (۳) والتین والزیتون اور (۴) سورۂ جمعہ کا اخیری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنالینا خلاف سنت اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد نماز صبح میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھیں یہ کم سے کم ہے متوسط درجہ پر ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں ۔اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قرأت مختصر کرنی پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے۔ وان لم یخف فوت الوقت فالسنة فی حقه ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین باربعین اٰیة وسطا والادنی او خمسین اوستین اٰیة وهو الأ وسط والا علی الزیادة علی الستین الی المائة ففی صحیح مسلم من حدیث جابر رضی الله عنه انه علیه السلام کان یقرأ فی الفجر بقاف و نحوها وفی الصحیحین عن ابی بریدة کان علیه السلام یقرأ فی الفجر ما بین ستین الی المائة الخ (کبیری ص ۳۰۳)(شامی ج ۱ ص ۵۰۴ فصل فی القرأة)

منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً؟:

(سوال ۴۷) ٹرین پکڑنے کی جلدی تھی، اس لئے اسٹیشن کی مسجد میں میں نے جماعت سے پہلے نماز صبح شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھی اتنے میں دو چار مصلی میری اقتدا کرتے ہوئے میرے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے تو اس صورت میں میرے لئے سورت زور سے پڑھنا چاہئے تھا یا آہستہ سے؟ سورۂ فاتحہ تو میں نے آہستہ سے پڑھی تھی۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں اگر آپ امامت کی نیت کر لیں تو سورت زور سے پڑھنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ "کبیری" میں ہے شرع منفرداً فی صلوة جهریة فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدی به جماعة یجهر بالسورة ان قصدالأ مامة والا فلا اذا لا یلزمه ما لم یلتزمه (ص ۵۷۴) فقط واللہ اعلم بالصواب .

سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں بسم اللہ:

(سوال ۴۸) سورۂ فاتحہ ختم کر کے سورۃ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔ شامی میں ہے ان سمیٰ بین الفاتحه والسورة المقروٴة سراً او جهراً کان حسناً عند ابی حنیفه. (یعنی) سورہ فاتحہ اور سورہ زور سے پڑھے یا آہستہ اس کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے (ج ۱ ص ۴۵۸ آداب الصلاۃ مطلب قرأۃ البسملة بین الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک ہی سورہ کی قرأت دو رکعت میں:

(سوال ۴۹) دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرض نماز میں بدون عذر ضرورت دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی قرأت خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے نسیاناً پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ۔البتہ نوافل میں بلا کراہت جائز ہے ۔ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۰ (۱) ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورہ زلزال پڑھی ج ۱ ص ۱۲۵۔ علماء نے اس کو ضرورت اور بیان جواز پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرمایا کرتے تھے پس جس طرح کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے قرأت مختصر فرمائی ایسے ہی ایک ہی سورت کو دوبارہ پڑھنے کا مقصد بیان جواز تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے:

(سوال ۵۰) امام نے نماز جمعہ میں دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی ان الینا ایابهم. ثم ان علینا حسابهم کی جگہ ان علینا ایابهم ثم ان علینا حسابهم . پڑھا تو نماز صحیح ہے یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں ۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵۱) نماز میں سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص کے آخری حرف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملا لے یعنی سورۂ کوثر میں "هو الا بتر الله اکبر" اور سورۂ اخلاص میں "کفواً احد الله اکبر" پڑھ کر رکوع کرے تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہو گی یا نہیں؟

(الجواب) جہاں سورۃ کا آخری حرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ہو وہاں تکبیر کے ساتھ ملا سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں وصل نہ کیا جائے ۔لہذا "کفواً احد الله اکبر" پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر "هو الا بتر الله اکبر" نہ پڑھنا چاہئے "هو الا بتر" پر وقف کر کے رکوع کی تکبیر کہے، اذا فرغت من القرأة وتریدان تکبر للرکوع ان

(۱) قوله لأ باس ان یقرء سورة الخ افادانه یکره تنزیهاً و علیه یحمل جزم القنیة بالکراهة ویحمل فعله علیه الصلوة والسلام علی بیان الجواز هذا اذلم یضطر فان اضطر بأن قرء فی الاولیٰ قل اعوذ برب الناس اعادها فی الثانیة الخ فصل فی القراءة.

(۲) ومنها الخطافی التقدیم والتاخیر ان قدم کلمة علی کلمة او اخر ان لم یتغیر المعنی لا تفسد نحو ان قرء لهم فیها ء خبر و شهیق وقدم الشهیق هکذا فی الخلاصة فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی زله القاری ج ۱ ص ۸۹.

www.owaislam.com

کان الختم بالثناء فالوصل باللہ اکبر اولی ولو لم یکن بالثناء فالفصل اولی کقولہ تعالیٰ ان شانئک ھو الابتر . ھکذا فی التاتارخانیۃ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)

تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں:

(سوال ۵۲) قرأت شروع کرتے وقت تعوذ اور سورۃ میں وصل کرے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) اس طرح قرأت کرنا جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن کس موقع پر وصل اور کس جگہ فصل کرنا چاہئے اس قاعدہ سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ غلطی کرے گا اور گنہگار ہوگا۔

فائدہ:

جب سورت سے قرأۃ کا آغاز ہو تو یہ چار صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل۔ یعنی "اعوذ باللہ" پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اس کے بعد سورت شروع کرے (۲) وصل کل یعنی تعوذ کو تسمیہ کی ساتھ اور تسمیہ کو سورت کے ساتھ ملائے۔ چنانچہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم کھیعٓص (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اعوذ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ کو سورت کے ساتھ ملا کر قرأت کرے (۴) وصل اول فصل ثانی۔ یعنی تعوذ کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر قرأت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اور اس کے بعد سورت شروع کرے (ہدیۃ الوحید وغیرہ)

ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۳) قرأت میں وایاک نستعین کی جگہ ویاک نستعین یعنی واؤ کے بعد الف کا اظہار نہ ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ویاک بدوں الف کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی مگر اس طرح قرأت کرنا غلط ہے صحیح پڑھنے کی کوشش کی جائے ویاک نعبدبواومکان الھمزۃ الخ (زاد الفقیر ص ۴۲) فقط .واللہ اعلم بالصواب.

قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۴/الف) سورۂ روم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں لفظ ضعف تین مرتبہ آیا ہے اس کے ضاد پر پیش کی جگہ زبر پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟

() پیش اور زبر دونوں پڑھنا صحیح ہے زبر پڑھنے سے نماز میں کچھ خرابی نہ آئے گی۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

(سوال) میں نماز عشاء پڑھاتا تھا۔ سورہ واللیل پڑھی جس میں فسنیسرہ للعسریٰ کی جگہ للیسریٰ پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) الضَّعف والضُّعف مثلاف القوۃ وقیل الضعف بالضم ، فی الجسد والضعف بالفتح فی الرأی والعقل وقیل ھما جائز ان فی کل وجہ لسان العرب باب الضاد ج ۸ ص ۶۲.

(الجواب ۵۴/ب) صورت مسئولہ میں وکذب بالحسنی کو فسنیسرہ للسیری کے ساتھ وصل کر کے ایک ہی سانس میں پڑھنا ہو تو نماز فاسد ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ قاضی خان میں ہے۔ وان کانت مخالفتہ کما لو قرء وعداً علینا انا کنا غافلین مکان فاعلین (الی قولہ) والصحیح ھو الفساد لانہ اخبر بخلاف ما اخبر اللہ بہ (ج ۱ ص ۷۳ فصل فی قرأۃ القرآن خطأ وفی الاحکام المتعلقۃ بالقرأۃ) وان تغیر المعنی بان قرء ان الابرار لفی حجیم وان الفجار لفی نعیم (الی قولہ) تفسد صلاتہ لانہ اخبر بخلاف ما اخبر اللہ بہ (ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) اور اگر وکذب بالحسنیٰ پر وقف کر کے یعنی آیت کر کے سانس توڑ کر دوسرے سانس پر فسنیسرہ للیسریٰ سے ابتدا کی ہو تو نماز فاسد نہیں۔ قاضی خان میں ہے۔ وان ذکر اٰیۃ مکان اٰیۃ ان وقف علی الاولیٰ وقفاتاماً وابتدء بالثانیۃ لا تفسد وکذا لو قرء ان الذین امنوا وعملوا الصلحت وقف ثم قرء اولئک ھم شر البریۃ (لاتفسد) ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) واللہ تعالیٰ اعلم.

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ:

(سوال ۵۵) ایک شخص کا کہنا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔ جو پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) یہ بات صحیح نہیں بلکہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے، دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت نہیں سمیٰ سراً فی اول کل رکعۃ. یعنی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

صلوٰۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟:

(سوال ۵۶) سورج گرہن کی جو دو رکعت باجماعت پڑھی جاتی ہے اس میں قرأت زور سے پڑھی جائے یا آہستہ؟

(الجواب) آہستہ پڑھی جائے "فتاویٰ سراجیہ" میں ہے ویخافت فیھا بالقرأۃ (ص ۲۱) فقط .واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا:

(سوال ۵۷) امام نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورہ صیف پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ترتیب سور واجبات تلاوت میں سے ہے واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے نسیاناً پڑھے تو مکروہ بھی نہیں (درمختار) شامی ج ۱ ص ۵۱۰)[1]

(۱) وان یقرء منکوساً بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلیٰ فما قرأ فی الاولیٰ لأن ترتیب السور من واجبات التلاوۃ فصل فی القرأۃ)

www.ownislam.com

قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ:

(سوال ۵۸) پہلی رکعت میں سورۂ کوثر اور دوسری میں سورۂ نصر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ درمیان میں ایک چھوٹی سی سورت چھوٹ گئی ہے اب سجدۂ سہو سے کراہت دور ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) عمداً اس طرح پڑھنا منع ہے البتہ نفل میں گنجائش ہے کہ لیکن اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (درمختار شامی)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۵۹) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں ''سورۂ غاشیہ'' پڑھی اور اس میں ان علینا بھم ثم ان علینا حسابھم کے بجائے ان علینا ایا بھم ثم ان علینا حسابھم . پڑھا تو نماز ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا:

(سوال ۶۰) وسیق الذین کفروا کا رکوع پہلی رکعت میں امام پڑھ رہا تھا بھول سے قیل ادخلوا ابواب جھنم چھوڑ کر وسیق الذین اتقوا شروع کرنا ہی تھا۔ کہ پیچھے سے زید قیل ادخلوا کا لقمہ دینے لگا۔ نماز کے بعد امام صاحب نے کہا۔ لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ زید کا کہنا ہے کہ لقمہ دینا ضروری ہے کیونکہ مضمون پورا کرنا ہی چاہئے۔ پھر دوسرے مضمون کو شروع کرنا چاہئے۔ دلیل میں ورتل القران ترتیلا پیش کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مضمون پورا نہ ہونے سے جب کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کا نہ ہو لقمہ دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔ (قاسم عفی عنہ از افریقہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ امام نے آگے کی آیت پڑھنا شروع کردی تھی تو لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم لگایا ہے کہ یہ بلا حاجت تلقین ہے۔ ولو کان الا مام انتقل الیٰ آیۃ اخری تفسد صلوٰۃ الفاتح وتفسد صلوۃ الا مام لو اخذ لقولہ لو جود التلقین والتلقن من غیر ضرورۃ . یعنی:۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا۔ یعنی دوسری آیت پڑھنے لگا اس کے بعد مقتدی نے امام کو لقمہ دیا (یعنی جو آیت چھوٹ گئی تھی۔ وہ بتلائی) تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا۔ تو اس کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی (اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب کی نماز فاسد ہوگی) اس لئے کہ مقتدی کا تلقین کرنا اور امام کا لقمہ لینا بلا حاجت پایا گیا۔ (ہدایہ ص ۱۱۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا)

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ ص ۵۱۰ ایضاً)

(۲) ومنھا الخطاء فی التقدیم والتاخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم تغیر المعنی لا تفسد نحو ان قرأ لھم فیھا خیرو شھیق وقدم الشھیق ھکذا فی الخلاصۃ فتاویٰ ھندیہ ص ۸ الفصل الخامس فی زلۃ القاری.

لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! بلا حاجت لقمہ دینا مکروہ ہوگا۔ بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال الخ (درمختار) (قولہ بکل حال) ای سواء قراء الا مام قدر ما تجوزبہ الصلوۃ ام لا انتقل الیٰ آیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر یعنی مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ نہ لقمہ لینے والے امام کی چاہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوجاتی ہے یا کم پڑھا ہو۔ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یا مکرر لقمہ دیا ہو بہر صورت نماز فاسد نہ ہوگی (شامی ج ۱ ص ۵۸۲ باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا)

کتب فقہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ مقتدی عجلت نہ کرے یعنی (بھولتے ہی) فوراً لقمہ نہ دے کہ لقمہ دینے کی ظاہری صورت تعلیم وتعلم کی ہے۔ جو بلا ضرورت خالی از کراہت نہیں۔ امام کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے کہ ایک آیت یا جملہ کو بار بار دہراتا رہے یا خاموش کھڑا رہے (اس صورت میں مقتدی لامحالہ لقمہ دے گا) بلکہ اگر بقدر واجب (وفی روایۃ بقدر مستحب) قراءت کر چکا ہو تو رکوع کرے یا مابعد کی آیت پڑھنا شروع کردے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لایلجئھم الیہ بل یرکع اذا جاء اوانہ او ینتقل الیٰ اٰیۃ اخریٰ (ھدایہ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا ص ۱۱۶ ج ۱) ''شامی'' میں ہے۔ (تتمہ)

ویکرہ ان یفتح من ساعتہ کمایکرہ للامام ان یلجئہ الیہ بل ینتقل الیٰ آیۃ اخریٰ لا یلزم من وصلھا مایفسد الصلوۃ اوالیٰ سورۃ اخر او یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ وفی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال بانہ الظاھر من الدلیل واقرہ فی البحر والنھر ونازعہ فی شرح المنیۃ ورجح قدر الواجب لشدۃ تاکدہ (ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

الحاصل مذکورہ صورت میں لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی بلا حاجت لقمہ دیا گیا۔ آیت چھوٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ورتل القرآن ترتیلا کی آیت سے لقمہ کی ضرورت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ھواللہ کی قراءت:

(سوال ۶۱) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص یا سورہ کافرون یا سورہ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھواللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ الفصل الرابع فی القرأۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

www.ownislam.com

نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھا:

(سوال ۶۲) کیا وانحر کی جگہ کوئی آدمی وانھر پڑھے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اگر فاسد ہوجائے گی تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ فصل لو بک وانحر قرء وانھر تفسد صلاته. (ص ۷۱ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن خطاء وفی الاحکام المتعلقة بالقرأة) اس لئے کہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہوجاتی ہے۔ لو قرأ فصل لربک وانھر مکان الحاء تفسد صلاته وذلک لبعد المعنی علی ماهو رأی المتقدمین (کبیری ص ۴۵۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری) اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ مقتدین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا البتہ علماء متأخرین کے نزدیک بوجہ عموم بلوی نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام قراءت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے:

(سوال ۶۳) میں عشاء کی نماز میں اس وقت داخل ہوا جب امام صاحب نے قرأت شروع کردی تھی۔ اب میں ثناء کب پڑھو؟ رکوع میں یا سجدہ میں؟ یا اسی وقت؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام نے قراءت شروع کردی تو اب مقتدی ثناء نہ پڑھے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے:

(سوال ۶۴) حامداً ومصلیاً۔ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حاجی عبدالمجید نے اپنی زمین ذریعہ تحریر دستاویز رجسٹری (جس کی نقل ذیل میں درج ہے) ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مدرسہ کو دیا۔ اس وقت زمین مذکور پر حاجی عبدالمجید کا قبضہ ہے۔ دریں حالت تحریر دستاویز مذکور کو وقف نامہ سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تحریر وقف نامہ نہیں ہے تو زمین مذکور کی کیا حیثیت ہوگی؟ (عبدالمجید شاہ گنج ضلع جون پور) نقل دستاویز رجسٹری ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء۔

شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ اونگلی۔ ڈاک خانہ۔ شاہ گنج ضلع جون پور۔

چوں ہتھر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ اونگلی کے مستقل مالک ہیں جس پر ہتھر بہ نفاذ جمیع حقوق مالکانہ قابض ودخیل ہیں اور علاوہ ہتھر کے کوئی دوسرا شریک سہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے اور ہتھر ہر طور اس کے فصل کرنے کے مجاز ہیں۔ قصبہ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسومہ بدرالاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے۔ جس کے لئے عمارت ودرس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا ہتھر کی دلی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ ہتھر جائداد مفصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیویں۔ لہذا ہتھر بحالت صحت ذات ودنیات عقل بدرستی وحواس بلا جبر واکراہ رضائے رغبت اپنے بلا تحریک وترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ شرائط ذیل کے پابند ہوتے ہیں اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

(۱) أنه اذا ادرک الامام فی القرأة فی الرکعة التی یجهر فیها لا یاتی بالثناء کذافی الخلاصة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه

(الف) ہتھر زمین احاطۂ مفصلہ ذیل مالیتی ایک سو روپیہ کو مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدرالاسلام کو دوام کے لئے دے دیا ہے۔ کارکنان ومنتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطۂ مصرحہ ذیل میں درس گاہ خواہ عمارت تعمیر کریں اور دار الاقامہ تیار کراویں یا مدرسہ کے واسطے بطریق مناسب استعمال کریں۔

(ب) تا قیام مدرسہ مذکور کو مصرحہ ذیل ملکیت مدرسہ کی رہے گی۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکور مصرحہ ذیل ہتھر خواہ وشائے ہتھر کی طرف عود کر جائے گی۔ اگر ہتھر زندہ رہے تو ہتھر کو، ورنہ ورثائے ہتھر کو حق مقابلت ہوجائے گا۔

(ج) تا قیام مدرسہ ہتھر خواہ ورثائے ہتھر کو احاطۂ مذکور کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔

(د) لہذا ہتھر نے تملیک نامہ ہذا لکھ دیا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے (المرقوم ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء)

(الجواب) یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے۔ یعنی اس کی آخری جہت قربۃ ایسی ہو کہ منقطع نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائداد موقوفہ واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کر جائے گی۔ لہذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة ومحمد حتیٰ یجعل اخره بجهة لا تنقطع ابداً الخ (هدایه ص ۶۱۹ کتاب الوقف)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن شرط صحت وقف آنست کہ آخر جہۃ قربت غیر منقطعہ نہ باشد (ص ۵۲۵ ج ۲) غالباً اسی وجہ سے مذکور زمین آج تک (۳۶ سال ہوتے ہیں) مالک کے تصرف میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے؟:

(سوال ۶۵) نماز میں فرض قراءت کی کم از کم مقدار کیا ہے کہ جس کے پڑھنے سے قراءت کا فرض ساقط ہوجاتا ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) مجالس الابرار میں ہے کہ کم از کم قراءت کہ جس سے فرض ساقط ہوجائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت ہے۔ اگرچہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہو جیسے الحمد للّٰہ رب العلمین یا چھوٹے دو کلموں سے مرکب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم نظر یا کئی کلمات سے مرکب ہو مثل کیف قدر۔ لیکن اسی پر اکتفا کرنے والا واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خاص سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یا تین آیتوں کا ملانا بھی واجب ہے اگر قصداً پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو فرض قراءت ہوجانے کی وجہ سے نماز کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہوجائے گی مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اسی طرح سورت نہیں ملائی تو ترک واجب لازم آیا لہذا نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر بھول سے یہ واجب ترک ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی۔ اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدهامتن یا ایک ہی حرف کی ہو جیسے۔ ص۔ ق اور ن تو اس میں اختلاف ہے کہ فرض ساقط ہوا کہ

www.ozmislam.com

www.owaislam.com

نہیں اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینت ،نصف ایک رکعت میں اور نصف دوسری رکعت میں پڑھی تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز نہیں کہ پوری آیت نہیں پڑھی گئی۔ مگر عام فقہاء رحمہم اللہ جائز کہتے ہیں اس واسطے کہ ان آیتوں (آیۃ الکرسی، آیۃ مداینت) کا نصف چھوٹی تین آیتوں سے زیادہ یا برابر ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قراءت جس سے فرض ساقط ہو جائے ۔چھوٹی تین آیتیں ہیں یا ایک بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تب بھی فرض ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قرآن معجز ہے اور کم از کم جس میں اعجاز واقع ہو ایک سورت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اس جیسی کوئی سورت لاؤ'' اور سورتوں میں سب سے چھوٹی سورت، سورۂ کوثر ہے اور وہ تین آیات ہیں۔ وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفة آیة ان کانت من الفاتحة او کانت قصیرةً مرکبةً من کلمتین کقوله تعالیٰ ثم نظر اومن کلمات کقوله تعالیٰ فقتل کیف قدر، والمکتفیٰ بها مسیئی لا قراءة الفاتحة وضمّ سورة او ثلث ایات الیها واجب وفی الاکتفاء بها ترک الواجب واما لو کانت کلمةً واحدةً کمدها متن او حرفاً واحداً ک صٓ و قٓ ونٓ فقدا ختلف فیه والاصح انه لا یجوز عنده' ولو قرأ نصف اٰیة طویلة کآیة الکرسی واٰیة المداینة فی رکعة ونصفها فی رکعة اخریٰ اختلفوا فیه قال بعضهم لا تجوز لانه لم یقراء اٰیة تامة فی کل رکعة وقال عامتهم تجوز لا ن بعض هذه الا یات یزید علی ثلث ایات قصار او تعدلها فلا تکون ادنیٰ من اٰیة ، وعندهما ادنی ما یجزی منها ثلث ایات قصار او ایت طویلة تقوم مقامها لان القرآن معجز و ادنیٰ ما یقع الاعجاز سورة لقول تعالیٰ فأتو بسورة من مثله واقل السور قسورة کوثر وهی ثلث ایات (مجالس الا برار ص ۳۰۸،ص ۳۰۹ مجلس نمبر ۵۲)فقط واللہ اعلم بالصواب

فاذا هم بالساهره کی جگہ بالساحرة پڑھ دیا!

(سوال ۶۶) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ امام صاحب نے سورۂ والنازعات کے اندر فاذا هم بالساهرة کی ہاء ہوز کو حاء حطی قصداً پڑھا۔ یعنی امام صاحب کو یاد ہی حاء حطی ہے۔ تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھا گیا ہے جس سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہے اور لفظ بالساحرة قرآن میں کسی جگہ موجود بھی نہیں ہے اور قصداً پڑھا گیا ہے، اور پڑھنے والا اہل علم میں سے ہے۔ لہذا نماز نہ ہوگی۔ اعادہ ضروری ہے وفی الخانیة والخلاصة الا صل فیها اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسدو الا یمکن لابمشقة کا لظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثر هم لا تفسد.وفی خزانة الا کمل قال قاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد وان جری علی لسانه اولا یعرف التمییز لا تفسد هو المختار حلیة وفی البزازیة وهو اعدل الا قاویل وهو المختار(شامی ج ۱ ص ۵۹۲ باب ما یفسد الصلاة وما

یکره فیما)فقط واللہ اعلم بالصواب.

مزید وضاحت کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے دو فتوی ملاحظہ ہوں۔

(۱) قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی:

(سوال ۶۷) سورۂ والطارق میں امام نے لقول فصل میں ق، ک پڑھ دیا، اور یہ شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو نماز فاسد ہوئی اور اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ باوجود قدرت کے ایسی غلطی سے نماز نہیں ہوتی۔ فقط (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ۷۶)

(۲) دھاقاً کی جگہ دحاقاً پڑھ دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۸) نماز میں اگر کسی نے اپنے غلط خیال کے بھروسہ پر بجائے دھاقاً، دحاقاً پڑھ دیا تو نماز ہو جائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟

(الجواب) دھاقاً کی جگہ دحاقاً ہائے حطی سے پڑھنا بظاہر حسب قواعد مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ لہذا نماز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۷۹)

غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۶۹) اگر نماز میں تین آیتیں پڑھنے کے بعد فحش غلطی کی لیکن پھر اس کو صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینو توجروا۔

(الجواب) قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے فساد صلوٰۃ لازم آتا ہے لیکن پھر اس کی تصحیح کر لی تو نماز صحیح ہوگئی۔ اگر غلطی کی اصلاح نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔ ذکر فی الفوائد قرء فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته' جائزة وکذلک الا عراب ، فتاویٰ ج. ۱ ص ۸۲ الفصل الخامس فی زلة القاری.فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۷۰) یہاں امام صاحب نے صبح کی نماز میں سورۂ منافقون شروع کی اور بیچ میں واذا رائیتهم تعجبک الآیة چھوڑ دیا اور اس کے بعد لن یغفر اللہ .الآیة چھوڑ دی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز ہوگئی۔ سجدۂ واجب نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ اعلم.

(۱) وذکر اٰیة مکان آیة ان وقف وقفا تا ماثم ابتداء باٰیة اخری او ببعض آیة لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الا برار لفی نعیم الخ فتاویٰ عالمگیری ص ۸۰ زلة القاری.

سورۂ غاشیۃ میں "الا من تولی وکفر پر وقف کرے یا وصل؟:

(سوال ۷۱) ہمارے یہاں امام صاحب سورۂ غاشیہ میں "الا من تولی و کفر" پر وقف نہیں کرتے ہمیشہ وصل کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصل نہ کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وقف کرے یا وصل کر کے پڑھے دونوں صحیح ہیں۔ وصل نہ کرنے کی صورت میں فساد صلوٰۃ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط اللہ اعلم بالصواب.

احد عشر کی جگہ عشر پڑھا:

(سوال ۷۲) امام صاحب نے سورۂ یوسف کے پہلے رکوع میں احد عشر کی جگہ "عشر" پڑھا "احد" چھوٹ گیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز فاسد تو نہ ہوگی مگر احوط یہ ہے کہ اعادہ کرلیا جاوے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں تعلمون کی جگہ تعملون پڑھا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷۳) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ میں "تعلمون" کی جگہ "تعملون" پڑھا تو نماز صحیح ہے یا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

قراءت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

(سوال ۷۴) سورۂ یوسف میں ان کانت قمیصه' قد من قبل فکذبت وهو من الصادقین میں قبل کی جگہ دبر پڑھا یا فکذبت کی جگہ فصدقت اور الصادقین کی جگہ الکاذبین پڑھا تو نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی، والصحیح هو الفساد لانه اخبر، بخلاف ما اخبر الله تعالیٰ (قاضی خاں ج ۱ ص ۷۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے.

(سوال ۷۵) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک آیت کی تلاوت سے اگر وہ بڑی ہو تو وجوب ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر وہ آیت بڑی ہو اور اس کی آدھی آیت پڑھے تو نماز صحیح ہوگی؟ وجوب ادا ہوجائے اس کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورہ مثل سورۂ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے

(۱) اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الا بیداء ان لم یتغیر به تغیراً فاحشاً ان یقرء ان الذین امنوا وعملوا الصالحات وقف ثم ابتداء بقوله. اولئک هم خیر البریة لا تفسد بالاجماع بین علمائنه هکذا فی المحیط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل الخ فتاویٰ عالمگیری. زلة القاری.

(۲) قوله أونقص کلمة کذا فی بعض النسخ ولم یمثل له' الشارح قال فی شرح المنیة وان ترک کلمة من آیة فان لم یغیر المعنی مثل وجزآء سیئة مثلها بترک السیئة الثانیة لا تفسد وان غیرت مثل فما لهم یؤمنون بترک لا فانه یفسد الخ شامی ج ۱ ص ۵۹۱ زلة القاری

ثم نظر ○ ثم عبس وبسر ○ ثم ادبر واستکبر ○ یا ایک بڑی آیت یا ایسی دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں، واجب ہے۔ بڑی آیت کا جز جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے تب بھی وجوب ادا ہوجائے گا۔

والثانی ضم سورة قصیرة اوثلاث ایات قصار (مراقی الفلاح) قدر اقصر سورة ایة طویلة تعدل ثلاث ایات قصار (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴)

درمختار میں ہے (وضم) الصر (سورة) کالکوثر اوما قام مقامها وهم ثلاث ایات قصار نحو ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیة او الآیتان تعدل ثلاثاً قصاراً ذکره الحلبی (قوله' تعدل ثلاثاً قصاراً) ای مثل ثم نظر الخ وهم ثلاثون حرفاً فلو قرأ آیةً طویلةً قدر ثلاثین حرفاً یکون قداتی بقدر ثلاث آیات الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ صفة الصلاة) دوسری جگہ ہے۔

ولو قرأ ایةً طویلةً فی الرکعتین فالا صح الصحة اتفاقاً لا نه' یزید علی ثلاث ایات قصار قاله' الحلبی (درمختار) وفی الشامی وفی التاتارخانیة والمعراج وغیرهما قرأ ایة طویلةً کایة الکرسی او المداینة البعض فی رکعة والبعض فی رکعة اختلفوا فیه علی قول ابی حنیفة رحمه الله قیل لا یجوز لانه ماقرأ ایةً تامةً فی کل رکعة تعامتهم علی انه یجوز لان بعض هذا الآیات یزید علی ثلاث قصار او یعدلها فلا تکون قرائته اقل من ثلاث آیات اه لکن التعدیل الاخیر ربما یفید اعتبار العدد فی الکلمات اوالحروف ویفیده' قولهم لو قراء آیةً تعدل اقصر سورة جاز وفی بعض العبارات تعدل ثلاثاً قصاراً ای کقوله ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وقدرها من حیث الکلمات عشر ومن حیث الحروف ثلاثون فلو قرأالله لا اله الا هو الحی القیوم لا تأخذه سنة ونوم یبلغ مقدار هذا الا یات الثلاث فعلیٰ ما قلنا لو اقتصر علی هذا المقدار فی کل رکعة کفی عن الواجب ولم ارمن تعرض لشیٔ من ذلک فلیتامل (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۰۲ فصل فی القراة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام کی قراءت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا؟:

(سوال ۷۶) امام صاحب سورۂ فلق اور ناس پڑھتے ہیں تو قل اعوذ کی "ذال" مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی اس پر امام کو متنبہ کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں صحیح پڑھتا ہوں تو اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟

(الجواب) امام صاحب "ذال" ادا کرتے ہوں مگر مقتدیوں کو سنائی نہ دے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ البتہ حذف ہوجانے میں لحن جلی لازم آئے گا اس لئے ظاہر کر کے پڑھنے کی سعی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ۔

www.ozmislam.com

www.ozunislam.com

فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا:

(سوال ۷۷) ایک طویل مدت سے میں امام ہوں، اور میری عادت یہ ہے کہ میں فرض نمازوں میں پوری سورۂ فاتحہ ایک سانس میں پڑھتا ہوں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے کیا میری یہ عادت قابل اعتراض اور واجب الترک ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کر لینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں، لہٰذا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں اور اچھا نہیں سمجھتے وہ بجا ہے ترتیلا اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"بندہ جب نماز میں الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اثنی علی عبدی (میرے بندے نے میری ثنا کی) پھر جب مالک یوم الدین پڑھتا ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے مجدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف میری بزرگی بیان کی، پھر ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ھذا بینی وبین عبدی (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ طلب کرے) پھر پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتے) ہیں کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ مانگتا ہے دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے ملاحظہ ہو۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسئال فاذا قال الحمد للہ رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبدو ایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ماسئال رواہ مسلم (مشکوۃ شریف ص ۷۸، ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلوۃ)

نیز ترمذی شریف میں حدیث ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرأتہ یقول الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرء ھا ملک یوم الدین ھذا حدیث غریب وبہ یقرء ابو عبیدۃ ویختارہ (ترمذی شریف ص ۱۱۶ ج ۲، ابواب القراءۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک استفتاء آیا کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اھدنا

کی ہاء سے ملا کر (نھدنا الصراط المستقیم) پڑھتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج داری ہوگئی۔" میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کر دو جو بضد ہو کر) فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں، اپنی علمی لیاقت جتلانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں، یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کر لوہاری میں گئے وہ بھی احد اللہ الصمد پڑھتے تھے، لوگوں نے نکال باہر کیا (کلمۃ الحق ص ۱۶۸ قسط ہشتم)

الحاصل فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۱ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ۔

نماز میں قراءت کی مقدار مسنون:

(سوال ۷۸) امام کو فرض نماز میں کتنی مقدار میں قرأت پڑھنا چاہئے؟ اس کے لئے مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے امام صاحب ہر نماز میں (مغرب ہو یا عشاء یا فجر) بالکل ہی مختصر قرأت اور جلدی جلدی پڑھتے ہیں مثلاً سورۂ نصر، سورۂ تکاثر، سورۂ فیل، سورۂ کوثر، سورۂ والناس، رکوع سجدہ بھی نہایت عجلت کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مختصر نماز پڑھاؤ، آپ اس مسئلہ پر مفصل دلائل کے ساتھ روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں، نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ طوال مفصل اوساط مفصل، قصار مفصل کا کوئی حدیث سے ثبوت ہے اگر ثبوت ہو تو وہ بھی ضرور تحریر کریں بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے کہ جماعت میں بیمار ضعیف اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول ماشاء متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ باب الامامۃ) ایک اور روایت میں ہے فایاکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر واذا الحاجۃ متفق علیہ یعنی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کہ نمازیوں میں ضعیف بڑی عمر والے اور ضرورت مند لوگ (بھی) ہوتے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ ایضاً)

لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرأت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن کی حالت میں ہو کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدار مسنونہ سے بھی کم کر دی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اور تعدیل ارکان جس کی احادیث میں بہت ہی تاکید آئی ہیں اسے چھوڑ دیا جائے، حدیث میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی فیؤم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسم العشاء ثم اتی قومہ فامھم فافتتح بسورۃ البقرۃ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحدہ وان صرف فقالوا لہ انا فقت یا فلان قال لا واللہ لاتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا اصحاب نواضح نعمل بالنھار وان معاذ صلی معک العشاء ثم اتی قومہ فافتتح

www.ownislam.com

بسورة البقرة فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على معاذ فقال يا معاذ افتان انت اقرأ والشمس وضحها والليل اذا يغشى وسبح اسم ربك الاعلىٰ متفق عليه (مشكوة شريف ص ۷۹ باب القرأة فى الصلوة)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں امامت کی اور سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص جماعت سے علیحدہ ہوگئے اور تنہا نماز پڑھ کر چلے گئے، صحابہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم منافق تو نہیں ہوگئے؟ انہوں نے کہا واللہ میں منافق نہیں ہوا، اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ بات کہوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم اونٹ والے ہیں (باغات اور کھیتوں کو سیراب کے لئے) پانی کھینچتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو والشمس وضحها اور والضحیٰ اور والیل اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھو۔ (مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں غور کیجئے باوجود اس کے کہ حضرت معاذ کے مقتدیوں میں تھکے ماندے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے طویل قرأت پڑھنے کی شکایت کی گئی تھی اس موقع پر آپ نے والشمس وضحہا وغیرہ سورتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور وہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے، لہذا عشاء میں کم از کم اتنی مقدار پڑھنا مسنون ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے عن سليمان بن يسار عن ابى هريرة قال ما صليت وراء احدا شبه صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان قال سليمان صليت خلفه فكان يطيل الركعتين الاوليين من الظهر ويخفف الاخريين ويخفف العصر ويقرأ فى المغرب بقصار المفصل ويقرأ فى العشاء بوسط المفصل ويقرأ فى الصبح بطوال المفصل رواه النسائى (مشكوة شريف ص ۸۰، ۸۱ باب القرائة فى الصلوة) یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں نے فلاں شخص کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز کے بہت مشابہ ہے (فلاں سے مراد حضرت علیؓ یا کوئی مدینہ کے حاکم ہیں مظاہر حق ج ۱ ص ۲۸۶) سلیمان بن یسار فرماتے ہیں میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی اور آخری دو رکعتوں کو مختصر (چھوٹی پڑھاتے تھے اور عصر کی نماز مختصر پڑھاتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھاتے تھے (مشکوۃ شریف ص ۸۰)

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ حالة الاضطرار فى الحضر وهو ضيق الوقت اوالخوف على نفس او مال ان يقرء قدر مالا يفوته الوقت اوالا من هكذا فى الزاهدى. الى قوله. وسنتها فى الحضر ان يقرء فى الفجر باربعين او خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وفى الظهر ذكر فى الجامع الصغير مثل الفجر وذكر فى الاصل او دونه وفى العصر والعشاء فى الركعتين عشرين آية سوى فاتحة الكتاب وفى المغرب يقرء فى كل ركعة سورة قصيرة هكذا فى المحيط واستحسنوا فى الحضر طوال المفصل فى الفجر والظهر واوساطه فى العصر والعشاء وقصاره فى المغرب كذا فى

7

الوقاية، وطوال المفصل من الحجرات الى البروج والاوساط من سورة البروج الىٰ لم يكن والقصار من سورة لم يكن الى الاخر هكذا فى المحيط والوقاية ومنية المصلى (عالمگيرى ص ۴۸ ج ۱، كتاب الصلوة باب نمبر ۴ فصل فى القراءة)

عمدۃ الفقہ میں ہے (جسے مذکورہ عبارت کا خلاصہ کہا جاسکتا ہے (۱) حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا، چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے، ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ اور بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت (یعنی پہلی دو رکعتوں) میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن و مستحب یہ ہے کہ حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک رہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے (۲) اگر حضر میں اضطرار ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھ لے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہوجائے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱۶)

درمختار میں ہے وفى الضرورة بقدر الحال (و) يسن (فى الحضر) لا مام ومنفرد ذكره الحلبى والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات الى اخر البروج (فى الفجر والظهر) منها الىٰ اخر لم يكن (اوساطه فى العصر والعشاء و) باقيه (قصاره فى المغرب) اى فى كل ركعة سورة مما ذكره الحلبى (درمختار مع شامى ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ باب القراءة)

شامی میں ہے لتائیده بالاثر الوارد عن عمر رضى الله عنه انه كتب الى ابى موسى الاشعرى ان اقرأ فى الفجر والظهر بطوال المفصل وفى العصر والعشاء باوساط المفصل وفى المغرب بقصار المفصل قال فى الكافى وهو كالمروى عن النبى صلى الله عليه وسلم لان المقادير لا تعرف الا سماعاً (شامى ج ۱ ص ۵۰۵ فصل فى القراءة فى الصلوة)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:۔ اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضاء ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہوجائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو، کذا فی الطحطاوی۔

ویُسن: اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لئے مسنون ہونے کو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأۃ مسنون امام کے مثل ہے۔ الی قولہ۔ اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے، اور باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے

www.ozunislam.com

آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۵۱ فصل فی القراءۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

قوم کی سستی کی وجہ سے قرأت کی مقدار مسنونہ سے کم کرے یا نہ کرے اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، درمختار میں ہے وفی الشرنبلالیة ظاهر حديث معاذ انه لا يزيد على صلوة اضعفهم مطلقا ولذا قال الكمال الا لضرورة وصح انه عليه الصلوة والسلام قرأ بالمعوذتين فى الفجر حين سمع بكاء صبى. (درمختار)

شامی میں ہے (قوله وفى الشرنبلالية) مقابل لقوله زائداً على قدر السنة وحاصله انه يقرأ بقدر حال القوم مطلقاً اى دون القدر المسنون وفيه نظر اما او لا فلانه مخالف للمنقول عن السراج والمضمرات كما مرو ا ما ثانياً فلان القدر المسنون لا يزيد على صلوة اضعفهم لانه كان يفعله صلى الله عليه وسلم مع علمه بانه يقتدى به الضعيف والسقيم ولايتركه الا لوقت الضرورة واما ثالثاً فلان قراءة معاذ لما شكاه قومه الى النبى صلى الله عليه وسلم وقال افتان انت يامعاذ انما كانت زائدة على القدر المسنون قال الكمال فى الفتح وقد بحثنا ان التطويل هو الزيادة على القراءة المسنونة فانه صلى الله عليه وسلم نهى عنه الى قوله فقد ظهر من كلامه . انه لا ينقص عن المسنون الا بضرورة كقراته بالمعوذتين لبكاء الصبى وظهر من حديث معاذانه لا ينقص عن المسنون لضعف الجماعة لانه لم يعين له دون المسنون فى صلوة العشاء بل نهاه عن الزيادة عليه مع تحقق العذر فى قومه فما استظهره الشرنبلالى من الحديث وحمل عليه كلام الكمال غير ظاهر (شامی ج ۱ ص ۵۲۸ باب الامامة)

غایۃ الاوطار میں ہے (اس میں علامہ شامی کی مذکورہ تحقیق کا خلاصہ ہے) "وفى الشرنبلالية" اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذؓ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرائت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورۂ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذ کی شکایت کی تو آپ نے ان کو فرمایا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحها وسبح اسم اور اقراء اور واليل پڑھا کرو، شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرے جو عشاء میں مسنون ہیں باوجود یہ کہ حضرت معاذ کی قوم کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب علامہ کمال الدین (صاحب فتح القدیر) کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کریں مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے

جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انه عليه الصلوة والسلام قرأ بالمعوذتين فى الفجر حين سمع بكاء صبى اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ ایک بچہ کا رونا سنا نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت ﷺ نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ج ۱، باب الامامۃ)

لہذا صورت مسئولہ میں عام حالات میں امام صاحب کو قرأت کی مقدار مسنونہ کا خیال رکھنا چاہئے ہر نماز میں اتنی چھوٹی سورتیں پڑھنا جو سوال میں مذکور ہیں خلاف سنت ہوگا اور کاہلی ہوگی اور حدیث کا غلط سہارا لینا ہوگا اور فی الجملہ منافقین کی خصلت کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، قرآن میں ہے واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراءون الناس ولايذكرون الله الا قليلاً.

ترجمہ:۔ اور جب منافقین نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (قرآن مجید پارہ نمبر ۵ آخری رکوع ترجمہ حضرت تھانویؒ) البتہ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا سنت کے مطابق ہوگا یا کوئی خاص ضرورت کے وقت (جیسے کہ وقت تنگ ہو یا کوئی خوف کی حالت ہو جیسے محلہ میں آگ لگ گئی ہو وغیرہ) حالت کے مطابق قرأت پڑھے تو یہ صورت مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

اسی طرح رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رجلاً دخل المسجد و رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس فى ناحية المسجد فصلى ثم جاء فسلم الخ یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آئے، اور انہوں نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعليك السلام ارجع فصل فانك لم تصل وعليك السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے، فرمایا جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اسی طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن ادا کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ج ۵)

نیز ایک اور حدیث میں ہے عن ابى قتادة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه

www.ozunislam.com

وسلم اسوء الناس سرقةً الذی یسرق من صلوته قالوا یا رسول الله و کیف یسرق من صلوته قال لا یتم رکوعها ولا سجودها رواه احمد یعنی حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب السجود وفضلہ)

اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ رحیمہ جلد سوم ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۲ اردو میں شائع ہوا ہے وہ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق صفۃ الصلاۃ میں قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرنے کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۳۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے؟:

(سوال ۷۹) ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام بلند آواز خوش الحان تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہئے جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ ان کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز نہ سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہو جائے گی مگر ایسے پست آواز والے کو امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

درمختار میں ہے وادنی (الجهر اسماع غیره و) ادنی (المخافتة اسماع نفسه) ومن یقربه فلو سمع رجل اور جلان فلیس بجهر والجهر ان یسمع الکل خلاصة (درمختار مع شامی ص ۴۹۸ ج اول فصل فی القراءة)

غایۃ الاوطار میں ہے وادنی الجهر اسماع غیره وادنی المخافتة اسماع نفسه ومن یقربه اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو، خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہ ہوگا، جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ) قہستانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہئے کہ جہر نہ ہو، شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد وپیش کے سب آدمی لئے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو۔ (غایۃ الاوطار ص ۲۴۹ ج اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سری قراءت کا درجہ:

(سوال ۸۰) سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنا چاہئے، تصحیح حروف کافی ہے یا کسی قدر آواز ہونا ضروری ہے؟ بینو

توجروا۔

(الجواب) احوط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے، یہ ہندوانی کا قول ہے، بہت سے محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور شامی میں اسی کو واضح کہا ہے، دوسرا قول امام کرخیؒ کا ہے کہ صرف تصحیح حروف کافی ہے، اگر اس کے مطابق بھی عمل کر لیا جائے تو نماز ہو جائے گی، پہلے قول پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔[1] امداد الفتاویٰ میں ہے۔

درجۂ ادنیٰ قرأت سریہ:

(سوال ۸۱) نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور وغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے کیونکہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ ہے یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگرچہ برابر کھڑا ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار فصل القرائة وادنیٰ الجهر اسماع غیره وادنی المخافة سماع نفسه. اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اسی کو اختیار کیا، اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی ردالمحتار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہو جاوے گی واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۵ جدید مطبوعہ دیوبند)

مندرجہ بالا جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے کم از کم تصحیح حروف ضروری ہے اس سے کم درجہ کی محض تصوری قرأت یعنی سورۂ فاتحہ وغیرہ کا صرف تصور کر لے اور دل میں پڑھ لے زبان اور ہونٹوں کو بالکل حرکت نہ ہو اس سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۱) قوله وادنی الجهر اسماع غیره الخ اعلم انهم اختلفوا فی حدوجود القرأة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت لیصلی الی اذنه وبه قال الشافعی وشرط بشر المرسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن یشترط کونه مسموعاً فی الجملة حتی لو ادنی صماخه الیٰ فیه یسمع ولم یشترط الکرخی وابو بکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الهندوانی وکذا فی معراج الدرایة ونقل فی المجتبی عن الهندوانی لایجزیه مالم تسمع اذناه ومن یقربه وذکر ان کلا من قولی الهندوانی والکرخی مصححان وان ماقاله الهندوانی أصح وأرجح لاعتماد اکثر علمائه علیه شامی فصل فی القراءة ج ۱ ص ۵۳۴.

www.ozonislam.com

افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھے:

(سوال ۸۲) تفسیر ہدایت القرآن تالیف حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری پارہ نمبر ۱۴ سورۂ الحجر کی آیت نمبر ۸۷ سبعاً من المثانی کے بابت فرمایا: حضور ﷺ سورۂ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیتیں الگ الگ پڑھ کر لوگوں کو بتلائیں کہ اس طرح حضور ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام اس طرح الگ الگ کر کے نہ پڑھے بلکہ پوری سورت دو تین وقفوں سے پڑھ لے تو کس درجہ کی غلطی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھی جائے، امام، عوام اور تخفیف کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھی دو تین سانس میں پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کی عادت نہ بنائے،(۱) حدیث میں ہے من ام قوماً فلیخفف الخ. مشکوۃ ص ۱۰۱ باب الامامۃ. تراویح میں بھی سورۂ فاتحہ اسی طرح پڑھے لیکن تراویح میں تخفیف اور عوام کا لحاظ کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کو دو تین سانس میں پڑھنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ صاف صاف پڑھے کہ مقتدی سمجھ سکیں لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب نہ کرے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کی قرأت بھی ترتیلا پڑھے اور حدراً بھی پڑھ سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب ہمیشہ نماز میں جب جہری قرأت پڑھتے ہیں تو اس میں مد منفصل پر قصر کرتے ہیں تو فن تجوید کے قاعدہ کے موافق بروایت حفص قصر جائز ہے یا نہیں؟ اگر بالفرض جائز ہے تو طول یا توسط اولیٰ ہے یا قصر اولیٰ ہے اس لئے کہ بہت سے مدرسہ کے طلبہ نماز میں شامل ہوتے ہیں تو وہ بھی اس کے عادی ہو جائیں گے تو امام صاحب کو قصر کی عادت بنا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مد منفصل جائز کی مقدار ۳ یا ۴ الف ہے اور قصر بھی جائز ہے کوئی ایک مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، لہذا امام بھی تینوں پر عمل کرے، گاہے طول، گاہے توسط، گاہے قصر، ہمیشہ قصر نہ کرے تاکہ طلبہ کو عجیب سا معلوم نہ ہو اور مسئلہ سے بھی واقف ہو جائیں، امام نماز میں خلط ملط نہ کرے جو مقدار شروع سے اختیار کرے آخر تک اسے نبھائے۔ جزری میں ہے۔

والمد لازم وواجب اتیٰ
رجائز وھو وقصر ثبتا
وجائز اذا اتی منفصلا
او عرض السکون وقفا مسجلاً

(۱) وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفی التراویح بین بین الخ درمختار علی ھامش شامی فصل فی القراۃ ج ۱ ص ۵۴۱ ح

مد کی تیسری قسم مد جائز ہے کہ اس میں مد اور قصر دونوں درست ہے الخ (شرح جزری ص ۵۸) تجوید مبتدی میں ہے (۴) مد جائز (یا) منفصل: حروف مدہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد کرنا چاہئے جیسے قالوا اٰمنا مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور قصر بھی جائز ہے۔ (شرح ہندی جزری) (تجوید مبتدی ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت:

(سوال ۸۴) بعض مرتبہ فرض نماز میں امام پر نسیان طاری ہوتا ہے، اس وقت مقتدی لقمہ دے سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں امام کا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد کسی کا لقمہ قبول کر لینا نماز کو فاسد کر دے گا، اس مسئلہ کے متعلق تفصیل درکار ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام سے فرض نماز میں قرأت میں بھولنے یا متشابہات وغیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جاوے تو دیکھا جائے گا اگر یہ چوک سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد ہوئی تو رکوع کرے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور مقتدی کو بھی چاہئے کہ عجلت سے کام نہ لے لیکن اس کے باوجود کسی مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا تو صحیح قول کے بموجب نماز درست ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح و آخذ بکل حال (قولہ بکل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الیٰ آیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الا صح نھر (درمختار مع الشامی باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا ج ۱ ص ۵۸۲) یعنی مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدی کی چاہے امام بقدر ضروت (فرض وواجب) قرأت کر چکا ہو یا نہ کئے ہو، لیکن حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی درباب لقمہ جلدی نہ کرے، کیونکہ لقمہ دینا تعلیم و تعلم کی ایک ظاہری صورت ہے جو بلا ضرورت مکروہ ہے، امام کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں طور کہ ایک آیت یا کلمہ بار بار پڑھتا رہے یا خاموش کھڑا رہے جس سے مقتدی لقمہ دینے پر مجبور ہو، اگر بقدر واجب (ایک روایت کے مطابق بقدر مستحب) قرأت کر چکا ہے تو رکوع کر لے یا اگلی آیت یا سورت پڑھنا شروع کر دے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لا یلجئھم الیہ بل یرکع اذا اجاء او انہ او ینتقل الیٰ آیۃ اخری (ھدایہ ج ۱ ص ۱۱۶ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا) وکذا فی فتاویٰ ھندیہ ج ۱ ص ۶۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں قرأت کی غلطی درست کر لی:

(سوال ۸۵) امام صاحب نے قرأت میں ایسی فاحش غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدیوں میں سے کسی نے فوراً لقمہ دیا اور غلطی درست کر لی ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب قرأت کی غلطی بذات خود درست کر لے یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کر لے تو حرج اور عموم بلوی کے پیش نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوتہ جائزۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)(فتاویٰ الفتح الرحمانی ج ۱ ص ۱۶۳)(مجموعہ فتاویٰ سعدیۃ ص ۵۲)(فتاویٰ عماد الدین ص ۱۶۴)(امداد الفقہ ج ۲ ص ۱۳۰)فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا۔ کی آواز نکلنا:

(سوال ۸۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ امام صاحب سے نماز پڑھانے میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ میں اللہ ھا کبر نکلتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ میں بھی ہا نکلتا ہے یعنی سمع اللہ ھلمن حمدہ پڑھا جاتا ہے اور بعض وقت قرأت میں بھی ہا کی آمیزش ہو جاتی ہے، اور اسی طرح السلام ھاعلیکم پڑھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحب کے گلے میں تکلیف ہے اور یہ تکلیف دائمی ہے اور لاعلاج ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو نماز پڑھانا چاہئے، اور اس طرح پڑھانے میں کوئی کراہت تو نہیں آتی، ہمارے یہاں اس کا بہت چرچا ہو رہا ہے، برائے کرم مفصل جواب عطا فرمائیں۔

(الجواب) آپ کا سوال ملا، آپ کی مسجد کے امام صاحب نے نماز ٹیپ کر کے سنانے کی بات ہوئی چنانچہ وہ صبح (فجر) کی نماز ٹیپ کر کے لائے اور اسے احقر نے سنا اور ان سے زبانی پڑھوا کر بھی سنا مجھے تو ان کی نماز میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نماز مکروہ یا فاسد معلوم ہوتی ہو، لہذا ان کی امامت میں شک وشبہ نہ کیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم:

(سوال ۸۷) ہمارے محلہ کے امام صاحب سے محلے کے اکثر لوگ یعنی ۹۰ فیصد مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجوہات یہ ہیں (۱) حسد کی وجہ سے امام صاحب غیر مسلم سے جادو کراتے ہیں جادو اپنی بیوی کے اوپر بھی اسی ہندو سے کرایا تھا، یہ بات جادو کرنے والے نے پروف (دلائل) کے ساتھ تسلیم کر لی ہے کہ اسی امام صاحب نے ایک بھائی پر اور ان کی بیوی پر مجھ سے جادو کا عمل کرایا ہے، اسی بنا پر بیوی کو پتہ چل جانے پر گھر بیٹھی ہے، اور طلاق مانگ رہی ہے (۲) یہ امام صاحب مالدار ہیں ان کے پاس مکان (فلیٹ) زمین اور بہت سی رقم ہے، اس کے باوجود زکوۃ، صدقہ، فطرہ اور بیاج مانگتے ہیں اور لیتے ہیں اور گھر کی ضروریات نئی کپڑے (بغیر سلے ہوئے) محلے والوں سے مانگتے رہتے ہیں مگر کسی بھی چیز کا اور کپڑوں کا استعمال نہیں کرتے اور ہمیشہ پرانے اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھاتے ہیں، غریبی کا ہمیشہ ڈھونگ رچا کر گھومتے ہیں (۳) مسجد کے جماعت خانہ میں لنگی پہن کر سوتے ہیں جو لنگی اوپر تک اٹھ جاتی ہے مگر ان کو نیند میں خیال نہیں رہتا، محلے والے بار بار اس بارے میں اعتراض کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں مگر نہیں مانتے (۴) مسجد میں جماعت خانہ میں نماز کے وقت بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں اور خراٹے بھرتے ہیں، کبھی کبھی تو نماز پڑھاتے ہوئے قعدہ میں سو جاتے ہیں، قعدہ میں بہت دیر ہونے پر مصلی وغیرہ حضرات کے کھانسنے پر نماز کا سلام پھیرتے ہیں۔ (۵) بہت سی مرتبہ گالیاں بولتے ہیں (۶) محلے میں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات

چیت بھی کرتے ہیں (۷) جب کرکٹ میچ ہوتا ہے تو مسجد کے آس پاس کے مکانات میں جا کر ٹی وی پر میچ دیکھتے ہیں اور غزل شاعری، قوالی کا پروگرام ہوتا ہے اس میں شریک ہوتے ہیں، شریعت کے مطابق امام صاحب کو جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، اکثر جان بوجھ کر بیمار ہو جانے کا ڈھونگ کرتے ہیں، کیا ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز ہو جاتی ہے۔

(الجواب) اسلام میں منصب امامت کی بہت ہی اہمیت ہے، یہ منصب بہت باعزت باوقار اور باعظمت دینی اہم شعبہ ہے، یہ مصلی رسول اللہ ﷺ کا مصلی ہے، امام نائب رسول ہوتا ہے، امام مقتدیوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایلچی اور قاصد ہوتا ہے اس لئے جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو نیک اور بہتر ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہے ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤ مکم، خیارکم وسکت عنہ (شرح نقایہ ۱/۸۶ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/۱۲۴) فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح میں ہے فالاعلم احق بالامامۃ ثم قراء ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجھاثم الاشرف نسباً ثم الاحسن صوتاً ثم الانظف ثوباً (نور الایضاح ص ۸۳، ۸۴، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ) امامت کا حق دار وہ ہے جو دین کے امور کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز کے مسائل کا زیادہ جاننے والا ہو) پھر وہ شخص جو قرآن شریف تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو پھر وہ جو عمر میں زیادہ بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو پھر وہ جو خوبصورت اور باوجاہت ہو پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہنتا ہو (نور الایضاح)

لہذا امام کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقائد نیک متقی، نماز کے مسائل سے واقف دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک وصاف ہو۔ الاولیٰ بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوۃ..... الیٰ..... ویجتنب الفواحش الظاھرۃ (عالمگیری ۱/۸۳) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) فاسق وفاجر کو امام نہ بنانا چاہئے، حدیث میں ہے لا یؤم فاجر مومناً فاجر شخص مومن کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ ص ۵۵) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) کبیری میں ہے۔ لوقدموا فاسقاً یاثمون۔ اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے (کبیری ص ۴۹۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو بہت ہی زیادہ محتاط متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، سوال میں امام سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر درحقیقت وہ تمام باتیں بالکل صحیح ہو، ان پر الزام نہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امامت کے منصب کے ہرگز لائق نہیں، برطرف کر دینے کے قابل ہے، برطرف کر دینے کا جو حکم لگایا ہے حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حدیث میں ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتادیا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقع کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" ہاں میں نے کہا تھا"..... راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو

www.ozunislam.com

www.ozmislam.com

اذیت پہنچائی تھی ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة و رسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی بکم فاراد بعد ذلک ان یصلی بهم فمنعوه واخبرو بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انک قال انک آذیت الله ورسوله صلی الله علیه وسلم .(ابوداؤد شریف ص ۷۶ ج ۱ ، باب فی کراهة البزاق فی المسجد)فقط والله اعلم بالصواب .

قراءت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟

بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد؟:

(سوال ۸۸)فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قراءت میں سترہویں پارے کی کچھ آیتیں پڑھ کر امام رک گیا، دوسری مرتبہ ایک آیت لوٹائی مگر یاد نہ آئی تو سورۂ اعلیٰ پارۂ عم سے پڑھی بعدہٗ دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی رکعت کی آیت اتنی ہوگئی تھی کہ نماز ہوجائے، یعنی بقدر واجب پڑھی تھی، اس کے باوجود سورۂ اعلیٰ پڑھی تو یہ قابل اعتراض ہے یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟ بعض مقتدی کہتے ہیں کہ نماز ہوجائے اتنی قراءت ہوگئی تھی تو پھر سورۂ اعلیٰ کیوں پڑھی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرأت کم ہونے کی وجہ سے ایسا کیا، اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اتنی ہی قراءت کرنی پڑتی، اگر دوسری رکعت میں قراءت لمبی کی جاتی تو مستحب کے خلاف ہوتا مگر مقتدیوں کو اطمینان نہیں ہوا، لہٰذا بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے کہ امام صاحب نے جو کیا صحیح کیا یا غلط کیا؟ بینوتوجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں امام صاحب نے جو کیا صحیح ہے، غلط نہیں ہے، نماز بلا کراہت ادا ہوگئی، اعتراض بیجا ہے ،بقدر حاجت قرأت پڑھ لی ہو تو رکوع کرے اس سے مراد بقدر واجب ہی نہیں ہے بلکہ بقدر مسنون اور مقدار مستحب بھی ہے، چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یرکع ان قرأ القدر المستحب وقیل قدر الفرض والاول هو الظاهر (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۵ باب ما یفسد الصلاة) او یرکع ان قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدر المستحب کما رجح الکامل بانه الظاهر من الدلیل الخ (شامی ص ۵۸۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)(بهشتی زیور ج ۱ ص ۷۲)اور علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۱ میں بھی بقدر مسنون والے قول کو اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ کرلیں۔ البحر الرائق میں ہے واختلفت الروایة فی وقت اوان الرکوع ففی بعضها اعتبراوانه المستحب وفی بعضها اعتبر فرض القراءة یعنی اذا قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة رکع کذا فی السراج الوهاج (ج ۲ ص ۶ ایضاً) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة میں ہے: بل یرکع ان کان قرأما تجو به الصلوة اوینتقل الیٰ ایة اخریٰ(ج ۱ ص ۱۹۱ ایضاً)فتح القدیر میں ہے : قال بعضهم ینبغی ان لا یلجئهم الیه بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یرکع اذا قرأ المستحب صرفا للصلوة عن الزوائد هذا هو الظاهر من جهة الدلیل(ج ۱ ص۲۹۴ ایضاً)فقط والله اعلم بالصواب ۱۴ ، صفر ۱۳۸۰ھ

اللہ اکبر کی باء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے:

(سوال ۸۹)امام صاحب اللہ اکبر کی با، کی کھینچتے ہیں، ابھی معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوتی، یہ امام صاحب ایک سال سے نماز پڑھاتے ہیں اب ہم اپنی نمازیں کب سے لوٹائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)حامداً ومصلیاً ومسلماً، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکبر کی ب کو بڑھا کر پڑھنے والا نماز کا شروع کرنے والا نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او بانه لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۰) وان قال الله اکبار باد خال الف بین الباء والراء لا یصیر شارعاً وان قال ذلک فی خلال الصلوة تفسد صلوته قیل لانه اسم من اسماء الشیطان وقیل لانه جمع کبر بالتحریک وهو الطبل وقیل یصیر شارعاً ولا تفسد صلوته لانه اشباع والاول اصح (کبیری شرح منیه ص ۲۵۷ مفسدات صلوة)

لہٰذا اس طرح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ سب ہی قابل اعادہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۶ رجب ۱۳۸۸ھ۔

امام نے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی:

(سوال ۹۰)ہمارے یہاں ایک شخص نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں انہوں نے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأة نوح وامرأة لوط کے بجائے ضرب الله مثلا للذین امنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا اور یہ صورت تین آیات کے بعد واقع ہوئی، تو اب یہ نماز درست ہوئی یا نہیں اور کیا اعادہ واجب ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب)حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں اگرچہ مذکور غلطی تین آیت پڑھ لینے کے بعد واقع ہوئی ہے نماز فاسد ہوگی وان تغیر المعنی بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم ، او قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم شرا لبریة ، او قرأ وجوه یومئذ علیها غبرة اولئک هم المؤمنون حقا، تفسد صلوته لان الخبر بخلاف ما اخبر الله تعالیٰ به (فتاویٰ قاضی خان فصل فی القرأة القرآن خطأ الخ ج ۱ ص ۷۴)

لہٰذا نماز دوبارہ پڑھی جائے اور اگر نماز میں اسی وقت اصلاح کرلی جاتی تو نماز درست ہوجاتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۹۱)میں نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی تو میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس دن کون کون مصلی تھے میں پریشان ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں۔ بینوتوجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو تنہا تنہا خبر کردے یا نماز کے وقت اعلان کردے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو جو حضرات تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کر

www.ozmislam.com

لیں جن مقتدیوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے وہ معذور ہیں۔ درمختار میں ہے۔(واذا ظهر حدث امامه)وكذا كل مفسد فی رأی مقتد ربطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلوة المؤتم صحةً وفساداً كما يلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۳ باب الامامة)فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں میں آستین چڑھانا:

(سوال ۹۲) ایک شخص کی یہ عادت ہے کہ بحالت نماز دونوں ہاتھوں کی آستین گرمی کی وجہ سے اوپر چڑھا لیتا ہے تو اس سے نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں دونوں ہاتھوں کی آستین اوپر چڑھانا یہ عمل کثیر ہے اس وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے۔ "شامی" میں ہے امالو شمر وهو فيها تفسد لانه عمل كثير. یعنی آستین چڑھی ہوئی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے کی حالت میں آستین چڑھائے گا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مکروہات الصلاۃ ج ۱ ص ۵۹۹)

وضو کے لئے یا اور کسی سبب سے آستین چڑھائی ہوں تو اتار لیوے پھر نماز شروع کرے اگر آستین چڑھی ہوئی حالت میں امام کے ساتھ رکعت پالینے کے شوق میں نماز میں داخل ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی اتار لیوے کہ جس سے عمل کثیر لازم نہ آوے آستین چڑھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا یا آدھی آستین والا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۹۹ ایضاً میں ہے۔ و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لادراک الركعة مع الامام واذا دخل فی الصلوة كذلک وقلنا بالكراهة فهل الافضل ارخاء كميه فيها بعمل قليل اوتركهما لم ار ه والاظهر الاول اه. فقط واللہ اعلم بالصواب

چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی تو!:

(سوال ۹۳) یہاں پر امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بجائے تین رکعت پر سلام پھیر دیا مقتدوں نے کہا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں اس لئے نماز پھر سے پڑھائیے لیکن امام صاحب نے کہا کہ "ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی" اور اس کے بعد امام صاحب نے ایک رکعت پڑھا کر سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ نیز چوتھی رکعت میں ایک شخص جماعت میں شریک ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب نے تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کی کہ "ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی" اس سے نماز سے خارج ہو گئے اور پڑھی ہوئی تین رکعتیں باطل ہو گئیں، بعد میں ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص چوتھی رکعت میں شریک ہوا تھا اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی (يفسدها التكلم) هو النطق بحرفين او حرف (درمختار) (قوله يفسدها التكلم) اى يفسد الصلوة (شامی ج ۱ ص ۵۷۴ باب ما يفسد الصلاة الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا:

(سوال ۹۴) ہمارے امام صاحب اللہ اکبر کی باء پر مد کرتے ہیں یعنی کھینچ کر اور بڑھا کر پڑھتے ہیں۔ تمام تکبیرات انتقالات میں اسی طرح پڑھتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اصح یہ ہے کہ اکبر کی باء اور راء کی درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے "اکبار" پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر تکبیر انتقالات میں مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ولو وقع المد فی باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء لايصير داخلاً فی الصلوة وتفسد لو وقع فی اثناء ها (مجالس الابرار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲) جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ لان مثل هذا الجهل لايصلح ان يكون عذرا حواله بالا اور زاد الفقیر میں ہے ولو مد بهمزة الجلالة اوا كبر او باء ه لم يصر شارعاً (ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا:

(سوال ۹۵) مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور سجدہ میں امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا بلکہ مقتدی نے امام کے سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سجدہ سے سر اٹھا لیا اور پھر دوبارہ (امام کے ساتھ یا امام کے بعد) سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ويفسدها مسابقة المقتدى بركن لم يشاركه فيه امامه) كما لو ركع ورفع راسه قبل الامام ولم يعده معه او بعده' (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۸۵ باب ما يفسد الصلاة)

اور اگر امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی مگر مقتدی کا یہ فعل حرام اور موجب گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید اور ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم يا ايها الناس انی اما مكم فلا تسبقونی بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بانصراف الخ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور انصراف (واپس لوٹنے) میں مجھ سے آگے مت بڑھو (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب ما علی المامو م) اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما يخشى الذى يرفع راسه قبل الامام ان يحول اللہ راسه راس حمار متفق عليه.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی المامو م)

محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا چہرہ گدھے جیسا بنا دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ گدھے جیسی بنا دے گا، علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہو اور اس وقت مسخ سے مراد مسخ خاص ہوگا اور اس شریعت میں جو مسخ ممتنع ہے وہ وہ مسخ ہے جو عام ہو اور اس کی

www.ozwislam.com

تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث کی تحصیل کے لئے دمشق کے ایک مشہور شخص کی خدمت میں پہنچا وہاں پہنچ کر ان سے حدیث حاصل کی لیکن وہ شیخ ہمیشہ درمیان میں پردہ رکھتے تھے، اپنا چہرہ کبھی نہیں دکھاتے تھے، جب ایک زمانہ گذر گیا اور طالب علم کا شوق دیکھا تو ایک مرتبہ پردہ ہٹادیا، طالب علم نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ گدھے کی طرح ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یابنی أن تسبق الا مام فانی لما مر بی فی الحدیث استبعدت وقوعه فسبقت الا مام فصار وجهی کما تری. اے میرے بیٹے تم امام سے ارکان میں آگے بڑھنے سے بچو، جب میں نے یہ حدیث سنی تھی تو میں نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اور میں نے امام سے سبقت کی اس کی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۹۸ باب ماعلی المامو م)

اسی بناپر مالابدمنہ میں ہے۔ وتقدیم مقتدی ازامام درارکان حرام است. یعنی ارکان میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۳۹) فقط واللہ اعلم۔

''نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے۔''

(سوال ۹۶) نماز میں امام صاحب قرأت پڑھتے پڑھتے بھول گئے، بقدر واجب پڑھ چکے تھے پھر بھی پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے لقمہ قبول کرلیا اور نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام قرأت پڑھتے وقت بھول جائے یا رک جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بھول ہوتے ہی لقمہ دینا اور بول اٹھنا مکروہ اور ممنوع ہے، امام کو بھی چاہئے کہ کسی کے بتلانے کی (لقمہ دینے کی) راہ نہ دیکھے، بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو رکوع کرلے اور دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کردے، خاموش کھڑا رہ کر اور ایک ہی لفظ کو مکرر پڑھ کر مقتدی کو لقمہ دینے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے، پھر بھی صحیح یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینے سے اور امام کے لقمہ قبول کر لینے سے کسی کی بھی نماز فاسد یا واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ والصحیح انها لا تفسد صلوة الفاتح بکل حال ولا صلوٰة الأمام لو اخذ منه علی الصحیح الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۹ الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام نے سہواً سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی:

(سوال ۹۷) فرض یا واجب نماز میں امام سورۂ فاتحہ یا سورت پڑھنا بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو کھڑے ہوکر قرأت پڑھی تو اب دوبارہ رکوع کیا جائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوجائے گی؟ اگر دوبارہ رکوع کا اور بعد میں آنے والے نمازی نے اس رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فرمائی تو اس نے وہ رکعت پائی ایسا سمجھا جائے گا؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قرأت کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، نہ کرے گا تو نماز باطل ہوگی، رکوع کر کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوجائے گی، رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی یہ رکعت معتبر ہے، دہرانے کی حاجت نہیں ہے لو تذکر الفاتحه او السورة حیث یعود وینقض رکوعه لان بعوده صارت قرأت الکل فرضاً والترتیب بین القرأة والرکوع فرض فارتفض رکوعه فلو لم یرکع بطلت ولو رکع وادرکه رجل فی الرکوع الثانی کان مدرکاً ذلک الرکعة الخ (شامی ج ۱ ص ۶۳۷ باب الوتر

والنوفل) فقط واللہ اعلم بالصواب.

دعاءِ قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا:

(سوال ۹۸) امام نے وتر میں دعائے قنوت سہواً ترک کر کے رکوع کیا، یاد آنے پر دوبارہ کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھی مگر دوبارہ رکوع نہیں کیا بلکہ سیدھا سجدہ میں چلا گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز ختم کی وہ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر امام دوبارہ رکوع کرے اور بعد میں آنے والا نمازی اس رکوع میں شامل ہوجائے تو وہ اس رکعت میں شامل ہونے والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے رکوع باطل نہیں ہوتا، مگر رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہونا غلط ہے، ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت فوت ہوگئی ہے تو اس کے لئے سجدۂ سہو کافی ہے، دوسرے رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت نہیں ملی۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عادالیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قرأة تامة و سجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله (درمختار شامی ج ۲ ص ۶۲۶، ۶۲۷ باب الوتر و النوافل) وکما لو سها عن القنوت فرکع فانه لو عاد وقنت لا تفسد علی الاصح (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑا ہوجانے کے بعد لوٹا:

(سوال ۹۹) تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھٹ جائے اور سیدھے کھڑے ہوجانے کے بعد قیام (کہ جو فرض ہے) ترک کر کے قعدہ (جو واجب ہے) میں بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوجائے۔ یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہوجائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کر کے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا، مگر ادائیگی فرض میں تاخیر لازم آتی ہے۔ جس کا تدارک سجدۂ سہو سے ہوجاتا ہے لہذا راجح اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، سجدہ سہو کرنا پڑے گا البتہ ایسا کرنا نہیں چاہئے۔ قصداً ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ثم لو عاد فی موضع وجوب عدمه اختلفوا فی فساد صلوٰته فصحح الشارح الفساد لتکامل الجنایة برفض الفرض بعد الشروع فیه لأجل ما لیس بفرض وفی المبتغی بالغین المعجمة انه غلط لأنه لیس بترک وانما هو تاخیر کما لو سها عن السورة فرکع فانه یرفع الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ لاجل الواجب (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب سجود السهو) (قوله کما سیجئی) ای فی باب سجود السهو لکنه رجح هناک عدم الفساد الخ (باب الوتر والنوافل شامی ج ۱ ص ۶۲۳) فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئاً ویسجد لتأخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر (درمختا مع شامی باب سجود

www.ozunislam.com

السهو ج ۱ ص ۶۹۷)(ایضاً فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵)فقط واللہ اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہوجائے:

(سوال ۱۰۰) نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد درود اور دعا پڑھ کر سلام نہیں پھیرا، اس خیال سے بیٹھا رہا کہ سلام پھیر چکا ہوں بعد میں یاد آیا کہ سلام نہیں پھیرا، یاد آتے ہی فوراً سلام پھیر دیا درمیان میں مخالف نماز کوئی عمل نہیں کیا ہے تو میری یہ نماز صحیح ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا، کیا ہوتا تو نماز صحیح ہوجاتی، سجدۂ سہو نہیں کیا اس لئے نماز واجب الاعادہ ہے "زادالفقیر" میں ہے وکذا لو آخر السلام بان ظن انه سلم واستمر قاعداً ثم علم انه لم یسلم فسلم (ص ۶۴)فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) رکوع سے اٹھتے وقت اندھا سامنے آجائے اس کو ہاتھ سے ہٹایا جائے تو نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اندھے کو روکنے میں عمل کثیر نہیں ہوا ہے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۲۱۵)[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۲) سنت فجر گھر پڑھ کر خمیرہ کھایا بعد میں مسجد پہنچا اور جماعت میں شریک ہوگیا کلی کرنا یاد نہ رہا، نماز میں گلے میں خمیرہ کی شیرینی محسوس ہوتی تھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب خمیرہ منہ میں نہیں صرف مٹھاس ہی ہے تو نماز میں کوئی خرابی یا فساد نہیں، بدوں حرج کے ادا ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ شامی میں ہے ولو اکل شیئاً من الحلاوة وابتلع عینها ودخل فی الصلوٰة فوجد حلاوتها فی فیه وابتلعها لا تفسد الصلوٰة. یعنی۔ کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس کو نگل لیا پھر نماز میں داخل ہوگیا (نماز کی نیت باندھ لی) اب اس کی مٹھاس منہ میں پائی اور اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (شامی ج ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)فقط واللہ اعلم بالصواب.

لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

(سوال ۱۰۳) لڑکوں کی صف بڑی ہے۔ بڑے آدمی کو اگلی صف میں شرکت کرنی ہے تو یہ لوگ لڑکوں کے آگے سے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جب اگلی صف میں جگہ ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے لڑکوں کی صف کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس میں

(۱) اومرمالی موضع مسجوده لا تفسد الخ فصل فیما لا تفسد الصلاة مرقاة ج ۱ ص ۴۸۹)

8

حرج نہیں جائز ہے۔[1]

(سوال ۱۰۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، پھر امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کرکے آخر میں قعدہ کیا ایک رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا جیسا کہ عام قاعدہ ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے تھا (ویقضی اول صلاته فی حق قرأة واخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما(درمختار باب الامامة)

لیکن اگر کسی نے پہلی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا آخر میں کیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو استحسانا نماز ادا ہوجانے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ومن جملتها ما اشرنا الیه انه یقضیٰ اول صلاته فی حق القرأة واخرها فی حق القعدة حتیٰ لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه یقرأ فی الرکعتین الفاتحة والسورة ویقعد فی اولهما لانها ثنائیة ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمه سجود السهود لو سهواً لکونها اولیٰ من وجه (کبیری شرح منیه ص ۴۴۰ صفة صلاة)وان ادرک مع الامام رکعة من المغرب یقرأ فی الرکعتین اللتین سبق بهما السورة مع الفاتحة ویقعد فی اولهما لانه یقضیٰ اول صلاته فی حق القرأة واخرها فی حق القعدة ولکن لو لم یقعد فیها سهواً لا یلزمه سجود السهود لکونها اولیٰ من وجه (صغیری ص ۲۴۰. ۲۴۱ ایضاً)(قرء وتشهد بینهما) قال فی شرح المنیه ولو لم یقعد جاز استحساناًلا قیاساً ولم یلزمه سجود السهود لکون الرکعة اولیٰ من وجه الخ (شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۸) اس کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔ عن ابن مسعودؓ ان جندبا ومسروقا ادرکا رکعة یعنی عن صلاة المغرب فقرأ جندب ولم یقرأ مسروق خلف الامام فلما سلم الامام قاما یقضیان فجلس مسرق فی الثانیة والثالثة وقام جندب فی الثانیة ولم یجلس فلما انصرف تذکر اذلک فاتیا ابن مسعود فقال کل قد اصاب اوقال کل قد احسن واصنع کمایصنع مسروق رواه الطبرانی فی الکبیر با سانید بعضها ساقط منه رجل وفی هذا الطریق جابر النخعی والاکثر علی تضعیفه (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دیوبندی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ محمدیہ میں ہے:۔

"فتویٰ سیدنا ابن مسعودؓ" استفتاء۔ ہم دونوں نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تھی، امام کے سلام کے بعد ہم دونوں اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسروق ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے (اور پھر ایک رکعت کے بعد دوسری مرتبہ التحیات پڑھ کر تمام کی) لیکن جندب صرف اخیری رکعت پڑھ کر بیٹھے اب فرمائیے کہ کس کا فعل درست تھا؟

(۱) وفی القنیة قام فی آخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه سقط حرمة نفسه فلا تاثم المار بین یدیه الخ شامی باب الامامة مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۳.

(الجواب) تم دونوں نے بہتر کیا (یعنی نماز دونوں کی ادا ہوگئی) لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ مسروق کے مانند نماز پڑھو (یعنی ایک رکعت کے بعد التحیات پڑھوں)

شرح:

دو رکعت کے بعد چونکہ بیٹھنا واجب ہے لہذا ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک تنہا پڑھ لینے کے بعد التحیات کے لئے بیٹھ جائے لیکن اگر ایک رکعت تنہا ادا کرنے کے بعد نہ بیٹھا بلکہ صرف اخیر ہی میں بیٹھا جیسا کہ صورت مسئولہ میں جندب نے کیا تھا تب بھی نماز ادا ہو جائے گی اور سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (فتاویٰ محمدی ص ۸۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعداد رکعت میں شک ہو جائے:

(سوال ۱۰۵) امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، ایسے موقع پر امام کا مقتدیوں کی طرف خیال کرنا کہ اگر مقتدی کھڑا ہو تو امام بھی کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھ جائے تو امام بھی بیٹھ جائے۔ اس طرح اپنی غلطی کی اصلاح کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز درست ہو جائے گی اعادہ یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۶۹۷)

قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۶) قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

بقی من المفسدات ارتداد بقلبه وموت (درمختار) (قوله موت) اقول تظهر ثمرته فی الامام لومات بعد القعدة الاخيرة بطلت صلوة المقتدين به فيلزمهم استينا فها لبطلان الصلوة بالموت بعد القعدة قد ذكر الشبلا لى من جملة المسائل التى زاد ها لخ (شامى ص ۵۸۸ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب.

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا:

(سوال ۱۰۷) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آ رہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کر دے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی نے کہا "آواز نہیں آ رہی ہے" اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی

شخص نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کر لے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے یہاں امام صاحب نے نماز ظہر میں دو رکعت تو ٹھیک پڑھی پھر تیسری رکعت میں امام صاحب قعدہ میں بیٹھے لیکن کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا۔ امام صاحب التحیات پوری کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے پانچویں رکعت پوری کر کے قعدہ کیا اور سلام پھیر کر نماز پوری کی تو مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب پانچ رکعت ہوئی ہیں نماز لوٹائیے۔ تو امام صاحب نے کہا کہ سجدۂ سہو کیا ہے اس لئے دھرانے کی ضرورت نہیں اور مزید کہا کہ سجدہ سہو بھی نہ کیا ہوتا تب بھی نماز ہو جاتی کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھی ہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں فرض ظہر ادا نہیں ہوا۔ اعادہ ضروری ہے۔ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔[1] البتہ اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر لیا ہوتا، پھر کھڑے ہو کر پانچویں رکعت پڑھتے یا پانچویں رکعت میں کھڑے ہو گئے تھے تو سجدہ سے پہلے بیٹھ جاتے تو ان صورتوں میں سجدہ سہو کافی ہو سکتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟:

(سوال ۱۰۹) نماز میں ایک شخص نے جمائی (جسے گجراتی میں بگاسا، اباسا کہتے ہیں) لی اور جمائی لیتے وقت آواز نکلی جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۵۲ ج ۲)

درمختار میں ہے۔ يفسدها (والتنحنح) بحرفين (بلا عذر) امابه بان نشأمن طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحيح فلو لتحسين صوته او ليهتدى امامه او للاعلامه انه فى الصلوة فلا فساد على الصحيح (درمختار ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب

تدارک زلۃ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم:

(سوال ۱۱۰) تدارک زلت کے بعد صحت صلوٰۃ وعدم صحت کے متعلق فقہائے کرام کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:۔

تدارک سے بھی نماز فاسد رہے گی اور واجب الاعادہ ہے۔ وہبانیہ میں ہے۔

(۱) والقعدة الاخيرة فرض فى الفرض والتطوع حتى لو صلى ركعتين ولم يقعد فى آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته كذا فى الخلاصة الباب الرابع فى صفة الصلاة الفصل الاول فى فرائض الصلاة

www.ownislam.com

وان لحن القاری واصلح بعده

اذا غیر المعنی .الفساد مقرر

فتاوی کاملیہ ص ۱۳ پر ہے۔سئلت عمن لحن فی الصلوة لحناً یغیر المعنی ثم اعاد ما لحن فیها ، صحیحاً هل تفسد صلاته.

(قالجواب)ان صلاته تفسد بذلک وان اعاو وقد اشار الیٰ ذلک صاحب الوهبانیه بقوله وانی لمن قال شارحها الشرنبلالی: صورتها: المصلی اذا لحن فی قراءته لحناً یغیر المعنی کفتح لام " الضالین" لا تجوز صلاته وان اعاد بعدها علی الصواب.واللّٰه اعلم اه.

قاضی خان کے مندرجہ ذیل جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان اوادان یقرء کلمةً فجری علی لسانه شطر کلمة اخری فرجع وقرأ الأولیٰ او رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطراً من کلمة لواتمها لا تفسد صلاته بشطرها وللشطر حکم الکل هو الصحیح اه (فتاویٰ قاضی خان بر حاشیه عالمگیری مطبوعه امیریه مصر ۱/۱۵۳.فی فصل قراءة القرآن خطأ وفی الاحکام المتعلقة بالقراءة)

دوسری رائے:

تدارک سے فساد مرتفع ہوجائے گا اور نماز صحیح ہوگی (طحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۶۷ فی زلة القاری) میں ہے۔وفی المضمرات: قرء فی الصلوة بخطأ فاحش ثم اعاد وقرء صحیحا فصلاته جائزة الخ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۶۸ مطبوعہ کراچی میں بھی صحت صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ سے۔اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کی رائے سے استدلال کیا گیا ہے۔فتاویٰ دارالعلوم طبع قدیم (اول ودوم ص ۲۳۱ امداد المفتین) میں بھی صحت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں سائل نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے عدم صحت پیش کیا ہے۔حضرت مجیب نے اس رائے کو استحباب اعادہ یا احتیاط پر محمول کیا ہے۔

حضرت والا کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔مدلل ارقام فرمائیں۔والسلام۔

سائل (مولانا) سعید احمد پالن پوری۔دارالعلوم اشرفیہ (سورت) ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء۔

(الجواب)اس قسم کی غلطی اور لغزشوں سے احتراز ناممکن ہے۔خصوصاً تراویح میں اگر اصلاح کے بعد بھی فساد کا حکم قائم رکھا گیا تو ناقابل برداشت تنگی لازم آئے گی۔لہٰذا دفعاً للحرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر مفتی کو صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کرنا چاہئے۔ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی فصلوته جائزة (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۱ ج ۱)

مسئلہ:

ان الصلوٰة اذا جازت من وجوه فسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطاً الا فی باب

القراءة لان للناس عموم البلویٰ کذا فی " الظهیریه."

ذکر فی الفوائد:

لوقرأ فی الصلوٰة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحیحاً قال عندی صلوته جائزة انتهیٰ.(الفتح الرحمانی فی فتاویٰ السید ثابت ابی المعانی الا ستاذ الفقیه المحدث مولانا الشیخ حامد مرزا الفرغانی النمکانی نزیل المدینة المنورة ص ۱۶۳)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(سوال) شخصے درنماز. تصلی ناراً حامیة فی جنة عالیة تسقیٰ من عین انیه۔خواندہ نماز صحیح شد یا نہ؟

(الجواب)نماز صحیح شد فی المضمرات ذکر فی الفوائد ولو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلوته جائزة.انتهیٰ (ص ۵۲)

(سوال)قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی۔جس سے معنی بدل گئے۔لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

(الجواب)جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔(کتاب عمادالدین مرتبہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ۱۶۳ پاکستان)

اگر کسی نے قراءت میں کھلی ہوئی غلطی کی۔پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز اور درست ہے۔(۱) (عمدة الفقه مولفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ ص ۱۳۰ ج ۲ پاکستان) فقط۔واللہ اعلم بالصواب.

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۱)ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا ٹیسٹ کرانے کے لئے لے جارہا تھا،نماز کا وقت آگیا اور اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی،شیشی بالکل بند تھی تو نماز ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی واجب الاعادہ ہے،یہ حامل نجاست ہے۔اوبعد حاملاله' (ای الخبث ، النجاسة)(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۷۳، باب شروط الصلوة)

عمدۃ الفقہ میں ہے:(۵)اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی ،پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو،کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (عمدۃ الفقہ ص ۴۶ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة فی وکذلک الاعراب فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی زلة القاری ج ۱ ص ۸۴.

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بلاتحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا:

(سوال ۱۱۲) مطبوعہ مجتبائی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۷ قبلہ طرف منہ کرنے کے بیان میں اور بہشتی ثمر حصہ اول ص ۶۶ وص ۶۷ نماز کی شرطوں کے بیان میں ہے کہ "اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرح پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی۔"

لیکن اختری بہشتی زیور عکسی میں ہے کہ "لیکن اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہوجائے گی (حصہ ج ۲ ص ۱۶)

سوال یہ ہے کہ بہشتی زیور مطبوعہ مجتبائی اور بہشتی ثمر میں جو ہے کہ "نماز نہیں ہوئی، اور اختری بہشتی زیور میں جو ہے کہ "نماز ہوجائے گی" ان دونوں مسئلوں میں صحیح کیا ہے، حوالہ سمیت جواب دے کر ممنون کریں۔

(الجواب) اختری بہشتی زیور عکسی میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے، نورالایضاح میں ہے وان شرع بلاتحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت وان علم باصابته فيها فسدت (نور الایضاح ص ۶۹ باب شروط الصلوٰة وارکانها) (درمختار مع الشامی جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ باب شروط الصلاة)

ترجمہ:۔ اور اگر بلاتحری (سوچے سمجھے بغیر) نماز شروع کردی پھر بعد فراغت نماز معلوم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی، اور دوران نماز علم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھ رہا ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی (جیسا کہ متیمم درمیان نماز پانی پر قادر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد بلاکلی کئے نماز:

(سوال ۱۱۳) فجر کی سنت کے بعد خمیرہ کھا کر مسجد نماز پڑھنے گیا، کلی کرنا بھول گیا اور نماز میں شامل ہوگیا، حالت نماز میں خمیرہ کی مٹھاس کا اثر گلے میں محسوس ہوا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب منہ میں خمیرہ نہیں صرف مٹھاس کا اثر ہے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی بلاتردد نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، شامی میں ہے۔ ولو اكل شيئاً من الحلاوة وابتلع عينها فد خل فى الصلوة فو جد حلاوتها فى فيه وابتلعها لا تفسد صلاته. یعنی میٹھی شئی کھا کر حلق میں اتاردی درانحالیکہ منہ میں مٹھاس کا اثر ابھی باقی ہے اس کے نگل لینے سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ (شامی ج ۱ ص ۵۸۳ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب.

حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا:

(سوال ۱۱۴) عورت نماز پڑھ رہی تھی جب قعدہ میں بیٹھی تو بچہ نے اس عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور چوسنے لگا، اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟

(الجواب) صرف پستان منہ میں لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا، البتہ اگر دودھ پیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، فتاویٰ

عالمگیری میں ہے، صبی مص ثدی امرأة مصلية ان خرج اللبن فسدت والا فلا لانه متى خرج اللبن يكون ارضاعا وبدونه لا كذا فى محيط السرخسى (ج ۱ ص ۱۰۴ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها فصل فى الاستخلاف) فقط والله اعلم بالصواب.

خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا:

(سوال ۱۱۵) امام کی قرأت سننے سے نماز میں بآواز گریہ طاری ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے خوف اور جہنم کے تذکرہ سے نماز میں رونا آوے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لا تفسد بحصولها من ذكر جنة او نارا تفاقاً لدلالتها على الخشوع اى الخوف من الله تعالى الواحد القهار (طحطاوی ص ۱۷۸ باب مايفسد الصلاة) ہاں صرف خوش الحانی کے سبب رونا آوے تو نماز میں فساد آئے گا۔ فلو اعجبته قراءة الامام فجعل يبكى ويقول بلى او نعم لو آرى لا تفسد سراجيه لدلالته على الخشوع قال الشامى رحمه الله تعالىٰ افادانه لو كان استلذاذا بحسن النغمة يكون مفسدا (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ وص ۶۲۰ باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب

عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھا دی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۲) عشاء کی نماز میں امام صاحب چار رکعت پڑھا کر بغیر قعدہ کئے کھڑے ہوگئے، مقتدیوں نے لقمہ دیا، پھر بھی نہیں بیٹھے اور چھٹی رکعت پڑھ کر بیٹھے، سجدہ سہو کیا، اور سلام پھیرا۔ کیا نماز فرض عشاء صحیح ہوگئی؟

(الجواب) نماز عشاء میں پہلا قعدہ واجب ہے اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز ادا ہوجاتی ہے، لیکن دوسرا قعدہ فرض ہے، اس کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز عشاء نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، یہ چھ رکعتیں نفل ہوگئیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ۔

حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم:

(سوال ۱۱۷) دوران نماز امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر جائے اور باوجود کھنکھارنے کے نہ نکلے اور حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں نماز صحیح ہوجائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوجائے گی اعادہ ضروری نہیں ولو اكل ما بين اسنانه لا تفسد لانه لايمكن الاحتراز عنه ولهذا لا يبطل به الصوم الخ (عينى شرح باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها كنز. ج ۱ ص ۴۳)

(۱) سهاً عن القعود الاول من الفرض ولو عمليا اما نفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكر عاد اليه مالم فيستقم قائما فى ظاهر الرواية وهو الاصح والا اى وان استقام قائما لا يعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهو ولو سهاً عن القعود الاخير فيفسدها سجدة عامدا او ناسيا اوساهيا اوخطأ تحول فرضه نفلا يرفعه الجبهة عند محمد وبه يفتى درمختار على هامش شامى ج ۱ ص ۶۹۷، ۶۹۹ باب سجود السهو.

www.ozmislam.com

او دخل حلقه ای حلق الصائم ذباب او غبار وهو ای والحال انه ذاکر لصومه لعدم استطاعة الا متناع عنه فاشبه الدخان الخ .(عنی شرح کنز باب مایفسد الصوم وما لا یفسده ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت نماز یا بحالت صوم مکھی بلا ارادہ حلق میں چلی گئی تو مفسد نہیں ہے، اس سے احتراز مشکل ہے۔ اور یہ مثل غبار و دخان کے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ۔

نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج:

(سوال ۱۱۸) آج کل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنے لوگ بھی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جوان کو دور کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر ناکام ہوتے ہیں، تو ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ خطرات کا دل میں آنا انسانی اختیار سے باہر ہے، لہذا اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا، البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا اور اس سے دلچسپی لینا بیشک برا ہے، ایک صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی تھی تو فرمایا کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق التفات نہ کرو اور اپنی نماز میں لگے رہو، لہذا اگر خطرہ آجائے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے بلکہ نماز میں قرأت اور تصحیح حروف کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، خطرہ کی وجہ سے اپنی نماز کو بیکار سمجھے اور چھوڑ بیٹھے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان نماز میں آکر مجھے حائل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے، ایسے موقع پر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کا نام "خنزب" ہے تم جانو کہ وہ آگیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف یعنی قلب کی جانب تھکارو، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو الحمد للہ اس عمل کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس وسوسہ کو دفع کیا۔

وعن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول الله ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قرائتی یلبسها علی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسسته فتعوذ بالله منه واتفل علی یسارک ثلاثا ففعلت ذلک فاذهبه الله عنی رواه مسلم (مشکوٰۃ ص ۱۹ باب الوسوسة)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم پڑھتے رہئے، اس سے بھی وسوسے دفع ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔

نماز کے لئے جگانا:

(سوال ۱۱۹) ہمارے محلہ میں لوگ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کو فجر کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس لئے ہمارے یہاں صبح کی اذان کے بعد چند آدمی محلہ میں گشت لگا کر لوگوں کو جگاتے ہیں اور نماز کی طرف بلاتے ہیں

اس طرح جماعت میں تقریباً سو ۱۰۰ آدمی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر اس طرح بیدار نہ کیا جائے تو پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح نماز کے لئے اٹھانا گناہ ہے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اٹھنے والے لوگ اس سے راضی ہیں آپ مع حوالجات تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ ازسورت۔

(الجواب) اصل حکم یہی ہے کہ تثویب (اذان کے بعد اعلان) مکروہ ہے کہ اذان کافی ہے۔ اذان کے بعد اعلان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس سے اذان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدائی بلاوہ "حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح" کی مسلمان پرواہ نہیں کرتے اس لئے بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لئے اجازت دی ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔

ولظهور التوانی فی الامور الدینیة استحسن المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة فی الصلوات کلها سوی المغرب وهذا العود الی الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه کل قوم لانه مبالغة فی الاعلام فلا یحصل ذلک الابما یتعارفونه ، (مجالس الابرار ص ۲۸۷ مجلس ص ۴۸) کبیری میں ہے۔ واستحسن المتأخرون التثویب وهو العود الی الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه کل قوم لظهور التوانی فی الامور الدینیة (ص ۳۶۱) (نور الایضاح ص ۶۲ باب الاذان) (شامی ج ۱ ص ۳۶۱، ص ۳۶۲ ایضاً) بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ جگانے کے لئے نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ عمل جاری رکھا جا سکتا ہے۔ مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ تماشہ نہ بنالیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو، مستورات اور معذورین، مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں۔ اور لوگوں کو اٹھانے کی زحمت سے بچائیں۔ شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں ومن خاموش

یعنی یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ جنگل کے چرند و پرند تو یاد خدا میں مشغول ہوں اور میں (انسان اور مسلمان ہو کر..... اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے) غافل پڑا رہوں

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نماند

(بس اے شخص نیکی میں مشغول رہ اور زندگی کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ (گلی کوچوں میں تمہارے لئے) اعلان ہو کہ فلاں مر گیا (گلستان) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ۔

تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کر لیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہیں؟:

(سوال ۱۲۰) امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اگر

www.ownislam.com

ہے تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام صاحب کی صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہوگئے۔ تو کراہت کے وہ ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے ولو اقتدیٰ به واحد او اثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به قال الر حمتی ینبغی ان تکون الکراهة علی المتاخرین. یعنی نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہوگئے تو علامہ رحمتیؒ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۴ مطلب کراهة الا قتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۱) اگر مقتدی ایک ہو تو اسے داہنی طرف کھڑا رکھنے کے بجائے پیچھے کھڑا کرے یا بائیں طرف تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز تو ہوجائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا۔ حتیٰ لو صلی فی یساره او خلفه جاز و یکون مسیئاً لمخالفة السنة (عینی شرح کنز الدقائق ج. ۱ ص ۳۹ باب الا امامة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

زبردستی صف اول میں جگہ کرنا:

(سوال ۱۲۲) زید اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو کر صف اول میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور بکر مسجد میں آ کر آخری صف میں بیٹھتا ہے۔ اور اقامت کے وقت جب زید وغیرہ صف بندی کرتے ہیں تو بکر آخری صف سے تمام صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں زید کی بغل میں زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ زید اس کو کہتا ہے کہ یہ حرکت نازیبا اور خلاف شریعت ہے اگر تمہیں پہلی ہی صف کی فضیلت حاصل کرنا ہے تو پہلے ہی آ کر بیٹھ جانا چاہئے مگر بکر نہیں مانتا تو بکر کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں یا جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو ایذا پہنچانا ہے اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۳) کوئی شخص امام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز ہوگئی یا ناقص واجب الاداء ہوئی؟ یا پھر امام کے ساتھ

(۱) قال فی المعراج الا فضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلاة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلما اضعف له اجر صف الاول وبه اخذ ابو حنیفة و محمد شامی مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۲.

دوبارہ سلام پھیرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگرچہ نماز ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز و کره (وله ولو اتمه) ای لو اتم الموتم التشهد باء ن اسرع فیه وفرغ منه قبل اتمامه فاتی بما یخرجه من الصلوة کسلام او کلام اوقیام جاز ای صحت صلاته لحصوله بعد تمام الا رکان لا ن الا مام وان لم یکن اتم التشهد لکنه قعده قدره لان المفرض من القعدة قدر اسرع ما یکون من قرائة التشهد وقد حصل وانما کره للمو تم ذلک لترکه متابعة الا مام بلا عذر فلو به کخوف حدث او خروج وقت جمعة او مرور ماربین یدیه فلا کراهة. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۰ قبیل مطلب فی وقت ادراک فضیلة الا فتتاح آداب الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اسکا جواب!:

(سوال ۱۲۴) مکرم و محترم مخدوم عالی جناب حضرت مفتی صاحب زیدت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

عرصہ دراز سے آنمحترم کی خیر و خیریت سے لاعلم ہوں۔ اس وقت ایک ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ آپ کی مرتبہ فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۴۵ پر یہ مسئلہ بایں صورت مرقوم ہے "البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ یا صحن میں بھی جگہ نہ ہو اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔"

ہمارے شہر میں اس ضرورۃ جواز کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے امید ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا مسئلہ کا حوالہ تحریر فرمائیں گے۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) معظمی و محترمی جناب مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ سلام مسنون! گرامی نامہ موصول شدہ کا شف احوال ہوا (جزاکم اللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ جناب کو تا دم حیات خدمت دین میں مشغول رکھے اور قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیه و آله وصحبه وسلم.

جناب کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ جواز بلا کراہت کا حکم کسی نص کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ نصوص قرآنی اور قواعد فقہیہ کے عین مطابق ہے، قوله تعالیٰ یریداللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے دشواری منظور نہیں ہے (سورۂ بقرہ) وقوله تعالیٰ ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کی معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔

(سورۂ حج پ ۱۷) (الضرورات تبیح المحظورات) حاجت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے) (الا شباہ والنظائر ص ۱۰۸ حصه قواعد) المشقة تجلب التیسیر (سختی سے آسانی ہوجاتی ہے) (الاشباہ) اور نصاب الاحتساب میں ہے. ویکره الصلوٰة فوق الکعبة وکذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه وکذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد

www.owaislam.com

الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علیٰ سطحہ للضرورۃ الخ .

یعنی محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں اگر تعمیر اور مرمت کی ضرورت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے چھت پر جماعت کریں مگر یہ کہ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ رہے تو پھر مکروہ نہ ہوگا۔ (نصاب الاحتساب قلمی باب نمبر ۱۵ ص ۳۲)

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔ الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۲ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف الخ)

علی ھذا۔ مصلیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورۃً صف اول کا آگے بڑھا لینا بلا کراہت درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

نماز میں عمامہ باندھنا:

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں امام صاحب اکثر بلا عمامہ نماز پڑھاتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو۔ یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے۔ لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تاکہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں(۱) فقط اللہ اعلم بالصواب .

نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۲۶) امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ درست کرتے رہتے ہیں رکوع سے اٹھ کر پائجامہ کھینچ کر سجدہ میں جاتے ہیں نماز میں ان حرکتوں کا کرنا کیسا ہے؟ نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہئے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ لہٰذا ایسے افعال عبث سے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے۔ ویکرہ ایضاً ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود

(۱) والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب ، قمیص وازار وعمامہ فتاویٰ تتارخانیۃ مایکرہ للمصلی وما لایکرہ ج ۱ ص ۵۶۷.

(کبیری ص ۳۳۷ مکروھات صلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا:

(سوال ۱۲۷) ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو۔ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے (وصلاتہ فی ثیاب بذلۃ) یلبسھا فی بیتہ .وفی الشامی . قال فی البحر وفسرھا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الاکابر والظاھر ان الکراھۃ تنزیھیۃ ۱ھ (درمختار شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب مکروھات الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا:

(سوال ۱۲۸) قبرستان کے بیچ میں مسجد ہو تو اس میں پنج وقتہ نماز کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھنے سے قبریں نمازی کے سامنے اور یمین و شمال نہ ہوں گی اس لئے نماز بلا کراہت درست ہے۔ کبیری میں ہے۔ ویکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج او الی الحمام او الی قبر لان فیہ ترک تعظیم المسجد وفی الخلاصۃ ھذا اذا لم یکن بین یدی المصلی وبین ھذا الموضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لایکرہ (ص ۳۵۳ مکروھات صلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم:

(سوال) ایک غصب کردہ زمین ہے ایک دو دن کیلئے اس پر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہو جاتی ہے۔ مگر جانتے ہوئے بدون مجبوری اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ اس لئے مالک سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ الصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلمہ فما کان بینہ وبین اللہ یثاب وما کان بینہ وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاویٰ وفتاویٰ عالمگیری. ج ۱ ص ۱۰۹ .الفصل الثانی فیمایکرہ ومالایکرہ.وطحطاوی ص ۲۰۹ فصل فی المکروھات. فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنا۔

(سوال ۱۲۹) ہمارے امام صاحب کہتے ہیں نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) جب وسوسہ آئے تو بار بار اعوذ

www.ownislam.com

باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنے سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔ تو اس طرح اعوذ باللہ الخ پڑھنے نے نماز میں خلل آئے گا یا نہیں؟ اور امام صاحب کی ہدایت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں وسوسہ دفع کرنے کے لئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنے کی ہدایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ نماز فاسد ہونے میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الاخرة درمختار ج ۱ ص ۵۸۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیھا) (یعنی اگر نمازی نے لاحول ولا قوة الخ پڑھا تو اگر دنیوی امور کے لئے وسوسہ ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت کے لئے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً (الی قولہ) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً نظر اذ لا فرق بینھا وبین الحوقلة فلیتامل (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۱۶ باب ما یفسد الصلوة ویکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا!:

(سوال ۱۳۰) ظہر اور فجر کے وقت سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہوتی ہے؟ یا ثواب میں کمی آتی ہے صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ مگر اقوی یہی ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا۔ البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا وقیل تسقطھا (ج ۱ ص ۶۳۶ مطلب فی تحیة المسجد) یعنی سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتیں کرے گا تو سنت باطل نہ ہوگی۔ مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سنت باطل ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۱) نماز کی نیت باندھ لی اور اس کے بعد حالت قیام میں سر پر سے کسی طرح ٹوپی گر گئی تو کیا حکم ہے؟ اس کو اٹھا کر پہن لی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے۔ عمل کثیر شمار ہوگا۔ جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ حالت سجدہ میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے۔ اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ولو سقطت قلنسوة فاعادتھا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۳۲) ایک شخص کی عادت ہے کہ نماز میں زور زور سے "یا اللہ" بولتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ عادت مکروہ اور واجب الترک ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۳۳) ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ایک دو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت ان کا سیدھا پیر زمین سے اٹھ جاتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے وقت سیدھا پیر زمین پر سے اٹھ جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن ایسی عادت کر لینا مکروہ ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا:

(سوال ۱۳۴) ہمارے امام صاحب جب قیام کرتے ہیں تو اپنا پورا وزن ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو لنگڑے کی طرح رکھتے ہیں۔ امام صاحب کو اس طرف توجہ دلائی گئی مگر وہ یہ عادت ترک نہیں کرتے تو شرعاً کیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں کبھی ایک پیر پر وزن دے کر اور کبھی دوسرے پیر پر وزن دے کر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ درست ہے۔ البتہ ایک پیر پر پورا وزن دے کر دوسرے پیر کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دے کہ وہ تھوڑا ٹیڑھا ہو جائے (جس طرح گھوڑا ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر کے کھڑا ہتا ہے) تو یہ مکروہ ہے۔ ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوة بلا عذر (باب صفة الصلاة بحث القیام شامی ج ۱ ص ۴۱۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا!:

(سوال ۱۳۵) اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیص کے پیچھے کے دامن کو نیچے کرتا ہے تو اس فعل سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کر مفسد صلوۃ ہو جائے۔ لہذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔[3] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) المصلی اذا مر بآیة فیھا ذکر النار او ذکر الموت فوقف عندھا وتعوذ من النار واستغفر او مر بآیة فیھا ذکر الرحمة فوقف عندھا أو سئل اللہ الرحمة فیھا ھنا ثلاث مسائل مسألة المنفرد والجواب فیھا أنه ان کان فی التوطع فھو حسن وان کان فی الفرائض یکرہ الخ فتاوی تاتارخانیه، الفصل الرابع فی بیان مایکرہ للمصلی ان یفعل فی صلاته وما لا یکرہ ج ۱ ص ۵۶۵۔

(۲) ولو سجد ولم یضع قدمیه علی الارض لا یجوز ولو وضع أحدھما جاز مع الکراھة ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیة المصلی لابن امیر الحاج فتاوی عالمگیری الباب الرابع فی صفة الصلاة ج ۱ ص ۷۰۔

(۳) یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبه أو لحیته او جسده وان یکف ثوبة بان یرفع ثوبه من بین یدیه أو من خلفه اذا اراد السجود کذافی المعراج الدرایة فتاوی عالمگیری الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة وما لا یکرہ ج ۱ ص ۱۰۵

www.ownislam.com

اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:

(سوال ۱۳۶) اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا مکروہ ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(الجواب) اذان ہوجانے کے بعد یعنی نماز کا وقت ہوچکنے کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا عذر شرعی کے مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے وقت واپس آنے کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں ہے وکرہ تحریماً للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا الا لمن ینتظم به امر جماعة اخری او کان الخروج لمسجد حیه ولم یصلوا فیه اولأ ستاذه لدرسه اولسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان یعود (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۶۹ ۶۶۸ مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان)

حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں اذان سن کر بلا ضرورت کے چلا گیا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو وہ منافق ہے عن عثمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرکه الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجعة فهو منافق (ابن ماجه ص ۵۴ باب اذا اذن وانت فی المسجد فلا تخرج) فقط والله اعلم بالصواب.

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۳۷) بعض جگہوں پر متولی، امام، عالم یا مسلمان مسجد میں عورتوں کے لئے فرض یا تراویح کی جماعت کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات رات کو یا دن کو محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے دور دراز سے عورتیں مسجد میں آکر جماعت سے الگ جگہ میں نماز پڑھتی ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ میں مسجد حرام میں عورتیں اور مرد ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتی تھی مذکورہ حقیقت صحیح ہے تو کیوں نہیں آتیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت کریں۔

(الجواب) عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو، مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری (بخاری) میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ کتاب الصلاة باب ماجآء فی خروج النسآء الی المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بے شک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ خود رحمۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا۔ احکام نازل ہو رہے تھے۔ وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔ یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے

سے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہؓ سے کی گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمرؓ نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ان عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت لو ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعه نسآء بنی اسرائیل (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجآء فی خروج النسآء الی المساجد)

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ ہے خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عید کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلاً علی المذهب المفتی به لفساد الزمان (درمختار مع طحطاوی ج ۱ ص ۳۸۴ باب الامامة ۳۸۳)

یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ہو، ہندوستان ہو یا عربستان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۳۸) امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہے تو وہ مکروہ ہے؟ بلندی کی کم از کم حد کتنی؟

(الجواب) بلندی کی کم از کم مقدار اور حد کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں مقدار کی تصریح نہیں ہے، حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے امام کو مقتدی سے بلند جگہ پر کھڑے رہنے سے ممانعت فرمائی۔ روی الحاکم مرفوعاً نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یقوم الامام فوقا و یبقی الناس خلفه الخ (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۳۱ مکروهات الصلوة) (شامی ج ۱ ص ۶۰۴ ایضا) (عینی شرح هدایه ج ۱ ص ۸۰۵ ایضا)

اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے مدائن میں نماز پڑھائی تو مقتدیوں سے بلندی پر کھڑے رہے حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لائے نماز کے بعد فرمایا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ " اذا ام الرجل القوم فلا یقم فی مکان ارفع من مقامهم او نحو ذلک قال عمار لذلک اتبعتک حین اخذت علی یدی (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۹۵ باب الامام لقوم مکانا ارفع منهم)

(ترجمہ) جب کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کرے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو جماعت کی جگہ سے بلند ہو۔ حضرت عمار نے فرمایا اسی لئے تو میں نے یہ کیا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے آپ کی تعمیل کردی۔

ان دونوں روایتوں میں بلندی کی کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے، اس لئے اختلاف ہونا قدرتی ہے لہذا مقدار کے متعلق کئی قول ہیں جن میں دو قول معتبر سمجھے گئے ہیں۔

(۱) ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ کی مقدار بلندی ممنوع ومکروہ ہے، اس سے کم مکروہ نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ

www.ownislam.com

نمازی کے لئے سترہ کی بلندی کی مقدار کم از کم ایک ذراع (ہاتھ) مانی گئی ہے اس پر قیاس کر کے جگہ کی بلندی بھی ایک ہاتھ ماننی چاہئے کہ بمقدار سترہ بلندی مکروہ ہے اس سے کم مکروہ نہیں۔

(۲) اتنی بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ نمایاں طور پر امام مقتدیوں سے ممتاز اور الگ معلوم ہوتا ہو دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مطلق بلندی ممنوع ہے لہذا جس صورت میں امام مقتدی سے بلندی میں ممتاز اور نمایاں طور پر جدا معلوم ہوتا ہو اتنی بلندی مکروہ اور ممنوع ہونی چاہئے اور جیسے جیسے یہ بلندی بڑھتی جائے گی کراہت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ صاحب بدائع وغیرہ فقہاء نے اسی قول کی تائید کی ہے اور اسے ظاہر روایت بتلایا ہے۔ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۸۱)(۱) شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۰ فصل ویکرہ للمصلی) اور زاد الفقیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقیامه علی مکان مرتفع وهو ما یقع به التمیز ظاهراً وحده (یعنی) (مکروہ ہے) اکیلے امام کا اتنی بلند جگہ پر کھڑا رہنا جو ظاہراً ممتاز معلوم ہو اور صاف طور پر الگ دکھائی دے (ص ۵۰)

"بحر الرائق" میں ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث کے بموجب عمل کرنا بہتر ہے فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاهر الروایة واطلاق الحدیث (ص ۲۶ ج ۲)

علامہ طحطاویؒ اور علامہ شامیؒ نے بھی دوسرے قول کی تائید اور موافقت فرمائی ہے (قوله وهو الاوجه) وهو ظاهر الروایة والروایات قد اختلفت فی المقدار الاخذ بظاهر الروایة اولیٰ (طحطاوی ج ۱ ص ۳۴۱ مکروهات صلاة) (قوله وقیل الخ) هو ظاهر الروایة کما فی البدائع الخ (شامی ایضاً ج ۱ ص ۶۰۵) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو:

(سوال ۱۳۹) اکیلا امام نوانچ اونچی جگہ (برآمدہ) پر کھڑا رہ کر نماز پڑھائے اور مصلی نیچے (صحن میں) ہیں تو کیا حکم ہے؟ مصلیوں کا ازدہام وغیرہ شرعی عذر کچھ نہیں ہے۔

(الجواب) بغیر عذر شرعی کے امام کا اس طرح نوانچ بلند جگہ پر کھڑے رہ کر نماز پڑھنا اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے (کہ وہ لوگ اپنے امام کی جگہ بلند رکھتے ہیں) مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہوگی تو کراہت نہیں ہے ویکره ایضا ان ینفرد الامام عن القوم فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لان فیه التشبیه باهل الکتاب علی ما تقدم انهم یخصون اماماهم بالمکان المرتفع ولذا اذا کان بعض القوم مع الامام لا یکره لزوال التشبیه بزوال التخصیص (مکروهات صلوٰة کبیری ص ۳۴۸)

(۱) یکره سواء کان المکان قدر قامة الرجل اودون ذلک فی ظاهر الروایة والصحیح جواب ظاهر الروایة الخ بیان ما یستحب فیها وما یکره)

متفرق مسائل:

(سوال ۱۴۰) (۱) نماز میں بعض لوگ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر دائیں پاؤں کی پشت رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یعنی بائیں پاؤں کا تلوا اور دائیں پاؤں کی پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کی اصل کہاں سے ہے؟ (۲) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی بلا کراہت یا باکراہت؟ (۳) زید کا کہنا ہے کہ مسافر کے قصر کرنے میں تمام مذاہب برابر ہیں یعنی چاروں مذہب میں قصر ضروری ہے شرعی مسافر کو قصر کرنا ضروری ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قصر ہے یا نہیں؟ (۴) مالدار شخص اپنے تین یا چار یا پانچ بیٹوں یعنی لڑکوں میں سے منتخب کر کے اپنی حیاتی میں تمام مال یا نصف مال یا ثلث حصۂ مال کا ہدیہ بخشش دے سکتا ہے؟ اگر دیوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) یہ طریقہ خلاف سنت اور مکروہ ہے نماز کے قعدہ میں مرد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعة الثانیه افترش رجله الیسری وجلس علیها ونصب یمناه ووجه اصابعها نحو القبلة (نور الایضاح ص ۷۹) وبعد فراغه من سجدتی الرکعة الثانیة یفترش الرجل رجله الیسری فیجعلها بین الیتیه ویجلس علیها وینصب رجله الیمنیٰ ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة الخ (درمختار) قوله (هو السنة) فلو تورک او تربع فقد خالف السنة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۴۸ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) ردالمحتار (ج ۱ ص ۴۷۴ ایضاً) اگر عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر واطلق الامام فشمل المقیم والمسافر لکن لو کان مقیما کامام مکة صلی بهم صلوة المقیمین ولا یجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الامام الحلوانی کان الامام النسفی یقول العجب من اهل الموقف یتابعون امام مکة فی القصر فانی یستجاب لهم او یرجی لهم الخیر وصلاتهم غیر جائزة قال شمس الائمة کنت مع اهل الموقف فاعتزلت وصلیت کل صلوة فی وقتها واوصیت بذلک اصحابی وقد سمعنا انه یتکلف ویخرج مسیرة سفر ثم یاتی عرفات فلو کان هکذا فالقصر جائزاً فیجب الاحتیاط اھ ملخصاً من التتارخانیة عن المحیط (شامی جلد دوم ص ۲۳۸ صلاة مسافر)

ایک تائیدی فتویٰ ملاحظہ ہو!

مسئلہ:۔

"مقیم شخص کو قصر کرنا جائز نہیں، خواہ مقتدی ہو یا امام اور اگر مقیم امام ہو اور قصر کرے تو اس کی اقتداء نہ مسافر کو جائز ہے نہ مقیم کو، اگر کوئی امام مقیم قصر کرے گا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہ ہوگی" "معلم الحجاج" ص ۲۷۱ مؤلف

www.ozwislam.com

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔اس کے حاشیہ میں پوری وضاحت ملاحظہ ہو۔

(۳) مسافر کے لئے قصر جائز ہونے میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔اختلاف اس میں ہے کہ قصر عزیمت (واجب) ہے یا رخصت؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ عزیمت کے قائل ہیں اور حضرت امام شافعی وغیرہ رخصت کہتے ہیں۔ اتفقوا علی جواز القصر فی السفر واختلفوا هل هو رخصة اوعزيمة ؟ فقال ابو حنيفة هو عزيمة وشدد فيه وقال مالک والشافعی واحمد هو رخصة فی السفر الجائز وحکی عن داؤدانه لا يجوز الا فی سفر واجب .وعنه ايضاً انه يختص بالخوف ولا يجوز القصر فی سفر المعصية ولا الترخص برخص السفر عند مالک والشافعی واحمد وقال ابو حنيفه يجوز ذلک (رحمة الائمة فی اختلاف الائمة ص ۵۳ بدايه المجتهد ج ۱ ص ۱۶۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعی مصلحت سے ایک وارث کو زیادہ یا کل مال دے دیا جب کہ دیگر ورثاء کو بلا وجہ شرعی کم دینا یا نقصان پہنچانا یا محروم کرنا مقصود نہ ہو تو امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنيات الحديث . ورنہ مستوجب عقاب شدید ہوگا۔حدیث میں ہے ان الرجل ليعمل والمرأة بطاعة اللہ ستين سنة ثم يحضرهما الموت فيضاران فی الوصية فتجب لهما النار . یعنی بعض مرد یا عورت ساٹھ سال تک (یعنی پوری عمر) خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں لیکن مرنے کے وقت وصیت وغیرہ کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچا جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے (معاذ اللہ) (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصايا الفصل الثانی) لہٰذا بلا وجہ شرعی بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ارشاد خداوندی ابائکم وابناء کم لا تدرون ايهم اقرب لکم نفعاً یعنی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو نہیں معلوم کون زیادہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے (اس کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے) سورۃ النساء فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۴۱) سونا چاندی کے زیورات اور گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیر نماز میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے،سونے کی ناجائز ہے،سونا، چاندی اور اس سے بنے ہوئے زیورات اور روپے اور سکے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جائز ہے اگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ پرزے دوسری دھات کے ہوں تو حرج نہیں۔

(سوال ۱۴۲) روپے اور پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) روپے،نوٹ اور پوسٹ کارڈ پر تصویر ہوتی ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴۳) ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ٹوپی پہننی چاہئے،نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

ويكره الاعتجار وهو ان يشد رأسه بالمنديل ويترک وسط رأسه. یعنی سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی حصہ سر کا کھلا رہے یہ مکروہ ہے (ج ۱ ص ۵۷ باب الحدث فی الصلاة وما يكره فيها وما لا يكره) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کے لئے دوڑنے کا حکم:

(سوال ۱۴۴) نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں اتنے میں تکبیر شروع ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے دوڑتے ہیں تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جلدی کرے دوڑے نہیں،میانہ روی اختیار کرے دوڑنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو،دوڑو مت۔(بخاری شریف پ ۳ ص ۸۸ كتاب الاذان باب ما ادركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے نکلنا نماز کے حکم میں ہے (مسلم شریف) اسی بنا پر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہو (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۲۲۰ باب استحباب اتيان الصلوة بوقار وسكينة والنهی عن اتيانها سعيا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکعت اور رکوع حاصل کرنے کے لئے دوڑنا:

(سوال ۱۴۵) امام صاحب رکوع کریں اس وقت لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کو خلل ہوتا ہے تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں دوڑے نہیں،دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے۔حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔رکعت فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کر لو (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۲۰ ایضاً) اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جب کہ نمازیوں کو بھی تشویش ہو،جس سے اجتناب ضروری ہے۔ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں تھے، پیچھے سے ایک آدمی آیا اس کے پاس جو سامان تھا اس کو پھینک کر نماز میں شریک ہو گیا،حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز سے فارغ ہو کہ اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا (کتاب الاعصام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی امام شافعی مقتدی کی آمین ختم ہونے تک رکا رہے:

(سوال ۱۴۶) ہمارے اس چیپاٹا میں ہندی،افریقی دو قسم کی بستی ہے،ہندی مسلمان تو تمام حنفی ہیں مگر افریقی مسلمان تمام شافعی ہیں وہ لوگ ہر جمعہ کو صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے ہماری حنفی مسجد میں آتے ہیں اور حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں،اب سورہ فاتحہ ختم ہوتے ہیں آمین اور بسم اللہ الخ جلدی سے پڑھ کر امام دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں مگر شافعی لوگ زور سے آمین پکارتے ہیں اور کھینچ کر پکارتے ہیں،لہٰذا امام کو اس وقت ان کی امین کہنے تک رکنا چاہئے یا پھر فوراً دوسری سورۃ شروع کر دے واضح طور پر آپ جواب عنایت فرمائیں بڑا کرم ہوگا۔

www.ozunislam.com

(الجواب) صورت مسئولہ میں شافعی المذہب مقتدیوں کی آمین ختم ہونے تک حنفی امام رک سکتا ہے اس میں کراہت نہیں ہے امام بھی اطمینان سے آمین کہے تاکہ زیادہ وقفہ معلوم نہ ہو۔(۱) فقط و اللہ اعلم .

رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے:

(سوال ۱۴۷) امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو امام کو رکوع میں پا نہیں سکتا، اور رکعت فوت ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہوجائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ ان کان بحیث لو قام وراء الصف وحده يدركها ولو مشىٰ الى الصف لا يدركها انه يمشى الى الصف ولا يقف وحده ان كان فى الصف فرجة لكراهة وترك المكروه اولى من ادرك الفضيلة (كبيرى ص ۵۷۵ ادراک الفريضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا:

(سوال ۱۴۸) عورتوں کو برقع اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ " بيوتهن خير لهن " یعنی ان کے گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہیں (مشكوٰة ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها) ام حمید ایک جان نثار خاتون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لئے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی) میں آکر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام حمید نے نماز کے لئے اندھیری کوٹھری متعین کرلی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں (ترغیب ج ۱ ص ۱۸۰)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عمدہ پوشاک، زیب وزینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں، روک دیا تو تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت صدیقہؓ نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا " اگر حضور اکرم ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے جو اب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت ﷺ بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے (صحيح بخارى شريف ج ۱ ص ۱۲۰ باب خروج النسآء الى المساجد بالليل والغلس) (مسلم شريف ج ۱ ص ۱۸۳ باب خروج

(۱) قوله وكونهن سرا، جعل سرا خبر الكون المحذوف ليفيدان الاسرار بها سنة اخرىٰ فعلى هذا سنية الاتيان بها تحصل ولو مع الجهر بها ط عن ابى السعود، شامى سنن الصلاة ج ۱ ص ۴۴۴.

النسآء الى المساجد الخ) حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور ان کو مسجد سے نکالتے (عینی شرح بخاری) یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم وحیا اور تقویٰ وپرہیزگاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں اکثریت نیکوکار تھی۔ فیض و برکات کے حصول کا زریں موقع تھا اور مسجد نبوی کی فضیلت اور نماز بجماعت ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید تھی باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو دور حاضرہ میں کیا حکم ہونا چاہئے۔

قياس كن زگلستان من بهار مرا

بناء علیہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا۔ درمختار میں ہے ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز الليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان (درمختار) (مع الشامى ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامة) اور مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہے جمعہ اور عیدین ہو یا مجلس وعظ ہو۔ چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان رات ہو یا دن زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتی بہ مذہب یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلی کہنی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۴۹) کہنی تک آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں؟

(الجواب) ہاں مکروہ ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ولو صلى رافعا كمه الى المرفقين يكره . ترجمہ۔ دونوں آستینوں کو کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ج ۱ ص ۵۸۔

نماز میں کھنکارنا:

(سوال ۱۵۰) نماز میں کھنکارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو مثلاً آواز بند ہوگئی۔ سانس رک گیا۔ یا پڑھنا مشکل ہوگیا تو کھنکارنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آواز درست کرسکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کھنکار کی آواز کے ساتھ کوئی حرف نہ نکلے۔ اگر کھنکار یا کھانسی کے ساتھ بلا اضطرار دو حرف بھی ادا ہوگئے مثلاً اح کی آواز نکلی تو نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اضطرار کی حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً طبیعت پر دباؤ ایسا پڑا کہ اح جیسا لفظ ادا ہوگیا تب نماز فاسد نہیں ہوگی قال فى الدر المختار والتنحنح بحرفين بلا عذر امابه بان نشاء من طبعه فلا او بلا غوض صحيح الخ. على هامش شامى باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها ج. ۱ ص ۵۷۸.

نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵۱) نماز عشاء سے پہلے سونے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) نماز عشاء کا وقت گذر جانے یا جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سونا مکروہ ہے۔ اگر کسی غرض سے سونا پڑے اور کسی شخص کو تاکید کردے کہ وقت پر بیدار کردے تو مکروہ نہیں ہے۔ وقال الطحاوى انما كره النوم

www.ozuislam.com

قبلها لمن خشی علیه فوت وقتها اوفوت الجماعة فیها واما من وکل نفسه الیٰ من یوقظه فیباح له النوم (شامی ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الصلاة)

بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے؟:

(سوال ۱۵۲) بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگے تو اس کو صاف کرے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ برکتی چیز ہے اس کو صاف نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) پیشانی پر لگی ہوئی مٹی کو سجدہ میں صاف کرنا مکروہ ہے۔ نماز کے بعد پوچھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاف کرنا بہتر ہے کہ اس میں ریا و نمود کا اندیشہ نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۹۴ مکروہات صلاۃ)

صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا:

(سوال ۱۵۳) نماز تراویح میں پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی دوسری صف میں کھڑا رہے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے اور منع ہے۔ صف اولیٰ پر ہو جائے تو صف ثانی میں کھڑا رہے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیوی باتیں:

(سوال ۱۵۴) فجر و ظہر میں سنت مؤکدہ کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنن باطل ہوتی ہیں یا ثواب؟

(الجواب) بعض فقہاء کے نزدیک فرض اور سنن مؤکدہ کے درمیان دنیوی باتوں سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں مگر قوی یہی ہے کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها (شامی ج ۱ ص ۶۳۶ باب الوتر والنوافل)

نماز میں کھنکارے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۵۵) بلغم وغیرہ دفع کرنے اور نماز میں گلا صاف کرنے کے لئے امام کھنکھارے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ جہری نماز یا سری نماز اسی طرح امام یا غیر امام کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام اور غیر امام، مقتدی یا منفرد، جہری نماز یا سری نماز میں گلا صاف کرنے اور بلغم دفع کرنے اور آواز کی صفائی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ البتہ بلا ضرورت و بدون مقتضائے طبیعت کھنکارے (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے) اور اس سے دو حرف والا لفظ جیسے اح اح صادر ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ''درمختار'' میں ہے۔ اور نماز میں بلا عذر دو لفظ سے کھنکھارنا جیسا کہ اح اح کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ ہاں اگر یہ عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ آواز کی صفائی اور درستگی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ والتنحنح بحرفین (بلا عذر) امابه بان نشأ من

(۱) کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة قلت بالکراهة ایضا صرح الشافعیة قوله کقیامه فی صف الخ هل الکراهة فیه تنزیهیة او تحریمیة ویرشد الی الثانی قوله علیه الصلاة والسلام : ومن قطعه قطعه الله .الخ مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوته او لیهتدی امامه او للاعلام انه فی الصلاة فلا فساد علی الصحیح در المختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۷۸ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے لئے کیا وعید ہے؟:

(سوال ۱۵۶) نماز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز فاسد نہ ہوگی اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں! مخل خشوع ہے، اور اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے جس بناء پر گذرنے والا گنہگار ہے۔ حدیث میں اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صلی احد کم الی شیئ یستره من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیه فلید فعه فان ابی فلیقا تله فانما هو الشیطان هذا لفظ البخاری و لمسلم معناه. (مشکوٰۃ شریف ص ۷۴ باب السترة) یعنی جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے جو اس کے لئے سترہ کا کام دے رہی ہے۔ اب کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو یہ اس کو ہٹا دے۔ (ایک ہاتھ سے دھکیل دے) اگر نہ مانے تو اس کو مار بھی سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵۷) ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے۔ جماعت خانہ میں نہیں پڑھی جاتی۔ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ اور صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ مجبوری ہے ''نصاب الاحتساب'' میں ہے۔ ویکره الصلاة فوق الکعبة وکذا العصود علی سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه وکذا الصعود علیٰ کل مسجد مکروه ولهذا اذا شتد الحر فیکره ان یصلوا الجماعة فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فح لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة واما شدة الحر فلانها لا توجب الضرورة وانما یحصل به زیادة المشقة وبها یزداد الاجر کله من المحیط وغیره. یعنی: محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں! اگر تعمیر و مرمت کی ضرورت سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اس بناء پر یہ بھی مکروہ ہے کہ جب گرمی شدید ہو تو چھت پر جماعت کریں۔ مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی۔ کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور مشقت بڑھتی ہے تو اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ (اس کو مجبوری نہیں کہا جاتا) (نصاب الاحتساب ص ۳۲ باب ۱۵ قلمی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد الحر

www.owaislam.com

یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینذلا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذآ فی الغرائب. یعنی:۔تمام مساجد کی چھتوں پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ہاں!اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورۃً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں ۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۲ ج۵ کتاب الکراھۃ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلۃ الخ)

''کبیری''میں ہے۔وکذا لو صلی علی السطح من شدۃ الحرای یکرہ لقولہ تعالیٰ قل نار جھنم اشد حراً لو کانوا یفقھون.انتھی وفی القنیہ امام یصلی التراویح علی سطح المسجد اختلف فی کراھتہ والاولی ان وللاعلی فیہ عند العذر فکیف بغیرہ .(کبیری ص ۳۹۲ مکروھات صلاۃ)

''شامی''میں ہے۔ثم رایت القھستانی نقل عن المفید کراھۃ الصعود علی سطح المسجد الخ ویلزمہ کراھۃ الصلوۃ ایضاً فوقہ فلیتأمل .(ص ۶۱۴ مطلب فی احکام المسجد ج ۱) (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۱۴۸ نفع المفتی والسائل ص ۱۲۱)مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

گرمی میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بدون حرج کے صحیح ہے۔اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کر لیں تو داخل ہو جائے گا اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ہو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۵۸)ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو۲ آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص ،یا سورۂ کافرون یا سورۂ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔" لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الباب الرابع فی القرأۃ)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا:

(سوال ۱۵۹)عید کی نماز میں امام نے پہلا سلام پھیرا تو اس کے ساتھ سب مقتدیوں نے بھی سلام پھیرا لیکن دوسرے سلام پھیرنے میں امام نے تاخیر کی ،تو مقتدیوں نے اس خیال سے کہ امام نے دوسرا سلام پھیر دیا ہوگا ،امام سے پہلے سلام پھیر دیا۔اس کے بعد امام نے دوسرا سلام پھیرا تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب)صورت مسئولہ میں مقتدیوں نے برا کیا مگر نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تذکرۃ الرشید میں یہ مسئلہ ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔تذکرہ الخلیل میں یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے۔ملاحظہ ہو ص ۲۰۷۔(۱) . فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برھان وقد مر وفی التاتارخانیہ ماشرع فی الصلاۃ مشی فللواحد حکم المشیٰ فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمشیٰ بقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تقید بالسجدتین ، درمختار علی ھامش شامی فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ ج ۱ ص ۴۹۰

آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم:

(سوال ۱۶۰)آستین کھلی رکھ کر شرٹ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب) کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک نیم آستین والے قمیص وغیرہ فیشن ایبل لباس پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی رہی ہوں تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتار دے۔اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے ،یعنی دونوں ہاتھ استعمال کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔یہ بھی خیال رکھئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اما لو شمر وھو فیھا تفسد لانہ عمل کثیر (شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی مکروھات الصلاۃ)

قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے:

(سوال ۱۶۱)ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں درمیان میں ذرا نہیں ٹھیرتے نہ سانس توڑتے ہیں۔اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں ،اور یہی حالت ہے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی ،ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے ،ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔بینوا توجروا۔

(الجواب)اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔(ویقوم مستویاً) لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض (ثم یکبر) مع الخرور (ویسجد واضعا) (رکبتیہ) (درمختار)(قولہ ثم یکبر)

اتی بثم للاشعار بالا طمینان فانہ سنۃ او واجب علی ما اختارہ الکمال (قولہ مع الخرور) بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور وانتھاؤہ عند انتھائہ شرح المنیۃ ویخر للسجود قائما مستویاً(درمختار مع الشامی ص ۴۶۵.۴۶۶ ج ۱ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ)

(ویسجدبین السجدتین مطمئناً)(درمختار)(وقولہ مطمئنا) ای بقدر تسبیحۃ کما فی متن الدر والسراج (درمختار مع الشامی ص ۴۷۲ ج ۱)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔کیونکہ یہ قومہ سنت ہے۔اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔عبارت میں لفظ ثم آیا ہے۔جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی زمین پر رکھی جائے) پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔آنحضرت ﷺ کے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔کہ جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے پھر سجدہ میں

www.ozmislam.com

جاتے۔اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلاۃ)

اسی طرح حضرت ابوحمید مساعدیؓ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فاذا رفع رأسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه. یعنی:۔جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہوجاتے۔یہاں تک کہ ہر ایک جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔(مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ ایضاً)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے صلوا كما رأيتموني اصلي ۔ترجمہ:۔مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔بناءً علیہ اگر ہم خود اپنی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں۔اور خلاف سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔حدیث شریف میں ہے۔کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا۔" وعليك السلام ارجع فصل فانك لم تصل ." یعنی:۔وعلیک السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔وہ واپس ہوا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے یہی فرمایا۔جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔آپ ﷺ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔فرمایا۔جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہوجاؤ پھر اللہ اکبر کہو۔پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اس طرح اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر ہر ایک رکن کو ادا کرو۔(مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۶۔)

فقہ اور حدیث کی ان تصریحات کو دیکھئے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر رکوع، سجدہ، قومہ وجلسہ نہیں کرتے سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں۔جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا اسوء الناس سرقة الذى يسرق من صلوته قالوا يا رسول الله كيف يسرق من صلوته قال لايتم ركوعها و سجودها رواه احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب الرکوع الفصل الثالث) یعنی بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔یارسول اللہ نماز کس طرح چراتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔(نہیں ٹھیراتا) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا۔تو فرمایا۔اما تحف لو مت على ذلك لمت على غير دين محمد (صلى الله عليه وسلم مشکوٰۃ باب الرکوع الفصل الثالث ص ۸۳) (تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد

پر تیری موت نہ ہوگی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نماز نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھیرائے) اور اسکا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ایضاً الفصل الثانی ۔حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گذرے۔دیکھا کہ تکبیر وارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔(اگر تو بریں بمیری روز قیامت از امتان من ترا نہ گویند)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے۔کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔اس مرد کو بلایا۔اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے۔اس نے کہا چالیس برس سے، فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔اگر تو مر گیا تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندۂ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔حفظك الله سبحانه كما حفظتني . (اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا (اور اس کے رکوع وسجود، قومہ وجلسہ کو بجا نہیں لاتا) وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی ہے۔اور کہتی ہے۔ضيعك الله كما ضيعتني (اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔(اللہ تعالیٰ تیرا ناس مارے جیسا تو نے میرا ناس مارا) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ۔مکتوب ۶۹ جلد دوم ص ۱۳۸۔۱۳۹۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا:

(سوال ۱۶۲) ہمارے یہاں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو اس وقت اگلی صف آگے بڑھادی جاتی ہے اور مقتدی امام سے تھوڑے ہی پیچھے ہوتے ہیں۔امام کے پیچھے والے مقتدی کو سجدہ کی جگہ نہیں ملتی (اس لئے وہ جگہ خالی رہتی ہے) اس لئے کہ امام تھوڑا سا آگے ہوتا ہے تو کیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو۔دو مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔والزائد يقف خلفه فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريماً لو اكثر (درمختار) (قوله تحريماً لو اكثر) افاد ان تقدم الا مام امام الصف واجب كما افاده فى الهداية والفتح (شامی ص ۵۳۱ ج ۱ باب الامامة مطلب هل الاساءة دون الكراهة او

www.ozmislam.com

افحش منها)

لہذا صورت مسئولہ میں پہلی صف کا آگے بڑھ جانا اس طرح پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سجدہ نہ کرسکیں مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ اور صحن میں بھی جگہ نہ ہو، اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۶۳) سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہوگیا ہے اور اس کو فساق وفجار نے اختیار کیا ہے، اور یہ بہت قبیح ہے، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ولا یخفی علیٰ عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیہ اسقاط مروۃ وترک ادب. عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ کو ختم کرنا ہے اور ادب وشریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۷۳)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکرہ کشف الرأس بین الناس. لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

مالابدمنہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بہ زناں وزن را تشبہ بہ مرداں، ومسلم را تشبہ بہ کفار وفساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالابدمنہ ص ۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاتہ حاسراً) ای کاشفاً (رأسہ للتکاسل) الخ اور مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بنا پر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج ۱ ص ۵۹۸ مکروہات الصلاۃ مطلب فی الخشوع) فقط واللہ اعلم۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا:

(سوال ۱۶۴) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھی، نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سمع اللہ لمن حمدہ کے اللہ اکبر کہا، نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے تو کیا پہلی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا، اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قولہ لترک واجب) ای من

واجبات الصلوۃ الا صلیۃ فخرج واجب ترتیب التلاوۃ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ باب سجود السھو) والرابع سببہ ترک واجب من واجب الصلوۃ الا صلیۃ سھواً وھو المراد بقولہ ترک واجب لا کل واجب بدلیل ماسنذکرہ من انہ لو ترک ترتیب السور لا یلزمہ شیء مع کونہ واجباً (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السھو) وفی التجنیس لو قرأ سورۃ ثم قرأ فی الثانیۃ سورۃ قبلھا ساھیاً لا یجب علیہ السجود لان مراعاۃ ترتیب السور من واجبات نظم القران لا من واجبات الصلوۃ فترکھا لا یوجب سجود السھو (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۴) درمختار میں ہے ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً (قولہ بان یقرأ منکوساً) بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مما قرأ فی الاولیٰ لان ترتیب السور فی القرأۃ من واجبات التلاوۃ (قولہ ثم ذکر یتم) افادان التنکیس او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سھواً فلا کما فی شرح المنیۃ یعنی مکروہ ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الٹا پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں سورۂ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے، لہذا اگر سہواً چھوٹی سورت کا فاصلہ ہوجائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۱ قبیل باب الامامۃ)

رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، سہواً مکروہ بھی نہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا، لہذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس موقعہ پر فتاوی رحیمیہ جلد اول ج ۴ ص ۱۶۹ نیز ج ۴ ص ۱۲۹ بھی دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا:

(سوال ۱۶۵) ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ (ثم وضع) (رکبتیہ ثم یدیہ) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من ھذہ الصفۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلاۃ) و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۶۶) فرض نماز میں مقتدی امام کی قرأت کے وقت یا خود امام قرأت کے وقت آنکھ بند کرے اور آنکھ بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) بلا کسی ضرورت ومصلحت نماز میں آنکھ بند رکھنا مکروہ ہے البتہ اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جو خشوع وخضوع

میں خلل انداز ہوتی ہو یا آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو یا کمال خشوع کے لئے معین ہو تو پھر مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے (ویکرہ) (تغمیض عینیہ) الا لمصلحة لقوله صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام احد کم فی الصلوة فلا یغمض عینیه لانه یفوت النظر للمحل المندوب ولکل عضو وطرف حظ من العباده وبروية ما یفوت الخشوع ویفرق الخاطر ربما یکون التغمیض اولیٰ من النظر.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ قوله (الا لمصلحة) کما اذا غمضها لرؤية ما یمنع خشوعه، نهر، او کمال خشوعه، در. او قصد قطع النظر عن الاغیار والتوجه الی جانب الملک الغفار، مجمع الانهر. (قوله فلا یغمض عینیه) ظاهره التحریم قال فی البحر وینبغی ان تکون الکراهة تنزیهیة اذا کان لغیر ضرورية ولا مصلحة اه (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، فصل فی المکروهات)

درمختار میں ہے (وتغمیض عینیه) للنهی الا لکمال الخشوع، شامی میں ہے، (قوله للنهی) ای فی حدیث اذا قام احد کم فی الصلوة فلا یغمض عینیه رواه ابن عدی الا ان فی سنده من ضعف وعلل، فی البدائع بان السنة ان یری ببصره الی موضع سجوده وفی التغمیض ترکها ثم الظاهر ان الکراهة تنزیهیة کذا فی الحلیة والبحر وکانه لان علة النهی ما مر عن البدائع وهی الصارف له عن التحریم (قوله الا لکمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما یفرق الخاطر فلا یکره بل قال بعض العلماء انه الاولی ولیس ببعید حلیه وبحر (درمختار وشامی ص ۶۰۳ ج ۱ ص ۶۰۴ مکروهات الصلوة)

غایۃ الاوطار میں ہے وتغمیض عینیه للنهی لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہیں نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا (نظر رکھنا) مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اس لئے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا (کذا فی الشامی بتصرف (غایة الاوطار ترجمه درمختار ج ۱ ص ۳۰۱)

علم الفقہ میں ہے: (۲۲) حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے (درمختار وغیرہ) (علم الفقه ج ۲ ص ۱۱۸ مکروهات نماز) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۷) ایک شخص نے وضو کیا، رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی جماعت میں شامل ہو گیا اور کہنیاں کھلی رہ گئیں، جماعت میں شامل ہونے کے بعد نماز میں وہ شخص اپنی آستین اتارے یا آستین چڑھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پوری کرے افضل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہو جائے، اس کی صورت یہ ہے کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ سجدہ میں کچھ جلسہ میں، اس طرح موقع بموقع عمل قلیل سے دونوں آستین اتارے شامی میں ہے ومثله مالو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک الرکعة مع الامام واذا دخل فی الصلوة کذلک وقلنا بالکراهة فهل الافضل ارخاء کمیه فیها بعمل قلیل او ترکهما لم اراه و الاظهر الاول بدلیل قوله الاتی ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل تأمل هذا وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بان یکون رافعاً کمیه الی المرفقین وظاهره انه لا یکره الی ما دونهما (شامی ص ۵۹۹ ج ۱) مطلب مکروهات الصلوة تحت قوله کمشمر کم او ذیل) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے:

(سوال ۱۶۸) ٹخنوں سے نیچے ازار، لنگی پہننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے؟ بہت سے لوگ نماز کے وقت ازار کو موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کر لیتے ہیں، کیا نماز میں ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ضروری ہے؟ اگر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹخنوں سے نیچے پائجامہ (ازار) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔

حدثنا موسی بن اسمعیل..... عن عطاء بن یسار عن ابی هریرة قال بینما رجل یصلی مسبلا ازاره اذقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء، ثم قال اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال له رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مالک امرته ان یتوضاء قال انه کان یصلی وهو مسبل ازاره، وان اللہ جل ذکره لا یقبل صلوة رجل مسبل ازاره. (ابو داؤد شریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الاسبال فی الصلوة)

ترجمہ:۔ عطاء بن یسار حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کر کے آؤ، وہ شخص وضو کر کے آیا چنانچہ وہ شخص گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کر کے آیا، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہوئے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

حدثنا زید بن اخزم..... عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من اسبل ازاره فی صلوته خیلاء (ای تکبراً) فلیس من اللہ جل ذکره فی حل ولا حرام، (ابو

www.owaislam.com

www.ownislam.com

داؤدشریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الا سبال فی الصلوۃ)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص ازراہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لئے جنت حلال ہوگی نہ اس پر جہنم حرام ہوگی۔

مردوں کے لئے ازار وغیرہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو افضل صورت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو، اگر اس سے نیچے ہو تو بیش از بیش ٹخنوں سے اوپر تک ہو، ازراہ کبر ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا سخت حرام ہے، احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱)عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطراً رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس ،فصل نمبر ۲)

ترجمہ:۔حضرت ابوسعید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مؤمن کی ازار نصف پنڈلی تک ہے، اور اس سے نیچے دونوں ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں کوئی حرج (گناہ) نہیں اور ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو وہ جہنم میں ہوگا، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص کو نہیں دیکھے گا جو اپنی ازار تکبر کے مارے لٹکائے۔

(۲)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فھو فی النار، رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوۃ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے قدم کے جتنے حصے پر ازار لٹکتی ہے وہ حصہ دوزخ میں جلے گا (مظاہر حق ص ۴۹۴ ج ۳ ملخص)

(۳)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطراً متفق علیہ (بخاری و مسلم) (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) اس شخص پر نہیں کرے گا جو اپنی ازار ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے دراز کرے (یعنی لٹکائے)

(۴)عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ازارہ خیلاء، لم ینظر اللہ یوم القیمۃ متفق علیہ .(مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی ازار تکبر سے کھینچے (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں

دیکھے گا۔

(۵)عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہ بند کو لٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا، اس کو دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

(۶)حدثنا حفص بن عمر عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلثۃ لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم قلت من ھم یا رسول اللہ قد خابوا وخسروا فاعادھا ثلثاً قلت من ھم یا رسول اللہ خابو او خسروا قال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب او الفاجر (شک الراوی) (ابو داؤدشریف ص ۲۱۰ جلد ثانی، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

ترجمہ:۔حضرت ابوذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت ورعایۃ) کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں وہ تو یقیناً ناکام ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں وہ تو ناکام ہوگئے اور خسران میں پڑ گئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (۱) (ازار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ لیلۃ البراءۃ (شب برات نصف شعبان کی رات) میں بھی ایسا شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ مظاہر حق میں حدیث نقل کی ہے۔

"اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں سب بخشے جاتے ہیں مگر عاق (والدین کی نافرمانی کرنے والا) اور مدمن خمر (ہمیشہ شراب پینے والا) اور مسبل ازار (ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا) نہیں بخشے جاتے (مظاہر حق ص ۴۹۵ ج ۳ کتاب اللباس)

الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر میں ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا آج شب بنوکلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کی رہائی دیئے دوزخی چھوٹیں گے البتہ جو مشرک ہوگا اور جو کینہ ور ہوگا اور جو رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھے گا اور جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکا ہوا پہنے گا اور جو والدین کا نافرمان ہوگا اور جو شراب خوری کا خوگر ہوگا اس کی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائے گا (الجواہر الزواہر ص ۲۵۱ بیسویں بصیرت)

مذکورہ روایات میں غور کیجئے ٹخنوں سے نیچے ازار، پائجامہ لٹکانے پر کتنی سخت وعید ہے، ان روایات کے پیش نظر کوئی مؤمن اس بات کی ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ فعل عموماً ازراہ کبر اور غیروں کے تشبہ سے ہوتا ہے، جب شرعی حکم یہ ہے کہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو اس میں غفلت اور لاپرواہی نہ ہونی چاہئے، لہذا

یوں کہنا کہ ہمارا یہ فعل ازراہ تکبر نہیں ہے بے خیالی میں ہوجاتا ہے مسموم نہ ہوگا یہ دیکھنے والوں کو ایسے شخص سے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو بدظنی پیدا ہو۔

عدالآثام میں ہے۔

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا تہبند پہننے کی ممانعت:

چونکہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے صاف طریق سے فرمادیا ہے کہ ما اسفل من الکعبین ففی النار (بخاری شریف) یعنی جو کوئی مرد کہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہنے گا وہ دوزخ میں ہوگا لہذا مردوں کو ایسا نیچا پائجامہ یا تہ بند پہننا قطعی حرام ہے، بعض احادیث میں فخریہ پہننے کی جو قید مذکور ہے اول تو وہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے جیسا کہ علمائے محدثین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے دوسرے اگر اس میں فخر کا لگاؤ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پائجامہ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں اور اس بابت ان سے مضحکہ بھی کرتے ہیں جو کفر ہی ہے کہ مسائل شرعیہ پر مضحکہ اڑانا صریح کفر ہے غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری خرابی ضمیر ہی کی خرابی سے ہے ورنہ احکام شریعت کی بجاآوری کچھ مشکل نہ تھی (عدالآثام معروف بہ احکام الاعضاء ص ۱۵۷، ۱۵۸ مؤلفہ مولوی محمد یاور حسین حنفی گوپا موی، مطبع نول کشور لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ تقصیر الثیاب سنة واسبال الازار والقمیص بدعة ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق وھذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازارھن اسفل من ازار الرجال یستر ظھر قدمھن اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراھة تنزیه کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳۳ ج ۵ کتاب الکراھیة، الباب التاسع)

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ٹخنوں سے اوپر ازار پائجامہ پہنیں اور یہ حکم صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے گو کہ نماز کے وقت عمل نہ کرنے کا گناہ نسبتہً زیادہ ہوگا اور اگر یہ فعل ازراہ تکبر ہے تو اس حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، ثواب سے محرومی رہے گی۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

(سوال) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے بہت وعید آئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۷ ج ۴ مدلل ومکمل) فقط واللہ اعلم۔

بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۶۹) اگر مسجد میں قبلہ والی دیوار پر کچھ لکھا ہو مثلاً "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے۔" یا کوئی آیت یا حدیث لکھی ہو اس کو کسی نے نماز کے دوران دل سے پڑھ کر سمجھ لیا تو کیا ایسی مکتوب چیز کے ماحصل اور مفہوم کو سمجھ لینے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قصداً وارادۃً دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر پڑھنے میں زبان کو حرکت ہوئی تو یہ تلفظ ہوا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی اور بلا قصد وارادہ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے مکروہ نہیں مگر نظر جمائے نہ رکھے، درمختار میں ہے۔ (ولا یفسدھا نظرہ الی مکتوب وفھمه) ولو مستفھما وان کرہ (درمختار) شامی میں ہے (قوله ولو مستفھما) اشاربه الی نفی ما قیل انه لو مستفھما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمه اتفاقاً لعدم الفعل منه الخ (قوله وان کرہ) ای لا شتغاله بما لیس من اعمال الصلوٰة واما لو وقع علیه نظرہ بلا قصد وفھمه فلا یکرہ (درمختار و شامی ص ۵۹۳ ج ۱، باب مایفسد الصلوٰة وما یکرہ فیھا)

مراقی الفلاح میں ہے (لو نظر المصلی الی مکتوب وفھمه) سواء کان قرانا اوغیرہ قصد الاستفھام اولا أساء الادب ولم تفسد صلاته لعدم النطق، بالکلام. طحطاوی میں ہے۔ (قوله لو نظر المصلی الیٰ مکتوب الخ) وجه عدم الفساد انه انما یتحقق بالقراء ۃ وبالنظر والفھم لم تحصل والیه اشار المؤلف بقوله لعدم النطق (قوله قصد الاستفھام) بھذا علم ان ترک الخشوع لا یخل بالصحة بل بالکمال ولذ اقال فی الخانیة والخلاصة اذا تفکر فی الصلوٰة فتذکر شعراً او خطبة فقرأھا بقلبه ولم یتکلم بلسانه لا تفسد صلاته کما فی البحر (قوله اساء الادب) لان فیه اشتغالاً عن الصلوٰة وظاھرہ ان الکراھة تنزیھیة وھذا انما یکون بالقصد واما لو وقع نظرہ علیه من غیر قصد و فھمه فلا یکرہ (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۷ فصل فی ما لا یفسد الصلوٰة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۷۰) نماز میں اپنے جسم پر بلا ضرورت ہاتھ پھیرتا ہے، کپڑوں کو درست کرتا ہے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز نہایت خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے، بلا ضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے (وعبثه به) ای بثوبه (وبجسده) للنھی الا لحاجة ولا باس به خارج صلاة، شامی میں ہے (قوله للنھی) وھو ما اخرجه القضاعی عنه صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ کرہ ثلاثا العبث فی الصلوٰة والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وھی کراھة تحریم کما فی البحر یعنی بلا ضرورت اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، حدیث میں اس پر نہی وارد ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو پسند نہیں فرماتے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں گالی گلوچ کرنا (۳) قبرستان میں ہنسنا، اور یہ افعال مکروہ تحریمی ہیں، بحر میں اس کی صراحت ہے (درمختار وشامی ص ۵۹۹ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

فرض نماز کے بعد امام سنت ونوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷۱) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد سنت اور نفل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

www.ownislam.com

(الجواب)مناسب یہ ہے کہ امام مصلی سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت اور نفل پڑھے اسی جگہ پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ ہٹ کر پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ویکرہ للامام ان یصلی فی مکانه الذی صلی فیه الفرض کما فی البحر والکافی (طحطاوی ص ۱۰۳ قبیل باب الاذان تحت قوله الا سنة الفجر) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۷۲)دن بدن آزاد خیال لوگوں نے کھلے سر نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اس کا کیا حکم ہے تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

(الجواب)سر چھپانا، ٹوپی پہننا اسلامی لباس میں داخل ہے اس کی خاص فضیلت واہمیت آئی ہے، کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا جانا، بے ادبی اور بے حیائی ہے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ تابعین وسلف صالحین مشائخ ومحدثین اور ائمہ دین کی یہ عادت نہ تھی، بلکہ یہ تو یہود ونصاریٰ اور غیروں کی پیروی ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ ویکرہ کشف راسه بین الناس . یعنی لوگوں کے سامنے کھلے سر پھرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رقم طراز ہیں۔ (ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیه اسقاط مروة وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبد الله دلالة ص ۳۷۳)

عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ کھلے سر لوگوں کے سامنے پھرنا معیوب ہے اور اس میں اسقاط مروت وترک ادب ہے صرف احرام کی حالت میں اظہار عبدیت وعاجزی کے مدنظر سر کو کھلا رکھنے کا حکم ہے نہ کہ بطور فیشن کے، جب کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا اور پھرنا مکروہ وبے ادبی سمجھا جاتا ہے تو پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کھلے سر پڑھنے میں کس قدر خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی؟ بڑوں کو کھلے سر گھومتے اور نماز پڑھتے چھوٹے بچے دیکھ کر وہ بھی ان کی نقالی کریں گے اور اس برائی کا سبب بڑے ہوں گے، حدیث شریف میں ہے۔

ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعد من غیر ان ینقص من اوزارهم شئی (مشکوۃ ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اس کا بھی گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد والے کے گناہ میں کمی ہو، درمختار میں ہے۔ کہ کسل کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شامی میں ہے، علمائے کرام سے منقول ہے کہ گرمی کے سبب بھی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و(تکره صلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل (درمختار) عن بعض المشایخ انه لاجل الحرارة والتخفیف مکروه (شامی ج ۱ ص ۶۰۰ مکروهات الصلاة مطلب فی الخشوع)

نیز فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کاہلی کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حتی کہ حالت نماز میں اگر ٹوپی گر جائے تو عمل کثیر کا ارتکاب کئے بغیر پہننے کا حکم ہے۔ ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت

لتکریر او عمل کثیر (ایضاً ص ۶۰۰) لہذا کھلے سر نماز پڑھنے کا فیشن قابل ترک اور فساق کا فعل ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان طبقہ کو اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرما کر اس نازیبا طریقہ سے باز رکھے آمین ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے:

(سوال ۱۷۳)امام صاحب مسجد کی محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب)امام صاحب محراب میں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدم داخل محراب ہوں تو مکروہ ہے، البتہ قدمین خارج محراب ہوں تو مکروہ نہیں، نمازیوں کے ازدحام اور جگہ کی تنگی کے سبب مجبوراً اندرون محراب قیام کی نوبت آوے تو مکروہ نہیں۔

ویکره قیام الامام بجملته فی المحراب لا قیامه خارجه وسجوده فیه(الیٰ قوله)واذا ضاق المکان فلا کراهة(مراقی الفلاح بهامش الطحطاوی ص ۱۹۸ فصل فی المکروهات الصلاة)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں:

(سوال ۱۷۴)ایک امام صاحب ہاتھ باندھنے کے بعد بار بار ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے ہیں اور بار بار قمیص کھینچتے ہیں، ایسے ہی رکوع میں ازار کے پائینچے درست کر کے پھر سجدہ کرتے ہیں نماز میں ایسی حرکات کے مرتکب کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب)امام یا غیر امام کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کبھی عمل کثیر ہو کر فساد نماز کی نوبت آجاتی ہے، لہذا ایسے عبث فعل سے امام اور مصلیوں کو بچنا چاہئے۔ ویکره ایضا ان یکف ثوبه وهو فی الصلوٰة بعمل قلیل بان یرفعه من بین یدیه او من خلفه عند السجود او یده فیها وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمر الکم والذیل وان یرفعه کیلا یتترب الخ (کبیری ص ۳۳۷).....فقط و اللہ اعلم بالصواب .

www.ownislam.com

مسبوق لاحق مدرک

حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۷۵) حرم شریف میں حاج کو اکثر مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت ہے نماز کے لئے جگہ نصیب ہوتی ہے اور گاہ بگاہ ایک دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں ملتیں تو امام کے سلام کے بعد اسے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً عصر کے وقت چونکہ اس کے بعد سنن نہیں ہیں اس لئے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنی ساری بھیڑ ہو جاتی ہے کہ سجدہ کرنا دوبھر ہو جاتا ہے بلکہ پڑا پڑی میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسبوق امام کے سلام پھرانے سے اول کھڑا ہو کر اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ یا نہیں؟

(الجواب) ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری شرح منیہ میں ہے او یخاف مرور الناس بین یدیہ ونحو ذلک فلا یکرہ ح ان یقوم قبل سلامہ بعد قعودہ قدر التشہد ولا یقوم قبل قعودہ قدر التشہد اصلاً (مفسدات صلاۃ ص ۴۳۹) (ترجمہ) خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گذر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جا سکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو۔

مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۷۶) مغرب کی آخری رکعت میں شرکت کی یعنی ایک رکعت ملی امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کیا کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت ملا کر دو رکعتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ساتھی نے (جس کو آخری رکعت ملی تھی) ایک رکعت ادا کر کے قعدہ نہیں کیا بلکہ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور مزید اینکہ سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، کیا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا بہتر تھا آپ نے درست کیا۔ آپ کے ساتھی نے دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے تاہم اس کی نماز ہو گئی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اس صورت میں سجدۂ سہو بھی استحساناً لازم نہیں ہے لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرأ فی الرکعتین الفاتحہ والسورۃ ویقعد فی اولہما لانہا ثنائیۃ ولولم یقعد جاز الخ (کبیری ص ۴۴۱ مفسدات صلاۃ صغیری ص ۲۴۱ شامی ج ۱ ص ۵۵۸ قبیل باب الاستخلاف فتاوی محمدی ص ۸۷)

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے روبرو پیش ہوا تھا تو آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ دونوں (مسروق و جندب) کی نماز ہو گئی مگر مجھے یہ پسند ہے کہ مسروق کی سی نماز پڑھوں یعنی ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کروں (مجمع

الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) قال فی شرح المنیۃ ولولم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولو یلزمہ سجود السہو لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہہ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۷۷) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے۔

(الجواب) امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے:

(سوال ۱۷۸) مسبوق آدمی سجدۂ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

(الجواب) مسبوق جس کو اپنی بقیہ نماز ابھی پوری کرنی ہے وہ سجدۂ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے (شامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السہو) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام جب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود، دعا پڑھے یا نہیں:

(سوال ۱۷۹) ایک شخص کی دو رکعت چھوٹ گئیں۔ امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھیں اور تشہد۔ درود و دعا پڑھیں۔ تو یہ مسبوق کیا پڑھے؟ التحیات اور درود وغیرہ پڑھے یا خاموش بیٹھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التحیات (تشہد) اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو۔ یا اشہد ان لا الہ الا اللہ مکرر کہہ کر پڑھتا رہے۔ درمختار میں ہے۔ واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ (درمختار) قولہ فیترسل) ای یتمہل وہذا ما صححہ فی الخانیۃ وشرح المنیۃ فی بحث المسبوق من باب السہو وباقی الاقوال مصححۃ ایضاً قال فی البحر وینبغی الافتاء بما فی الخانیۃ کما لا یخفی ولعل وجہہ کما فی النہر انہ یقضی آخر صلاتہ فی حق التشہد ویاتی فیہ بالصلوۃ و الدعاء وہذا لیس اخراً الخ (درمختار و الشامی ج ۱ ص ۴۷۷ فصل فی بیان تالیف الصلوۃ الخ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۸۰) مقتدی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام توقف کر کے نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہہ کر، امام کو رکوع میں پالیا تو یہ اقتدا صحیح ہوگی اور رکعت معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۱) قولہ وتنقضی قدوۃ بالاول ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلاتہ فلما قال السلام جاء رجل والتدی بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلا فی صلاتہ لان ہذا سلام الا تری انہ لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاتہ ساہیا فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلاتہ شامی، واجبات الصلاۃ ج ۱ ص ۴۳۶.

www.ownislam.com

(الجواب) صورت مسئولہ میں تکبیر بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی ہے اس لئے نماز میں داخل نہ ہوا، جب نماز میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ مجالس ابرار میں ہے، ومحل التکبیر القیام المحض حتیٰ لو ادرک الامام فی الرکوع وکبر حال الانحطاط لا یصیر داخلاً فی الصلوٰۃ لان شرط الدخول فیھا وقوع التکبیر فی محض القیام ولو قال فی القیام اللہ وفی الرکوع اکبر لا یصیر داخلاً.

ترجمہ۔ اور تکبیر کا موقع قیام ہے (یعنی حالت قیام میں پوری تکبیر کہنا چاہئے) اسی بنا پر اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں کہنا ہے لہذا اگر قیام میں "اللہ" کہا اور رکوع میں "اکبر" تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار ص۔ ۲۰ مجلس نمبر ۵۲ کبیری ص ۲۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب.

چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۱) تین رکعت پوری ہونے کے بعد ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے گا؟ یعنی کس کس رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا؟ اور کون سی رکعت پر قعدہ کرے گا؟ مع حوالہ جواب عنایت کریں یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہو رہا ہے؟ بینوا توجروا (از جدہ)

(الجواب) اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر ثنا پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے۔ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔ درمختار میں ہے۔ ویقضی اول صلوٰتہ فی حق قراءۃ واخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۲) مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کس طرح ادا کرے۔ مع حوالہ جواب عنایت کریں۔ یہاں اختلاف ہو رہا ہے۔ بینوا توجروا۔ (از جدہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوا اور پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پوری کرے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ مگر حدیث ابن مسعودؓ کی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو رکعت کر کے قعدہ کرے گا تب بھی اس

پر سجدۂ سہو یا نماز کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۶) کبیری میں ہے لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرء فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولھما لانھا ثانیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السھو (کبیری ص ۵۵۸) شامی میں ہے (قولہ وتشھد بینھما) قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۱۸۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۱۵۲ پر فتویٰ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے؟

(الجواب) "امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے،" اس جواب پر بعض مفتیان کرام کو اشکال ہے کہ جب اس شخص نے قعدہ میں شرکت نہیں کی تو اقتدا کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے اقتدا کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو وہ حرمت صلوٰۃ میں داخل ہو گیا اور اقتدا صحیح ہو گئی، صحت اقتداء کے لئے اتنی شرکت کافی ہے، قعدہ میں شرکت شرط نہیں، البتہ اگر لفظ سلام کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی ہو تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قولہ وتنتھی قدوۃ بالاول) ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلوتہ فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاتہ لان ھذا سلام الخ (شامی ج ۱ ص ۴۳۶ واجبات الصلاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صورت میں اقتداء صحیح ہے صحت اقتداء کے لئے ادنیٰ مشارکت کافی ہے، صغیری میں ہے وفی الذخیرۃ قال وان سوی ظھرہ فی الرکوع یعنی حال کون الامام راکعاً صار مدرکاً تلک الرکعۃ قدر علی التسبیح اولم یقدر ای لا تشترط المشارکۃ قدر التسبیحۃ وھذا ھو الاصح لان الشرط المشارکۃ فی جزء من الرکن وان قل وادناہ ان ینتھی الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام عن حد الرکوع الخ (صغیری ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

اس کی تائید میں دو فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ

(سوال) مقتدی بہ نیت اقتدا صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرے یا بارگاہ انفرادی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

(الجواب) اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کر لی تھی تو وہ نماز میں شریک ہو گیا اور اسی نماز کو پوری کر لے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۹۸)

www.ozmislam.com

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

(سوال) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے یا اول ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

(الجواب) پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہوگیا، اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیة عند قول المنیة ولا دخول فی الصلوة الا بتکبیر الا فتتاح (شامی) (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ثالث باب الجماعت ص ۶۹) فقط و اللہ اعلم

فتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے:

(سوال ۱۸۴) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۱۵۳ جلد پنجم پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہوگئی اور وہ جماعت میں شامل ہوگیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرت کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۵-۱۵۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید دو فتوے نظر سے گذرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک.

(الجواب) ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام یہ امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ کے فتاویٰ درج ہیں جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۵ پاکستان ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا ہے)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۸۵) دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھنے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہوگی، نعم لو نسی أحد المسبوقین فقضی ملاحظا للاخر بالا قتداء صح، درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامة فقط و اللہ اعلم.

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

(سوال ۱۸۶) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آ کے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف

نیت ہی باندھنے پایا یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرداً پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

(الجواب) قال فی الدر لو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به الی ان یبلغ الرکوع یکفیه قنیة ص ۴۶۳ ج ۱ وفی الشر نبلالیة والثانی من شروط صحة التحریمة الاتیان بالتحریمة قائمة او منحنیاً قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للرکوع قال فی البرهان لو ادرک الامام راکعا فحنی ظهره ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو ارادبه تکبیر الرکوع وتلغویته لان مدرک الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیر مرتین خلافاً لبعضهم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح التحریمة اه (ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوہ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہوگئی، تو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم ۲۲ صفر ۴۶ھ۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷، ج ۱ ص ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔ لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے۔

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۸۷) ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر لیا، کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باسم ملہم بالصواب۔ اقتداء صحیح ہوگئی قال فی شرح التنویر وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۳۶) وفقط و اللہ اعلم بالصواب.

۲ رجب ۸۴ھ (احسن الفتاویٰ جدید ج ۳ ص ۲۷۰ باب الامامة والجماعة)

مسبوق کے لئے ثناء تعوذ اور تسمیہ کا حکم:

(سوال ۱۸۸) مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے، درمختار میں ہے (والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد) حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بها لکراهتها مفتاح السعادة (قوله حتی یثنی) تفریع علی قوله منفرد فیما یقضیه بعد فراغ امامه فیأتی بالثناء والتعوذ لانه للقراءة ویقرأ لانه یقضی اول صلاته فی حق القراءة کما یأتی حتی لو ترک القراءة فسدت (درمختار و شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۷، ۵۵۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

www.ownislam.com

www.ownislam.com

صلوۃ المریض

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لئے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ پوری رکعت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہیں۔ سہارے کے بغیر کھڑے نہ ہو سکیں تو دیوار یا عصا کا سہارا بھی لے لیں۔ اپنے خادم کا سہارا لے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں تو اتنی مقدار ضرور کھڑے ہوں۔ اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہو جائے گی۔ تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح بیٹھنے کے متعلق بھی ہے۔ تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتے ہے تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی۔ جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں لیکن نصف اجر ملے گا۔ قال فی الدر وان قدر علیٰ بعض القیام (و لو متکا علی عصا او حائطا) (قام) لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذھب لان البعض معتبر بالکل (درمختار) وقولہ علی المذھب) فی شرح الحلوان نقلاً من الھند وانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ او کان یقدر علی القیام بعض القراءۃ دون تمام یو مر بان یکبر قائماً ویقرأ ما قدر علیہ ثم یقعد ان عجز وھم المذھب الصحیح لایروی خلافہ عن اصحابنا ولو ترک ھذا خفت ان لا تجوز صلاتہ وفی شرح القاضی فان عجز عن القیام مستویاً فلم یقوم متکئاً لا یجزیہ الا ذلک وکذا لو عجز عن القعود مستویاً قالوا یقعد متکا لا یجزیہ الا ذلک فقال عن شرح التمر تاشی ونحوہ فی العنایۃ بزیادۃ وکذلک لو قدر ان یعتمد علی عصا او کان لہ خادم لو اتکأ علیہ قدر علی القیام اھ (درمختار مع الشامی ص ۷۱۰ ج ۱ باب صلوٰۃ المریض) فقط و اللہ اعلم بالصواب. وفیہ ایضاً قولہ ای الفریضہ اراد بھا ما یشتمل الواجب کالوتر وما فی حکمہ کسنۃ الفجر (ردالمحتار باب صلوۃ المریض)

بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے تو کس صورت میں قیام کر سکتا ہے؟ اس کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۰) بیمار گھر میں کھڑا کھڑا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز با جماعت کے لئے جائے تو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی بیٹھ کر پڑھنی پڑتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے کھڑے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز با جماعت بیٹھ کر پڑھے؟

(الجواب) اس کے لئے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے۔ جماعت کے لئے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

مریض کے لئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۱) مریض اشارے سے رکوع سجود کرتا ہے اگر اس کے لئے تکیہ رکھ دیا جائے اور اس پر وہ سجدہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اشارہ سے جتنا جھک سکتا ہو اتنا سر جھکانا ضروری ہے اگر اسی مقدار پر تکیہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر تکیہ اس سے اونچا ہے تو جھکنا پورا نہیں پایا گیا تکیہ مخل اور مانع ہوا تو نماز درست نہ ہوگی وان لم یستطع الرکوع والسجود یؤمی براسہ قاعداً ویجعل سجودہ' اخفض من رکوعہ لیتحقق الفرق بینھما ولا یرفع الیہ شیئی یسجد علیہ ان کان خفض رأسہ یصح ویکون صلاتہ بالایماء والا فلا. (مجالس الابرار م ۵۲ ص ۳۰۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست:

(سوال ۱۹۲) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجاء نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجاء کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرے چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود نہیں ہے اور خود استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیئاً تنجس من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا ان یلحقہ مشقۃ بتحریکہ (درمختار ج ۱ ص ۱۵۷ باب صلوۃ المریض) دوسری جگہ ہے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً لہ ترکہ (درمختار) شامی میں ہے (وقولہ وکذا مریض الخ) فی الخلاصۃ مریض مجروح تحتہ ثیاب نجسۃ ان کان بحال لایبسط تحتہ شیئی الا تنجس من ساعتہ لہ ان یصلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الثانی الا ان یزداد مرضہ لہ ان یصلی فیہ (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۸۳ کتاب الطھارت مطلب فی احکام المعذور)

(۱) ولو اضعفہ عن القیام الخروج للجماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافاً للاشباہ قال فی الشامیۃ تحت قولہ بہ یفتی وجھہ' ان القیام فرض بخلاف الجماعۃ وبہ قال مالک والشافعی خلافا لا حمد بناء علی ان الجماعۃ فرض عندہ الخ درمختار مع الشامی باب صفۃ الصلاۃ ج ۱ ص ۴۱۵.

www.ozunislam.com

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فرع) فی الخانیة مریض عجز عن الا ستنجاء ولم یکن له من یحل له جماعه' سقط عنه الا ستنجاء لا نه لا یحل مس فرجه الا لذلک و اللہ اعلم (طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الا ستنجآء ص ۲۷)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ نمبر ۱۳۔ فالج گرا اور اسی بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجاء نہیں کرسکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے، اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں تو بھی نماز قضاء نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے، کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی، البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے، اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۴ ص ۵۵ حصہ دوسرا، بیمار کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہو تو نماز کس طرح پڑھے:

(سوال ۱۹۳) ایک عورت کی عمر ساٹھ برس ہے اسے قطرہ کا عارضہ ہے جب وہ نماز میں سجدہ میں ہوتی ہے تو دو تین قطرے پیشاب ہوجاتا ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھتی ہے تو قطرہ نہیں آتا ہے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں قیام اور رکوع میں قطرہ نہ آتا ہو تو کھڑے ہوکر نماز شروع کرے اور رکوع بھی کرے اور سجدہ کھڑے کھڑے اشارہ سے کرے (شامی ص ۷۱۰ ج ۱)(۱) یا بیٹھ جائے اور اشارہ سے سجدہ کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر پوری نماز اشارہ سے ادا کرے، اور فقہاء نے اس کو (بیٹھ کر اشارہ کرکے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی بہ نسبت) افضل کہا ہے، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو ملتقی الابحر میں ہے (وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود) اوعن السجود فقط (یؤمی قاعداً وهو افضل من الا یماء قائماً لان القعود اقرب الی السجود وهو المقصود (ملتقی الا بحر) مجمع الا نهر میں ہے (قوله وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود یؤمی قاعداً) لان رکنیة القیام لکونه وسیلة الی السجود الذی هو نهایة التعظیم فسقط الوسیلة لسقوط الا صل (وهو) ای الا یماء قاعداً (افضل من الایماء قائماً) لکون رائسه فیه اقرب الی الارض قال شیخ الا سلام یؤ می للرکوع قائماً والسجود قاعداً وقال زفرو الشافعی یصلی قائما بالا یماء کذا فی التبیین (مجمع الا نهر شرح ملتقی الا بحر ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، باب صلوة المریض)

مراقی الفلاح میں ہے (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی القعود و لو مستنداً (صلی قاعداً بالا یماء) للرکوع والسجود برأسه ولایجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ه لا) براسه (للسجود اخفض من ایماء ه) براسه (للرکوع) وکذ الو عجز عن السجود وقدر علی الرکوع یؤ می بهما لان النبی صلی اللہ علیه وسلم عاد مریضاً فرأ ه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها

(۱) وفی الذخیرة رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر علی الرکوع والقیام والقرأة یصلی قاعداً یؤ می ولو صلی قائما برکوع وقعد او ما بالسجود واجزأه والا ول لم یشرعا قربة بنفسها بل لیکونا وسیلتین الی السجود ، باب صلاة المریض)

11

فاخذ عوداً لیصلی علیه فرمی به و قال صلی علی الارض ان استطعت والا فاوم ایماء ً واجعل سجودک اخفض من رکوعک.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله صلی قاعداً بالایماء) او قائما به والاول افضل لانه اشبه بالسجود لکونه اقرب الی الارض وهو المقصود کذا فی التبیین وفی البحر ظاهر المذهب جواز الا یماء قائما او قاعدا کما لا یخفی ا ه قال الحلبی لو قیل ان الا یماء قائما هو الا فضل خروجاً من الخلاف یعنی خلاف من یشترط القیام عند القدرة علیه لکان موجها (قوله و کذا لو عجز عن السجود الخ) قال فی الفتح رجل بحلقه جرح لا یقدر علی السجود ویقدر علی غیره من الا فعال یصلی قاعدا بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعد أ و ما للسجود جاز والاول اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۵ باب صلاة المریض)

درمختار میں ہے:۔ (ومنها القیام) (فی فرض) (لقادرعلیه) وعلی السجود فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قاعداً و کذا من یسیل جرحه لو سجد وقدیتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله الخ (درمختار) شامی میں ہے (قوله فلو قدر علیه) ای علی القیام وحده' او مع الرکوع کما فی المنیة (قوله ندب ایماء ه ' قاعداً) ای لقربه من السجود وجاز ایماء ه قائماً کما فی البحر الخ (قوله و کذا) ای یندب ایماء ه قاعداً مع جواز ایمائه قائما لعجزه، عن السجود حکماً لا نه لو سجد لزمه فوات الطهارة بلا خلف واو ما کان الا یماء خلفاً عن السجود (درمختار و شامی ص ۴۱۴، ص ۴۱۵ ج ۱، باب صفة الصلوة) غایۃ الاوطار میں ہے لقادر علیہ علی السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قائماً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر ہو تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے و کذا من یسیل جرحه لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا۔ کذا فی الحلبی (غایۃ الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱ ص ۲۰۷)

درمختار میں ایک اور مقام پر ہے (وان تعذرا) لیس تعذرهما بل تعذر السجود کاف (لا القیام اوما قاعداً) وهو افضل من الا یماء قائماً لقربه من الارض (ویجعل سجوده اخفض من رکوعه) لزوماً (درمختار) شامی میں ہے (قوله او ما قاعداً) لان رکنیة القیام للتوصل الی السجود فلا یجب دونه وهذا اولیٰ من قول بعضهم صلی قاعدا اذا یفترض علیه ان یقوم للقرأة فاذا جآء اوان الرکوع والسجود اوما قاعداً کذا فی النهر اقول التعبیر یصلی قاعداً هو ما فی الهدایة والقدوری وغیرهما واما ما ذکره من افتراض القیام فلم ار ه لغیره فیما عندی من کتب المذهب بل کلهم متفقون علی التعلیل بان القیام سقط لانه وسیلة الی السجود بل صرح فی الحلیة بان هذه

www.ownislam.com

المسئلة من المسائل التی سقط فیها وجوب القیام مع انتفاء العجز الحقیقی والحکمی اھ ویلزم علی ما قاله انه لو عجز عن السجود فقط ان یرکع قائماً وهو خلاف المنصوص کما علمته آنفاً نعم ذکر القهستانی عن الزاهدی انه یومی للرکوع قائماً وللسجود جالساً ولو عکس لم یجز علی الاصح اھ وجزم به الولوالجی لکن ذکر ذلک فی النهر وقال الا ان المذهب الاطلاق اھ ای یؤمی قاعدا او قائما فیهما فالظاهر ان ما ذکرہ هنا سهو فتنبه له (درمختار وشامی ص ۷۱۰ ج ۱ ،باب صلوۃ المریض)

غایۃ الاوطار میں ہے وان تعذرا..... ویجعل سجودہ اخفض من رکوعه اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہوسکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہوکر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کے زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا۔ شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہوسکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا۔ الخ (غایۃ الاوطار ص ۳۴۶ ج ۱)

فقط و اللہ اعلم بالصواب.

آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ:

(سوال ۱۹۴) میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے، رکوع وسجدہ کے لئے گردن جھکاتا ہوں تو آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور درد ہوتا ہے آنکھ سرخ ہوجاتی ہے، ایسی حالت میں رکوع وسجدہ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر واقعی رکوع وسجدہ کرنے پر آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کرسکتے ہیں، رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کریں، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ مراقی الفلاح میں ہے وان تعسر کل القیام بوجود الم شدید صلی قاعدا برکوع وسجود (قوله بوجود الم شدید) کدوران رأس ووجع ضرس او شقیقة او رمد کما فی القهستانی (طحطاوی علی مراقی الفلاح) اس کے بعد فرماتے ہیں (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی الرکوع ولو مستنداً (صلی قاعداً بالایماء) للرکوع والسجود براءسه ولا یجزیه مضطجعا (وجعل ایماءه) برأسه (للسجود اخفض من ایمائه) برأسه (للرکوع) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوۃ المریض). فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا:

(سوال ۱۹۵) ہمارے مؤذن صاحب کو پاؤں میں کچھ تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ قعدہ میں داہنا پاؤں بچھا کر نہیں بیٹھ سکتے، وہ پیر پھیلا کر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ کافی جگہ رک جاتی ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ امام صاحب کے پیچھے علیحدہ مصلی بچھانا چاہتے ہیں تاکہ لوگ مصلی کی پوری جگہ ان کے لئے چھوڑ دیں مگر اس

صورت میں صف کے درمیان خلاء رہتا ہے، صفوں میں اتصال نہیں ہوتا تو مؤذن صاحب کے لئے علیحدہ مصلی بچھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) احادیث میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیده انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانها الحذف رواه ابو داؤد. (مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو اور قریب قریب ہوکر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑے رہو تاکہ کندھے برابر رہیں) بان لا یقف احدکم فی کان ارفع من مکان آخر ولا عبرة بالاعناق انفسها اذلیس علی الطویل ان یجعل عنقه محاذیاً لعنق القصیر (التعلیق الصبیح ۴۵/۲)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچہ کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) عن ابی مسعود ن الانصاری رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوۃ ویقول استوا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم .الی . قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافاً رواه مسلم .(مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

(۲) حضرت ابومسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "سیدھے کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہوجائیں گے (اور اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا)۔ الی قولہ۔ راوی حدیث فرماتے ہیں "آج (اسی وجہ سے) تمہارے آپس میں شدید اختلاف ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسوی صفوفنا..... ثم خرج یوماً حتی کاد ان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوهکم رواه مسلم (مشکوۃ شریف ص ۹۸ ایضاً)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے..... ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کردے گا (یعنی تم میں پھوٹ پڑجائے گی)

(۴) عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوۃ متفق علیه .(بخاری شریف، مسلم شریف) (ایضاً مشکوۃ شریف ص ۹۸)

www.ownislam.com

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفوں کو درست کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا "اقامت صلوٰۃ" میں سے ہے۔ (یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کا ایک جزء ہے)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہونا ضروری ہے، نمازی آگے پیچھے نہ ہوں، درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

صورت مسئولہ میں مؤذن صاحب اگر حقیقت میں معذور ہوں، ان کے پیروں میں ایسی تکلیف ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقتدیوں کی طرح مسنون طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکتے ہوں، پیر پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو تو ایسی صورت میں مؤذن صاحب صف کے ایک کنارے پر یا آخری صف میں کھڑے رہیں وہاں کھڑے رہنے سے بھی انشاء اللہ ان کو صف اول کا ثواب ملے گا، شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الاخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلوٰة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلما اضعف له اجر الصف الاول وبه اخذ ابو حنیفة (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الامامة)

اس صورت میں مؤذن صاحب اقامت کے لئے کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دیں یا جس جگہ موذن صاحب کھڑے ہوں اس جگہ سے بھی مذکورہ مجبوری کی وجہ سے اقامت کہہ سکتے ہیں، یا امام صاحب خود اقامت کہہ کر اپنے مصلی پر جا کر نماز پڑھائیں، موذن صاحب کے لئے مستقلاً مصلی بچھانے کی وجہ سے اگر درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو، صفوں میں اتصال نہ رہتا ہو تو یہ کراہت سے خالی نہ ہوگا اور احادیث میں صفیں درست کرنے کی جو تاکید آئی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے رکاوٹ بنے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۹۶) مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے، احقر کی رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے، اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے (ومنها القیام) (فی فرض) (لقادر علیه) و علی السجود فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماؤه قاعداً وکذا من یسیل جرحه لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله الخ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۵، باب صفة الصلوة)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح رجل بحلقه جراح لا یقدر علی السجود

ویقدر علی غیره من الافعال یصلی قاعداً بالایماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعدوا وما للسجود جاز و الاول اولیٰ (ص ۲۳۵ باب صلوة المریض) فقط و اللہ اعلم.

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا:

(سوال ۱۹۷) اگر بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں اتنا جھک جائے کہ سجدہ کے قریب ہو جائے تو رکوع صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نماز کیسی ہوگی! میرے رکوع میں زیادہ جھکنے کی وجہ سے ایک شخص کو اعتراض ہے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع اس طریقہ سے کرے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آ جائے۔ ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبهته قدام رکبته لیصل الرکوع اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ باب صفة الصلاة)

اگر اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ جھکا جائے تب بھی رکوع صحیح اور نماز درست ہو جائے گی مگر قانون رکوع وہی ہے جو مذکور ہوا، شامی میں ہے قلت ولعله محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصوله باصول طأطأة الرأس ای مع انحناء الظهر (ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ.

باب ما یتعلق بالسفر و المسافر

امام اور مقتدی مسافر یا مقیم:

(سوال ۱۹۸) اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا میں قصر ہی پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔(۱)

(سوال ۱۹۹) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھا امام نے قصر کیا پھر مقتدی اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعت میں فاتحہ وسورۃ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم شخص مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ پڑھے نہ فاتحہ۔(۲)

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم

(سوال ۲۰۰) فرض نماز کے علاوہ سنت موکدہ اور غیر موکدہ ونوافل میں قصر ہے یا نہیں؟ تشریح فرمائیں۔

(الجواب) سنن ونوافل میں قصر کا حکم نہیں ہے۔(۳)

(سوال ۲۰۱) سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ پڑھے یا چھوڑ دے؟

(الجواب) سنتوں کے لئے قصر کا حکم نہیں ہے۔ اتنی سہولت ہے کہ جاری سفر میں جب کہ اطمینان نہیں ہوتا ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت سنت چھوڑ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور منزل پر جب کہ اطمینان ہوتا ہے ترک نہ کرنا چاہئے الفعل افضل حالة النزول والترک حالة السیر (کبیری ص ۵۰۶ فصل فی صلوة المسافر)

(سوال ۲۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے گھر سے یہی نیت کرے کہ مکہ شریف میں دو ماہ قیام کروں گا تو اس صورت میں زید کو راستہ میں نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری؟

(الجواب) جو شخص مسیرۃ ثلاثہ ایام (تقریباً ۴۸ میل) کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے اسے راہ میں قصر لازم ہے جب تک کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھیر نہ جائے قصر کرتا رہے لہذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا فقط۔(۴) و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

نماز قصر کرنے کے لئے کتنی مسافرت شرط ہے:

(سوال ۲۰۳) میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ہانسوٹ میں مقیم رہا۔ ملازمت کی مدت میں جمبوسر ڈیڑھ برس بھی

(۱) وفی شرح الطحاوی، ولو ان المسافر سلم علی رأس الرکعتین بعد ما اقتدی بالامام او افسد علی نفسه صلاته بالکلام او غیر ذلک لا یجب علیه قضاء الرکعتین الخ فتاوی تاتار خانیة فی صلاة السفر.

(۲) وان صلی المسافر بالمقیمین رکعتین مسلم واتم المقیمون صلاتهم کذا فی الهدایة. صاروا منفردین کالمسبوق الا انهم لا یقرؤن فی الأصح هکذا فی التبیین. فتاوی هندیه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲.

(۳) ولا قصر فی السنن کذا فی المحیط، ایضاً.

(۴) من خرج من عمارة موضع اقامة قاصداً مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة صلی الرباعی رکعتین وجوبا درمختار علی هامش ردالمحتار صلاة المسافر ص ۷۳۲، ۷۳۵.

ٹھیرتا ہوں۔ جمبوسر سے ہانسوٹ تقریباً اڑتالیس میل دور ہے تو اثنائے راہ میں قصر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب ہانسوٹ سے جمبوسر اڑتالیس میل پر واقع ہے تو جب جمبوسر کے قصد سے نکلے تو ہانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور قصر لازم ہو جائے گا۔ حوالہ بالا۔

(سوال ۱۹۷) دریافت ہے کہ چھ سات دن قیام کرتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں تو ہانسوٹ میں قصر کروں یا نہ کروں کل ہانسوٹ سے چھ سات میل پر واقع ایک گاؤں گیا تھا وہاں میں نے قصر کیا اور امامت کرائی تو نماز صحیح ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) جب ہانسوٹ وطن اصلی سے تو قصر کا حکم نہیں(۱) اور ہانسوٹ سے چھ سات میل کی مسافت سے بھی قصر صحیح نہیں ہے۔ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قصر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چار رکعت والی نماز کی امامت کی ہو تو اعادہ واجب ہے مقتدیوں پر نماز کا اعادہ ہے۔ مسئلہ جانے بغیر امامت کرنا غلط ہے۔ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ غلطی کی خدا سے معافی طلب کرے۔ خدائے پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیت اقامت کی صحت کے لئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے:

(سوال ۲۰۴) ایک مولوی دوست مدینہ سے تیسری ذی الحجہ کو مکہ تشریف لائے۔ وہ بیسویں ذی الحجہ کو اسٹیمر سے وطن آنے والے تھے اس بنا پر یہاں سولہ سترہ دن قیام کرنے والے تھے اس لئے نماز پوری پڑھتے تھے۔ منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی امام بن کر نماز پوری پڑھائی۔ لیکن ایک مولوی صاحب سے گفتگو کر کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مقیم نہیں ہو سکتے۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں نے ایک اردو کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن وجہ نہ بتا سکے۔ جب پندرہ دن سے زیادہ کی نیت کی ہے تو اتمام نہ کرے کیا وجہ ہے؟ قصر کیوں کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مولوی صاحب مسافر ہیں مقیم نہیں ہیں کہ مقیم ہونے کے لئے ایک ہی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے اس صورت میں کہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پانچ سات دن رہنا ہوگا یہ مقامات مکہ معظمہ سے اتنے فاصلہ پر ہیں کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنی جاتی لہذا ان کو الگ الگ مقام مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب منیٰ وغیرہ میں پانچ چھ دن قیام کریں گے تو مکہ میں قیام کے لئے صرف گیارہ یا بارہ دن رہ جائیں گے۔ گیارہ بارہ دن کے قیام سے مقیم نہیں ہوتا لہذا وہ مسافر ہی ہیں۔ چار رکعت نہ پڑھ سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔(۲) اگر چار رکعت پڑھیں تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر اس کا اعادہ ضروری ہوگا اور قصداً یہ بے ضابطگی موجب گناہ ہوگی البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں تو سجدہ سہو کافی ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۸ باب صلاة المسافر) لیکن مقتدی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس امام کی تیسری اور چوتھی رکعت نفل ہوگی۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۱ ایضاً) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۱) وبطل وطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باهله وما اذا لم ینتقل باهله ولکنه استحدث اهلاً ببلدة اخری فلا یبطل وطنه الاول فیتم فیهما ولا یبطل وطن الاصلی بانشاء السفر فتاوی هندیه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲

(۲) قوله لا بمکة ومنی ای لو نوی الاقامة بمکة خمسة عشر یوماً فانه لا یتم الصلاة لأن الاقامة لا تکون فی المکان نفسه وذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکة فی ایام العشر ونوی الاقامة نصف شهر لا یصح لأنه لا بد له من الخروج الی العرفات فلا یتحقق الشرط بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۲.

www.ownislam.com

چھوٹا بڑا راستہ:

(سوال ۲۰۵) میرے گاؤں سے ایک عزیز کا مکان بیل گاڑی کی راہ سے چالیس میل دور واقع ہے اور ریل گاڑی کی راہ سے پچاس میل دور ہے، ایک دو دن قیام کرتا ہوں تو نماز کا قصر لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ریل گاڑی کے راستہ سے سفر کرے تو قصر کرنا ضروری ہے اور اگر بیل گاڑی کی راہ سے جائے تو قصر کا حکم نہیں۔ کہ تین منزل سے کم فاصلہ میں قصر کا حکم نہیں۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۳۰)(۱) و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

سفر کے احکام کب جاری ہوں گے:

(سوال ۲۰۶) بہشتی زیور ج ۲ ص ۴۷ پر مسافر کی نماز کے قصر کرنے کے پہلے مسئلہ میں تحریر ہے کہ ایک یا دو منزل تک سفر کا حکم نہیں ہے تو دریافت یہ ہے کہ کیا تیسری منزل کی آغاز ہی سے ہے یعنی ۳۳ میل سے سفر کا حکم ہے کہ میں ۳۳ سے ۴۷ میل کا سفر کرتا ہوں اور کبھی ۴۸ میل کا تو سفر کا حکم کب ہے؟

(الجواب) جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہو تو سفر کا حکم نہیں۔ جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہو تو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نصف مسافت سے واپس ہو جائے:

(سوال ۲۰۷) سفر میں گیا مگر تین منزل نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

(الجواب) اس صورت میں قصر نہیں کرے گا کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔(۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

قصر کب کرے اور کب نہ کرے:

(سوال ۲۰۸) میرا وطن بھروچ ہے مگر ملازمت بمبئی میں ہے بمبئی سے پندرھویں چاند کو بھروچ پہنچا تین دن بمبئی میں رہا یہاں بارہ دن قیام کر کے عید کی تعطیل میں بھروچ جاتا ہے تو قیام بمبئی کے بارہ دن میں نماز قصر کروں یا اتمام؟

(الجواب) اس صورت میں بارہ دن کے قیام کا عزم ہے تو قصر کا حکم لاحق ہوگا۔ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔(۴) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو لموضع طریقان احدهما مدة السفر والآخر اقل قصر فی الاول لا الثانی)

(۲) قوله ومن جاوز بیوت مصره مریدا سیرا وسطا ثلاثة أیام فی برأ وبحر او جبل قصر فرض الرباعی بیان للموضع الذی یبدأ فیه القصر و لشرط القصر و ملته وحکمه بحر الرائق، باب المسافر ج ۲ ص ۱۲۸.

(۳) لکن المذکور فی الشرح أنه یتم اذا سار اقل بمجرد العزم علی الرجوع وان لم یدخل مصره لانه نقض للسفر قبل الاستحکام ایضاً ص ۱۳۱.

(۴) اگر بمبئی میں دوران ملازمت کسی بھی وقت پندرہ دن قیام کی نوبت آئی ہو تو ایسی صورت میں بمبئی وطن اقامت بن چکا ہے جب تک وطن اقامت کو ترک نہیں کرے گا پوری نماز پڑھے گا فقط و اللہ اعلم بالصواب. کوطن الاقامة تبقی ببقاء النقل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق باب المسافر ص ۱۳۶.

اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے:

(سوال ۲۰۹) جمبوسر میرا وطن ہے، تجارت کے لئے بمبئی میں قیام پذیر ہوں، شادی غمی کے موقعوں پر جمبوسر دو چار دن کے لئے جاتا ہوں اور وہاں سے پانچ سات میل دور کے گاؤں میں اپنے خویش واقارب کے پاس جاتا ہوں تو یہاں نماز اتمام ادا کروں یا قصر۔

(الجواب) آپ پوری نماز پڑھیں۔ جمبوسر آپ کا وطن اصلی ہے۔ وطن اصلی میں قصر نہیں ہوتا۔ جیسے ہی کوئی مسافر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے مقیم بن جاتا ہے۔(۱) اب پانچ سات میل کی مسافت پر قصر نہیں(۲) البتہ اگر شرعی حد کے بموجب مسافت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے تو حدود شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام.:

(سوال ۲۱۰) میں وطن سے تقریباً ایک سو تیس میل دوری پر ملازمت کرتا ہوں جب وطن پہنچتا ہوں تب مجھے اثناء راہ دو نمازیں پڑھنی پڑھتی ہیں۔ وطن میں تو قصر نہیں راستہ میں قصر کروں یا نہ کروں؟ بعض قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض اتمام کا۔ لہذا بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) اس صورت میں وطن آتے جاتے وقت راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے۔ نورالایضاح میں ہے: ولا یزال یقصر حتیٰ یدخل مصره او ینوی اقامة نصف شهر ببلد او قریة. ترجمہ:۔ یعنی جب تک اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔ باب صلوٰۃ المسافر (ص ۱۰۸)

وطن اصلی، وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق:

(سوال ۲۱۱) میں پریج ضلع بھروچ کا رہنے والا ہوں۔ والدین وغیرہ وہاں ہیں فی الحال سون گڑھ ضلع سورت میں ملازم ہوں جو میرے وطن سے سو ۱۰۰ میل پر واقع ہے یہاں دو ۲ برس تک قیام کا ارادہ ہے، مکان کرایہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں ضلع کے بعض مقامات میں سرکاری کام سے جاتا ہوں۔ اڑتالیس (۴۸) میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر سون گڑھ واپس آ کر دوبارہ جاتا ہوں تو اس درمیان میں دو چار دن کی نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً ۲۰ جون ۱۹۶۸ء کو سورت کا ارادہ ہے تاریخ ۲۲ سے ۲۵ کے درمیانی ایام میں نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ آپ نے پریج چھوڑ کر سون گڑھ کو وطن اصلی نہیں بنایا تو آپ کا وطن اصلی پریج ہے اور سون گڑھ وطن اقامت ہے۔ ''نورالایضاح'' میں ہے۔ الوطن الاصلی هو الذی ولد فیه او

(۱) حتیٰ یدخل مصره او نوی الاقامة نصف شهر بلداً وقریة ای قصر الی غایة دخول المصر او نیة الاقامة فی موضع صالح للمدة المذکورة فلا یقصر، بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۱

(۲) وذکر الاسبیجابی المقیم اذا قصد مصرا من الامصار وهو مادون سیرة ثلاثة ایام لا یکون مسافراً ایضاً ج ۲ ص ۱۲۹

www.ownislam.com

تزوج اولم یتزوج وقصد التعیش لا الار تحال عنه ووطن الا قامة موضع نوی الا قامة فیه نصف شهر فما فوقه.

ترجمہ:۔یعنی وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا ہو یا جہاں شادی کی ہو یا جہاں زندگی بسر کرنے کا قصد کرلیا ہو اور وہاں سے چلے جانے کا ارادہ نہ ہو۔اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کا ارادہ ہو (ص ۱۰۹..... ایضاً اعزازیہ) لہٰذا جب تم نے سون گڑھ سے اتنی مسافت کا قصد کیا جس پر قصر لازم ہو جاتا ہے تو تم شرعی مسافر ہو گئے اور جب تک کسی مقام پر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ کرو مسافر ہی رہو گے۔اب اگر سون گڑھ واپس آئے تو اگر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں ہے تو یہاں بھی مسافر بھی رہو گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱)

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ولا یزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الا قامة فی بلدۃ اوقریة خمس عشر یوماً او اکثر الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹ یعنی جب تک کسی شہر یا قریہ میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ مدت تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر رہے گا۔

مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی:

(سوال ۲۱۲) مسافر نے دو۲ رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کی تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) عمداً چار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔اگرچہ سجدۂ سہو بھی کرلیا ہو۔اس لئے کہ عمداً کی صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا اور اگر بھول سے چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدۂ سہو کرنے سے دو۲ رکعت فرض اور دو۲ رکعت نفل ہوں گی۔بشرطیکہ دو۲ رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو۔ورنہ فرض باطل ہو جائے گا۔اور یہ چار رکعت نفل ہوں گی۔اس صورت میں سجدہ سہو بھی کرے۔''مالابدمنہ'' میں ہے۔''آن شخص فرض چہارگانہ رادوگانہ گذارد واگر چہار رکعت کرد پس اگر بردو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو۲ رکعت فرض ودو۲ رکعت نفل شود وبسبب آمیزش نفل با فرص بزہ کار باشد واگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند۔واگر ہر دو رکعت نہ نشستہ است فرض اوتباہ باشد وہر چہار رکعت نفل شد وسجدۂ سہو کند۔(ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے:

(سوال ۲۱۳) اگر مسافر بجائے قصر کے نماز پوری پڑے تو کیا اعادہ ہے؟ سجدۂ سہو کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق ہوگا؟

(الجواب) مسافر کے لئے اصل فرض دو رکعت ہی ہیں چار رکعت کی دو۲ رکعت نہیں ہوئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ اولاً دو رکعت فرض ہوئی تھی۔پھر قیام کی حالت میں دو رکعت بڑھا کر چار رکعت فرض کردی گئیں اور سفر کی حالت میں دو رکعت بدستور قائم رہیں۔یہ دو رکعت بظاہر تخفیف معلوم ہوتی ہیں۔اور اس بناء پر

(۱) جب سون گڑھ میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کرلیا تو وہ وطن اقامت بن چکا ہے جب تک اس کو ختم کرکے کسی اور جگہ نہیں جائے گا تو وہ وطن اقامت ہی رہے گا لہٰذا جب سون میں داخل ہو جائے اگرچہ پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا۔ کوطن الا قامة یبقی ببقاء القل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق. باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ مرتب.

قصر کو رخصت اور رعایت کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل یہی ہے۔پس جس طرح فجر کی دو رکعت کی بجائے چار رکعت پڑھنا غلط ہے۔اسی طرح مسافر کے لئے ظہر۔عصر اور عشاء کی دو۲ رکعت کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔جس کا اعادہ ضروری ہے۔سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔البتہ اگر سہواً پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا۔اور چار رکعت نفل ہوگی۔اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔''مالابدمنہ'' میں ہے۔اگر چہار رکعت کرد پس اگر بردو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو۲ رکعت فرض ودو رکعت نفل شود وبسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار (گنہگار) باشد واگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند واگر بردو رکعت نہ نشستہ است فرض اوتباہ باشد وہر چہار رکعت نفل شد وسجدۂ سہو کند۔یعنی:۔اگر چار رکعت پڑھی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔اور فرض کے ساتھ نفل شامل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔اور اگر سہواً ایسا کیا تو سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو گئے اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی۔اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۴) مجھے تسلیم ہے کہ وطن اقامت (سون گڑھ) سے جب شرعی سفر کا قصد کرکے باہر جاتا ہوں اس وقت میرا وطن باطل ہو جاتا ہے۔اس لئے واپسی پر سون گڑھ میں اقامت کی نیت نہ کرو وہاں تک میرے لئے سون گڑھ وطن اقامت نہ ہوگا۔کہ اس کو سفر کرکے باطل کردیا ہے۔جس کی بناء پر قصر کرتا ہوں۔بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح پر قصر کرنا غلط ہے۔جس سے شبہ ہوا۔تین منزل سے زیادہ دور کی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے آیا یہ فرض ہے یا واجب؟

(الجواب) تمہارا فعل صحیح ہے۔(۱) ''نورالایضاح'' میں ہے۔'' ویبطل الا قامة بمثله وبالسفر و بالاصلی.'' ترجمہ:۔وطن اقامت اپنے مثل یعنی وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور شرعی سفر سے اور وطن اصلی سے بھی۔(ص ۱۰۹) مسافر کے لئے حکم شرعی ہے اور واجب ہے۔''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔والقصر واجب، عندنا. ترجمہ:۔ہمارے نزدیک قصر کرنا واجب (ص ۱۳۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۱۵) میں اپنے وطن پر یج کی حد میں پہنچنے کے بعد نماز قصر نہیں کرتا۔تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔ایک مولوی صاحب استدلال کرتے ہیں۔'' وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود'' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی میں قصر کرنا پڑے گا۔وہ فرماتے ہیں۔کہ حضور اکرم ﷺ مکہ حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس وقت قصر فرماتے تھے

(۱) یہ سوال درحقیقت اس سوال کا تتمہ ہے جو اس سے پہلے بعنوان وطن اصلی وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق سے گذرا ہے یہ جواب اس صورت میں درست ہوگا جب نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ سفر کرے اگر کسی کام کے سلسلے میں مسافت سفر پر کسی اور جگہ جاتا ہے اور دوبارہ سون آجاتا ہے تو وطن اقامت ختم نہیں ہوگا اس کی دلیل اگلا سوال جس میں اس کو وہ (یعنی سائل) وطن اقامت قرار دے رہا ہے۔اس کی وضاحت پہلے سوال میں ہو چکی ہے۔مرتب۔

www.ozunislam.com

حالانکہ مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کا وطن اصلی ہے۔

(الجواب) پر بیج آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آبادی میں داخل ہوتے ہی آپ مقیم ہو گئے چاہے قیام کا قصد ہو یا نہ ہو۔اب قصر کا حکم ختم ہو گیا۔لہذا آپ کا قصر نہ کرنا صحیح ہے۔مولوی صاحب کی دلیل " وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود " غلط ہے۔صحیح یہ ہے وطن اصلی باطل شود به وطن اصلی۔اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وطن اصلی جب باطل ہوتا ہے جب اس کو ترک کر کے اس کے بجائے دوسرے کسی مقام کو وطن اصلی بنالے۔وطن اصلی سفر سے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔(مالابد منہ ص ۵۴) اور اگر پہلے وطن کو ترک نہیں کیا اور کاروبار کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھیر گیا کہ اب وہیں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں وطن قدیم ہی وطن اصلی رہا اور یہ دوسرا مقام بھی وطن اصلی کے حکم میں ہو گیا۔جہاں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے۔باقی یہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں وطن اصلی ہونے کے باوجود قصر کیا یہ قطعاً غلط ہے۔بلکہ شرعی مسافر ہونے کی وجہ سے قصر فرمایا۔

ان مولوی صاحب نے ہجرت کے معنی پر توجہ نہیں فرمائی۔ہجرت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی وطنیت ترک فرمادی تھی۔مکہ معظمہ میں دوبارہ قیام کا ارادہ تو درکنار آپ یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کسی مہاجر کی وفات مکہ معظمہ میں ہو۔حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے وہ مکہ معظمہ میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے وہاں ان کی وفات ہو گئی تو آنحضرت ﷺ افسوس کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۱)

جو مہاجر حج کے لئے آتے تھے ان کے لئے آپ کی ہدایت یہ تھی کہ آخری طواف کے بعد تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔(بخاری شریف ص ۵۶۰)(۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۶) ایک آدمی اندیا سے مدرس بن کر رے یونین کے ایک گاؤں میں آئے ہیں اور یہ مدرس یہاں چار برس سے ہیں۔اب وہ پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے سٹینڈنیس (SAINT DENIS.) گاؤں میں پہنچے ہیں اور وہاں دو چار دن مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔پھر وہاں سے دو چار مہمانوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آتے ہیں۔لیکن انہوں نے سینڈنیس سے نکلتے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے گاؤں دو۲ دن مہمانوں کے ساتھ رہیں گے۔دو چار دن گاؤں کے قرب وجوار میں مہمانوں کے ساتھ دورہ کریں گے تو یہ مدرس سینڈنیس سے ایسے ارادہ سے نکلے ہیں تو اپنے گاؤں میں جا کر وہ مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اطراف میں پھرنے کا قصد ہے۔اس لئے وہ مسافر ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ تین سال کی پروانگی سے آئے ہیں اس لئے یہ گاؤں ان کا وطن ہے۔تو صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مدرس صاحب مقام ملازمت سے پچاس ساٹھ میل کی مسافت کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ شرعی مسافر بن گئے اور وطن اقامت باطل ہو گیا۔" مالا بدمنہ " میں ہے۔" وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بہ وطن اصلی وہم بہ سفر " ترجمہ:۔وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے۔اور وطن اصل اور سفر

(۱) اللهم امض لأصحابي هجرتهم ولا ترد على اعقابهم لكن البائس سعد بن خولة يرثى له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتوفى بمكة باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اللهم امض لأصحابي هجرتهم ومرثيته لمن مات بمكة)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث للمهاجرين بعد الصدر، باب الاقامة المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه)

سے بھی (وطن اقامت) باطل ہو جاتا ہے (ص ۵۴) اب واپس آنے کے بعد اس گاؤں میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس اثناء میں دوسری جگہ جا کر ایک دو دن قیام کا ارادہ بھی ہو جیسا کہ سوال میں ہے تو مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی مانے جائیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا:

(سوال ۲۱۷) گودھرا سے سورت جانا ہوا۔(تقریباً سوا سو میل) پر اسی روز سورت سے گودھرا ہوتے ہوئے لوناواڑہ جانا تھا (جو تقریباً گودھرا سے ۳۵ میل دور ہے) تو ظہر وعصر لوناواڑہ میں قصر کرنا چاہیئے تھا یا نہیں چونکہ گودھرا کی بستی سے ہم بہ نیت سفر گذرے تھے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر گودھرا آپ کا وطن اقامت ہو تو لوناواڑہ میں ظہر وعصر قصر کرنا لازم تھا۔اور اگر گودھرا وطن اصلی ہو تو گودھرا میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو گئے چاہے نیت سفر ہی کی ہے اب گودھرا سے لوناواڑہ کے سفر سے آپ شرعی مسافر نہیں ہوئے۔لہذا نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔

الثانی ان یدخل وطن الا صلی ولو بنیة السفر فیتم حتی لو خرج عنه فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام ترجع لها لزمه الا تمام من حین تو جه راجعاً .(زاد الفقیر ص ۱۶۹) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مقیم، مسافر امام کی اقتداء کرے تو قراءت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) مقیم، مسافر امام کی اقتداء میں ظہر۔عصر اور عشاء کی نمازیں ادا کرے تو امام کے سلام کے بعد دو۲ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ یعنی قراءت پڑھے یا بلا قراءت ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں بلا قراءت ہی دو رکعت ادا کرے۔ولا یقرء المقیم فیما یتم.(زاد الفقیر ص ۷۰) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حالت سفر میں سنتوں کا حکم:

(سوال ۲۱۹) چند روز ہوئے ریل گاڑی میں مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی، اس کے بعد میں نے سنت اور نفل پڑھی، اس لئے کہ سہولت تھی مگر میرے ساتھیوں نے نہیں پڑھی اور کہا کہ سفر میں سنت نفل کے درجہ میں ہے اور نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔میں نے ان سے کہا کہ بحالت سفر صرف فرض نمازوں میں قصر ہے باقی سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پوری پڑھنی چاہئے، آپ تحریر فرمائیں کہ سفر میں سنت و نوافل کا کیا حکم ہے؟ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔(از بمبئی)

(۱) حضرت مفتی صاحب سے سبقت قلمی ہوئی ہے یہ مدرس جب تک رے یونین کے گاؤں میں مدرس بن کر رہے گا، وطن اقامت ہی کہلائے گا، رے یونین کے گاؤں سے کسی اور جگہ جو مدت سفر پر ہو کسی غرض سے جائے اور دوبارہ رے یونین کے گاؤں آئے تو، تو چونکہ وطن اقامت میں پہنچا لہذا اگرچہ پندرہ دن سے کم کے لئے ہو۔مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا لما فی البحر کو طن الا قامة یبقی ببقاء النفل وان اقام دمع ا خر باب المسافر ۱۳۶/۲ ہاں رے یونین کے گاؤں سے نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو ختم ہو جائے گا۔

www.ownislam.com

(الجواب)وباللہ التوفیق ۔سنتوں میں قصر نہیں ہے،اطمینان کی حالت ہو،جلدی نہ ہو،ساتھیوں سے الگ ہوجانے کا ڈر نہ ہو،اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی زحمت بھی نہ ہوتو مؤکدہ سنتیں خصوصاً فجر کی اور مغرب کے بعد کی سنت نہ چھوڑے،ہاں اگر اطمینان نہ ہوتو نہ پڑھے۔بعض کے نزدیک اطمینان ہوتب بھی مؤکدہ سنتیں ترک کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ نہ چھوڑے،ولا قصر فی السنة کذا فی محیط السرخسی و بعضهم جوزوا للمسافرین ترک السنة والمختار انه لا یاتی بها فی حال الخوف ویاتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی وجیز الکردری (فتاویٰ عالمگیری ج ص ۸۹)(ویاتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یاتی بها هو المختار الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۲ باب صلاة المسافر) والافضل ان یاتی بسائر السنن الا حال السیر کذا قالوا(رسائل الارکان ص ۱۴۴ ایضاً)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا:

(سوال ۲۲۰)سورت سے بمبئی جانے کے ارادہ سے نکلا ابھی نوساری ہی تک (تقریباً تیس میل) گیا تھا کہ واپسی کا ارادہ ہوگیا تو اب یہ شخص مسافر رہا یا مقیم بن گیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)مسافت سفر شرعی (۷۷ کلومیٹر اور ۴۷ ۲۴ میٹر) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کرکے واپسی کا ارادہ کرلیا یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کرلی تو اب وہ مسافر نہیں رہا،نماز پوری پڑھے،سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔ اما اذا لم یسر ثلثة ایام فعزم علی الرجوع او نوی الاقامة یصیر مقیماً وان کان فی المفازة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)زادالفقیر میں ہے ۔حتی لو خرج عنه (ای الوطن الاصلی) فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام فرجع لها لزمه الاتمام من حین توجه راجعاً (زاد الفقیر ص ۱۶۸)

اور اگر مسافت سفر طے کرلینے کے بعد واپس ہوا تو وہ مسافر ہی رہے گا تاوقتیکہ وطن نہ پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ روز رہنے کی نیت نہ کرے(حتی یدخل موضع مقامه)ان سار مدة السفر والا فیتم بمجردنیةالعود لعدم استحکام السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۲باب صلاة المسافر)

ولا یزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر ماً اواکثر کذا فی الهدایة هذا اذا سار ثلاثة ایام اما اذا لم یسر الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) اور " غایة الاوطار ترجمہ درمختار" میں ہے۔صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادۂ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا،اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے،شامی نے کہا ہے کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہوجانا شرط ہے(غایۃ الاوطار ص ۳۶۱ ج ۱)(ہدایہ اولین ص ۱۴۶)فقط واللہ اعلم۔

وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۲۱)سورت سے بمبئی بیس روز قیام کے ارادہ سے گیا اور وہاں پہنچ کر بھی پندرہ روز سے زیادہ اقامت کی نیت کرلی مگر ہفتہ عشرہ ہی میں کام پورا ہوگیا اور واپسی کی نیت کرلی تو روانگی سے پہلے بمبئی میں جو نماز پڑھے (مثلاً ظہر ،عصر)تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟ بینوا توجروا۔از سورت۔

(الجواب)حامداً ومصلیاً:۔یہ شخص مقیم ہوگیا تھا اور بمبئی وطن اقامت بن چکا تھا،اس لئے صرف نیت بدلنے سے وطن اقامت باطل نہ ہوگا،تاوقتیکہ سفر شروع کرکے مسافر شرعی نہ بن جائے،یعنی بمبئی کی آبادی سے باہر نہ ہوجائے ،آبادی چھوڑنے کے بعد سفر کے احکام لاحق ہوں گے (ویبطل وطن الاقامة بمثله و) بانشاء السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر) ہدایہ میں ہے ولهذا یصیر المسافر مقیما بمجرد النیةولا یصیر المقیم مسافر ابالنیة الا بالسفر (هدایه اولین ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الزکوة) بخلاف المقیم حیث لا یصیر مسافراً بالنیة لان السفر انشاء الفعل فلا یصیر فاعلا بالنیة(الاختیار)(شرح المختار ج ۱ ص ۸۰ صلاة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

دوسرا وطن اقامت مسافت شرعی پر نہ ہوتو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۲۲)احقر کا وطن سورت ہے،دیوبند بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا،پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں گذارا،اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت سفر کا ارادہ ہے،تو سوال یہ ہے میں دیوبند میں اتمام کروں یا قصر؟ منشاء سوال یہ ہے کہ وطن اقامت،وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ:۔دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے ۱۲۔

(الجواب)وطن اقامت،وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کرکے سورت سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں (اس لئے کہ دیوبند وطن اقامت باطل ہوچکا ہے)نماز قصر پڑھتے رہیں۔ویبطل وطن الاقامة بمثله(قوله بمثله) ای سواء کان بینهما مسیرة سفر اولا. قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر)(الجوهرةالنیرة ج ۱ ص ۸۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب

قیدی نماز کب قصر کرے:

(سوال ۲۲۳)بعد سلام مسنون !احقر کے بڑے بھائی کو حکومت وقت نے "میسا" کے تحت جیل میں بند کردیا ہے اور ان کے ساتھ پچاس ساٹھ مسلمان بھی ہیں،ان کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کردیا جاتا ہے اور یہ بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کو کب رہا کیا جائے گا تو ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟ اگر کبھی یہ ظن غالب ہوجائے کہ ایک جگہ ہم کو پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ رکھا جائے گا تو اس وقت وہ مسافر ہیں

یا مقیم؟ اگر اس وقت وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کیا تو ان نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جیل متعین ہوتا ہے تو وہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور قصر کن نمازوں میں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قیدی کو اگر اڑتالیس میل یا اس سے دور لے جایا گیا تو اس پر قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھے، قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ جیلر نے اگر مدت قید پندرہ یا پندرہ روز سے زیادہ متعین کر دی ہو کہ اب تم کو یہاں پورے پندرہ روز رہنا ہے تو نماز پوری پڑے ورنہ قصر کرے، اپنے گمان کا کچھ اعتبار نہیں، ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر واجب ہے، فجر، مغرب اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے اور اسی طرح سنن میں بھی قصر نہیں ہے۔

ویشترط الصحة نية السفر ثلاثة اشياء الاستقلال بالحكم الخ (قوله الاستقلال بالحكم) اى الانفراد بحكم نفسه بحيث لا يكون تابعاً لغيره فى حكمه (طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۴۶ باب صلاة المسافر) اور صاحب مراقی الفلاح نے "تابع" میں اسیر (قیدی) کو شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ والتابع كالمرأة مع زوجها الى قوله . والاسير (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۶ ايضاً) فيقتصر المسافر الفرض الرباعى فلا قصر للثنائى والثلاثى ولا للوتر ولا فى السنن (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۵ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۲۲۴) احقر کا وطن اصلی اندیر ہے، اس کی بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادے سے راندیر سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدرآباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کی ارادے سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟ اسی طرح احقر کی اہلیہ جن کا وطن اصلی راندیر ہے اور میرے ہمراہ یہی حیدرآباد میں مقیم ہیں وہ اگر راندیر جائیں تو کیا کریں؟ وطن اصلی دو ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) راندیر کے وطن اصلی ہونے میں کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدرآباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنا لیا ہو تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدرآباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنا لیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدرآباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدرآباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کئے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدرآباد

اور بمبئی وطن اقامت۔ جو حکم آپ کے لئے ہے وہی آپ کی اہلیہ کے لئے بھی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب .

وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۲۵) میرا وطن اصلی کفلیتہ ہے، بوڈھان ضلع سورت میں ملازمت کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں بوڈھان سے بارڈولی جانے کے ارادہ سے نکلا اور یہ بوڈھان سے تقریباً ۵۰۔۶۰ میل دور ہے پہلے سورت آیا (کہ سورت ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ تھا) پھر بارڈولی گیا، وہاں اپنا کام کر کے سورت ہوتا ہوا بوڈھان پہنچا۔ بوڈھان میں دو تین دن قیام کر کے پھر سورت جانے کا ارادہ ہے، اس مرتبہ بوڈھان میں قیام کے دوران نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟ میرا گمان یہ ہے کہ مجھے نمازوں میں قصر کرنا چاہئے، اس لئے کہ بوڈھان میرا وطن اقامت ہے اور وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے مگر میرے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اتمام کرنا چاہئے، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ مقام ملازمت (بوڈھان ضلع سورت) سے پچاس ساٹھ میل کے ارادہ سے نکل گئے تو شرعی مسافر بن گئے اور آپ کا وطن اقامت اس سفر سے باطل ہو گیا، مراقی الفلاح میں ہے۔ ويبطل وطن الاقامة بمثله ويبطل ايضاً بانشاء السفر وبالعود للوطن الاصلى (ص ۲۴۹) "مالابد منہ" میں ہے۔ وطن اقامت ہم وطن اقامت باطل شود و ہم وطن اصلی و ہم بہ سفر (مالابد منہ ص ۵۴)

اب بوڈھان واپس پہنچنے کے بعد پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس درمیان دوسری جگہ جانے کا ارادہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکورہ ہے تو آپ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا(۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۷۱، ص ۱۷۲ اردو فقط واللہ اعلم۔

محض کسی جگہ شادی کرنے سے وہ جگہ وطن اصلی بن جاتی ہے :

(سوال ۲۲۶) ایک شخص نے ایک جگہ شادی کی اور ابھی وہ دوسری جگہ رہتا ہے جو اس کی سسرال سے مسافت شرعی پر ہے، یہ شخص گاہے گاہے اپنی سسرال جاتا ہے، جب یہ سسرال جائے تو نماز میں قصر کرے یا اتمام؟ اسی طرح شادی کے بعد عورت اپنی سسرال میں کیا کرے؟ اور اپنے میکہ جائے تو کیا کرے؟ اتمام یا قصر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شادی کے بعد دلہن رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئے اور وہاں مستقل قیام کر لے تو نماز پوری پڑھے، اسی طرح ماں باپ کے یہاں جائے تب بھی اتمام کرے جب کہ اس نے میکہ کو بالکل نہ چھوڑا ہو، اور شوہر سسرال جائے تو قصر کرے ہاں بیوی کے ساتھ سسرال میں رہنا اختیار کر لے تو نماز پوری پڑھے، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ المسافر

(۱) وطن الاصلى هو وطن الانسان فى بلدته او بلدة اخرى اتخذها داراً و توطن بها مع اهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير هو ان يتوطن فى بلدة اخرى و ينقل الاهل اليها فيخرج الاول من ان يكون وطناً اصلياً حتى لو دخله مسافراً لا يتم فيه لانه بكونه انتقل عن الاول باهله لأنه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث اهلاً فى بلدة اخرى فالاول لم يبطل ويتم فيها الخ بحر الحرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ وتعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل كالزوج والمولى والامير دون التبع كالمرأة والعبد والجندى. مراقى الفلاح على حاشيه طحطاوى باب صلاة المسافر ص ۲۳۱.

(۲) اتمام کرے گا وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ مرتب

www.ownislam.com

www.ozunislam.com

اذا جاوز عمران مصره (الی قوله) ان کان ذلک وطناً اصلیا بان کان مولده و سکن فیه او لم یکن مولده ولکنه تاهل به وجعله داراً (ج۱ ص ۷۸ باب صلاة المسافر)

اس عبارت میں کان مولدہ کے بعد وسکن فیہ کی قید ہے اور تاھل بہ کے ساتھ وجعلہ داراً کا اضافہ ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھادیں:

(سوال ۲۲۷) کڑی سے ایک مولوی صاحب ہمارے یہاں احمد آباد آتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتے ہیں، ایک مرتبہ سورت اور بمبئی کے سفر کے ارادے سے احمد آباد پہنچے اور سابق عادت کے موافق آپ نے امامت کی اور چار رکعت پڑھائیں، قعدۂ اخیرہ میں ان کو اپنا مسافر شرعی ہونا یاد آ گیا تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کی تو کیا مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی یا ان پر نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مولوی صاحب اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ پچھلی دو رکعتیں مسافر امام کے حق میں نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض، اور یہ قاعدہ ہے کہ متنفل (نفل پڑھنے والے) کے پیچھے مفترض (فرض پڑھنے والے) کی اقتدا صحیح نہیں، شامی میں ہے۔ (قوله لم یصر مقیما) فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة (شامی ج ۱ ص ۷۴۱ باب صلوة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم:

(سوال ۲۲۸) میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے، اس لئے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے لے کر جمعہ تک پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، سنیچر اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گذارتا ہوں، اب سوال یہ ہے۔

(۱) پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہوجاتی ہے، اس لئے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟

(۲) سنیچر کے روز جب گھر آتا ہوں تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

(۳) سنیچر اور اتوار کے روز میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، اس لئے اتمام ضروری ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) واذادخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ینو المقام فیه سواء دخل نیة الاحتیاز او دخله لقضاء حاجة لان مصره متعین للاقامة فلا یحتاج الی النیة جوهرة النیرة ج ۱ ص ۱۰۳ باب صلاة المسافر

روزانہ ملازمت کے سلسلے میں پچاس میل جائے تو مسافر ہوگا:

(سوال ۲۲۹) میں سرکاری روڈ ویز میں ملازم ہوں، ایس، ٹی، بس ڈپو میرے وطن اصلی سے پچاس میل دور ہے، میں روزانہ اپ ڈاؤن (آمد و رفت) کرتا ہوں، جب میں اپنی ملازمت کی جگہ پہنچوں تو نمازوں میں قصر کروں یا پوری پڑھوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اصلی میں نماز پوری پڑھے اور جب وطن سے اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں (آتے جاتے ہوئے) اور وہاں پہنچ کر بھی قصر کرے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا:

(سوال ۲۳۰) ایک شخص ٹرک ڈرائیور ہے وہ ہمیشہ ٹرک لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر جاتا رہتا ہے اور کسی بھی جگہ ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کرتا وہ شخص اس حالت میں نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ مسافر شرعی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے نمازوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم از کم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے اور اس پر قصر ضروری ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہوجائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا، اسی طرح جو لوگ اسٹیمر یا ہوائی جہاز میں ملازمت کرتے ہیں اگر وطن اصلی سے اڑتالیس ۴۸ میل دور جانے کی نیت ہوتی ہو تو وہ بھی مسافر شرعی ہیں، ان پر بھی قصر ضروری ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا:

(سوال ۲۳۱) نورالایضاح میں ہے کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے مثلاً اقامت کی نیت کرلے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتداء کرلے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن وقت ختم ہوجانے پر دو رکعت متعین ہوجاتی ہیں اس لئے مقیم ہونے کے بعد بھی دو رکعت ہی قضا کرے گا، لہٰذا وہ مقیم کی اقتدا نہیں کرسکتا کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جب کہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولیٰ فرض ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً لانه یتغیر فرضه الیٰ اربع للتبعیة کما یتغیر بنیة الاقامة لاتصال المغیر بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فی فائتة لم تجزه لانه لا یتغیر بعد الوقت

(۱) ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر کذافی الهدایة فتاویٰ عالمگیری صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹۔
(۲) حوالہ بالا

www.ownislam.com

لانقضاء السبب كما لايخفى بنية الا قامة فيكون اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة او القراءة (هدايه اولين ص ۱۴۶ ،ص ۱۴۷ باب صلوٰة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب. ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ فاسد ہوگئی تھی ،تو اب کیا کرے؟:

(سوال ۲۳۲)ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟ یعنی قصر کرے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہوسکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو) تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔ وان اقتدیٰ مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده يصلى ركعتين الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲ فی صلاة المسافر)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتدا کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعت امام اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۲۲ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، مطبوعہ کراچی)

اور اگر فساد ایسا ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا:

(سوال ۲۳۳)آج کل شہر اتنے وسیع ہو گئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر مسافرت شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر نارزی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی ۔نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ واشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الا قامة كرض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه فى حكم المصر وكذا القرىٰ المتصلة بالربض فى الصحيح (شامی ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلوة المسافر)

مراقی الفلاح میں ہے۔ ويشترط ان يكون قد (جاوز ايضا ما اتصل به) اى بمقامه (من فنائه) كما يشترط مجاوزة ربضه وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه فى حكم المصر يشترط مجاوزتها فى الصحيح. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۰ باب صلاة المسافر)

شرعی مسافر کب ہوگا؟:

(سوال ۲۳۴)ایک مولانا صاحب وطن اصلی سے ستر اسی میل کے مسافت پر ملازمت کرتے ہیں، گویا جائے ملازمت ان کا وطن اقامت ہے، اب یہ مولانا صاحب اپنی جائے ملازمت (یعنی وطن اقامت) سے پچیس تیس میل یعنی شرعی مسافت سے کم کا سفر کریں تو وہ اپنے وطن اصلی کے حساب سے شرعی مسافر ہو جاتے ہیں لیکن وطن اقامت کے اعتبار سے مسافر نہیں ہوتے، سوال یہ ہے کہ سفر کہاں سے شمار ہوگا، وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے؟

(الجواب)صورت مسئولہ میں وطن اقامت سے سفر شروع ہوگا تو وہ مسافر نہ ہوگا کیونکہ مسافت شرعی نہیں پائی گئی (۱) اور اگر وطن اصلی سے سفر کی ابتداء ہو تو مسافت شرعی کے سبب مسافر شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈرائیور، کنڈکٹر اتمام کریں یا قصر:

(سوال ۲۳۵)میں سرکاری بس میں کنڈکٹری کرتا ہوں، مڈھی (ایک بستی کا نام ہے) وانکانیر سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں جا کر سوا سو کلومیٹر کی مسافت پر آنا جانا ہوتا ہے، اس کے بعد رات دیہاتوں میں گزارنا پڑتا ہے، ایک مرتبہ مڈھی سے ملازمت پر نکل چکنے کے بعد ایک دو دن کے بعد مڈھی آنا ہوتا ہے تو کیا میں فرض نماز پوری پڑھوں یا قصر کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں جب آپ وانکانیر سے بقصد ملازمت مڈھی، پھر وہاں سے سوا سو کلومیٹر کے سفر کے ارادے سے نکلتے ہیں اسی وقت سے شرعی مسافر شمار ہوں گے اور حکم قصر عائد ہوگا يقصر الفرض الرباعى من

(۱) من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً ولو كافراً ومن طاف الدنيا بلاقصد لم يقصر عشرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعى ركعتين الخ. (درمختار مع الشامی ، باب صلوة المسافر. ج: ۱ ص: ۷۳۲-۷۳۴)

www.ozwislam.com

نوی السفر ولو کان عاصیا بسفره اذا جاوز بیوت مقامه وجاوز ایضا ما اتصل به من فنائه(نور الایضاح ص ۱۰۲ باب صلاۃ المسافر) وطن اصلی وانکا نیر ہے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم بن جائیں گے اور اتمام ضروری ہے، اگر مدھی یا کسی اور جگہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی ہے تو مقیم بن جائیں گے ولا یزال یقصر حتی یدخل مصره او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قریة (ایضاً ص ۱۰۳) اور وہ جگہ وطن اقامت کہی جائے گی، وہاں سے سفر شرعی کرنے تک اس جگہ اتمام ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا (۲) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قراءت کرے یا نہ کرے

(سوال ۲۳۶) (۱) اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء میں قصر پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) (۱) حامداً ومصلیاً ومسلماً، مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔(۱) فقط۔

(۲) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے، امام نے قصر کی، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعات میں فاتحہ اور سورت پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ ضم سورہ کرے۔ (فاذا قام) المقیم (الی الاتمام لا یقرأ (فی الاصح) للانه کاللاحق (درمختار) (قوله فاذا قام المقیم الخ) ای بعد سلام الامام المسافر الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۰ باب صلوۃ المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقیم مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں

(سوال ۲۳۷) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت؟ یا با کراہت۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی، عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی، خواہ مقیم ہو یا مسافر (شامی ص ۲۳۸ کتاب الحج ج ۲، فتاوی رحیمیہ ص ۸۹، ص ۹۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده یصلی رکعتین الخ فتاوی عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۲

سجدۃ السہو

سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۳۸) نماز میں سورۂ فاتحہ بھول سے مکرر پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) سورۂ فاتحہ بھول کر دو بار مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ سورت ملانے میں تاخیر ہوئی، اگر سورت پڑھ لینے کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے "زاد الفقیر" میں ہے فلو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحه فلا سجود علیه (ص ۶۳) (یعنی) اگر سورہ فاتحہ پڑھی اس کے بعد سورت پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو نہیں ہے لیکن اگر فرض نماز کی اخیری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ مکرر پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا "زاد الفقیر" میں ہے وکذا قرأة الفاتحة مرتین متوالین فی رکعة من الأولین اما اذا کررها فی الاخریین فلا یجب (ص ۶۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ:

(سوال ۲۳۹) ثلاثی ورباعی نماز میں تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ وهل یکره فی الاخریین المختار لا (درمختار) قوله المختار لا ای لا یکره تحریماً بل تنزیهاً لانه خلاف السنة قال فی المنیة وشرحها (الیٰ قوله) وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراءة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلوة قبیل مطلب کل شفع من النفل صلاة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کی چار رکعات سنت کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۰) ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعات سنت موکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ سنن کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف نہ پڑھے غلطی سے پڑھ لیوے تو سجدۂ سہو کرے۔ ہاں جمعہ کے بعد کی چار رکعت کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لینے سے سجدۂ سہو کا واجب ہونا مسلم نہیں۔ علامہ شامی وغیرہ علمائے محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدة الاولیٰ فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسیا فعلیه السهو وقیل لا شمسی ولا یفتح اذا قام الی الثالثة منها لانها لتاکدها اشبهت الفریضة وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی قال فی الشامیة تحت قوله وقیل لا الخ قال فی البحر ولا یخفی ما فیه والظاهر الاول زاد فی المنح ومن ثم عولنا علیه وحکیته مافی القنیة . باب الوتر والنوافل)

www.ozunislam.com

سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں:

(سوال ۲۴۱) عصر اور عشاء کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات نماز سنت غیر موکدہ ہے اس کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) نماز عصر و عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ اور دوسری چار رکعت نفل نماز کے بعد قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھ سکتے ہیں اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔ وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی ترجمہ۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنت موکدہ کے سواء دوسری چار رکعت سنت غیر موکدہ اور چار رکعت نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء وتعوذ بھی پڑھ سکتے ہیں (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳ ایضاً۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۳)(۱)

فقط و اللہ اعلم بالصواب.

بجائے فاتحہ التحیات:

(سوال ۲۴۲) اگر بجائے فاتحہ کے التحیات یا بجائے التحیات کے سورۂ فاتحہ پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں دونوں صورتوں میں بوجہ ترک واجب سجدۂ سہو واجب ہوگا۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے:

(سوال ۲۴۳) صلوٰۃ التسبیح میں کبھی سبحان اللہ الخ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھا جائے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ اور سجدہ کرے تو اس میں سبحان اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ مختصر رکن ہیں ان میں پڑھے گا تو طوالت ہوجائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر تسبیح ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح.

اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۴) امام نے تین آیت سے پہلے ہی غلطی کی اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پہلے ہی اپنی غلطی کی اصلاح کرکے نماز ادا کی تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔

(۱) وفی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فى القعدة الاولى ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل كذا فى الذاهدى. الباب التاسع فى النوافل)

(۲) واذا قرء الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك اذا قرء الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو فتاوى عالمگيرى الباب الثانى عشر فى سجود السهو ج ۱ ص ۱۲۷.

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے نماز درست ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۲۴۵) جیسا کہ پہلے سوال میں عرض کیا گیا امام سے غلطی ہوئی۔ مقتدیوں نے لقمہ دیا۔ امام نے لقمہ لیا۔ پھر قرأت ختم کرکے رکوع کیا تو کیا اس حالت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(الجواب) اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا نماز صحیح ہے۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

سجدۂ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد:

(سوال ۲۴۵) نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا وہ یاد نہ رہا اور دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو اسی وقت سجدۂ سہو کرکے التحیات و درود و دعا پڑھ کر نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۳)

اگر سلام پھیرنے میں سہو ہوجائے:

(سوال ۲۴۶) مصلی نے بجائے دہنی جانب کے بائیں جانب سلام پھیر دیا تو اب داہنی جانب سلام پھیر کر دوبارہ بائیں جانب پھیرے یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) فقط داہنی جانب سلام پھیر لے بائیں جانب سلام پھیرنے کی حاجت نہیں اور نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نماز صحیح ہے (جوہرہ ج ۱ ص ۵۵)(۴)

چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۴۷) چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔ وهل يكره فى الاخريين المختار لا (درمختار)(قوله المختار لا اى لايكره تحريماً بل تنزيهاً لانه خلاف السنة قال فى المنية وشرحها فأن ضم السورة الى الفاتحة ساهيا يجب عليه سجدتا السهو فى قول ابى يوسف لتأخير الركوع عن محله وفى اظهر الروايات لا يجب لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفى البحر فخر الاسلام ان السورة مشروعة فى الاخريين نفلا وفى الذخيرة انه المختار وفى المحيط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلاً الجواز والمشروعية بمعنى عدم الحرمة فلا ينافى كونه خلاف الاولىٰ كما افاده فى الحلية (درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلاة قبيل مطلب كل شفع من النفل صلاة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

(۱) ذكر فى الفوائد لو قرء فى الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرء صحيحاً قال عندى صلاته جائزة وكذلك الاعراب فتاوى عالمگيرى الفصل الخامس فى زلة القارى ج ۱ ص ۸۲.

(۲) بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقاً لفاتح أخذ بكل حال قال فى الشامية تحت قوله بكل حال اى سواء قراء الامام قدر ما تجوز به الصلوة ام لا شامى باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها ج ۱ ص ۵۸۲.

(۳) سلام من عليه السجود السهو يخرجه من الصلاة خروجاً موقوفا ان سجد عاد اليه والا لا ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناوياً للقطع مالم يحول عن القبلة او يتكلم در مختار على هامش شامى باب سجود السهو ج ۱ ص ۷۰۳.

(۴) وسلم اولا عن سياره ناسيا او ذاكر اسلم عن يمينه وليس عليه ان يعيد عن يساره وليس عليه سهو ه باب صفة الصلاة)

www.ozunislam.com

سجدۂ سہو میں بجائے دو سجدے کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۴۸) امام صاحب کو صبح کی نماز میں سہو ہوا بعد میں امام صاحب نے اصول کے مطابق سجدۂ سہو کیا۔ لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا۔ تشہد، درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا کیسی ہوئی؟ بحوالہ کتب جواب ارسال فرمائیں!

(الجواب) سجدہ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے۔ لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ یجب سجدتان باب سجود السهو (نور الایضاح ص ۱۱۵) (سجدتان) لانه صلى الله عليه وسلم سجد سجدتين لسهو وهو جالس بعد التسليم وعمل به الاكابر من الصحابة والتابعين (مراقی الفلاح ص ۹۳ ایضاً) يسجد للسهو فى الزيادة والنقصان سجدتين بعد السلام (الى قوله) ولنا قوله عليه السلام لكل سهو سجدتان بعد السلام (هدایه ص ۱۳۶ ج ۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

مسبوق بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے:

(سوال ۲۴۹) میری عصر کی پہلی رکعت چلی گئی اور چوتھی رکعت پر جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں نے بھی بھول سے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ ایک رکعت چلی گئی ہے۔ اب میں نے وہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کی۔ تو مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو کیوں؟ اور لازم نہ ہوگا تو کیوں؟ اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو کیا صورت نکلے گی۔ اور کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غلطی سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (اس لئے کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) ولو سلم ساهياً ان بعد امامه لزمه السهو والا لا (درمختار) (قوله لزمه السهو) لانه منفرد فى هذه الحالة ح (قوله والا لا) اى وان سلم معه اوقبله لا يلزمه لانه مقتدفى هاتين الحالتين ح وفى شرح المنية عن المحيط ان سلم فى الاول مقارناً لسلامه فلا سهو عليه لانه مقتد به وبعده يلزم لانه منفرد اه (شامی ص ۵۶۰ ج ۱ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملالی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۰) ایک شخص فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالی تو نماز صحیح ہو جائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(وضم (قصر سورة فى الاولين من الفرض وهل يكره فى الاخريين المختار لا درمختار) قوله المختار لا) قال فى المنية وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدتا السهو فى قول ابى يوسف لتاخير الركوع عن محله وفى اظهر الروايات لا يجب لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه (شامی) ج ۱ ص ۴۲۷) باب صفة الصلوة) فقط و الله اعلم بالصواب ۹ ذی قعدی ۱۴۰۱ھ.

جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۱) امام نے بھول سے جہری نماز میں سراً قرأت کی اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کتنی مقدار پڑھنے سے لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سری نماز میں جهراً یا جهری نماز میں سراً بقدر ما تجوزبه الصلوة (یعنی بقدر تین چھوٹی آیت) پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، اس سے کم میں لازم نہیں معاف ہے کہ بچنا مشکل ہے۔ والمعتبر فى ذلك مقدار ما تجوزبه الصلوة على الاختلاف لان مادون ذلك قليل لا يمكن الاحتراز عنه (الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۷۳ باب سجود السهو) وان جهر بعض القراءة فى السرية او اخفاها الامام فى الجهرية فان كان الجهر والاخفاء اقل مما تجوزبه فهو معفو معسر الاحتراز عنه (رسائل الاركان ص ۹۳ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز میں سورۂ فاتحہ بتمامہا واجب:

(سوال ۲۵۲) مخدوم حضرت مفتی صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی آیت پوری یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو ترک واجب کہیں گے یا نہیں؟ اور پھر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسئلہ اختلافی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ بتمامہا (پوری) واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا وجوب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا، امام صاحب کا قول قوی اور احوط ہے، پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو لازم قرار دیا جائے گا قراءة فاتحة الكتاب فيسجد للسهو بترك اكثرها لا اقلها لكن فى المجتبىٰ يسجد بترك اية منها وهو اولىٰ قلت وعليه فكل اية واجبة (درمختار) (قوله بترك اكثرها) يفيد ان الواجب الاكثر ولا يعرى عن تامل بحرو فى القهستانى انها بتمامها واجبة عنده واما عندهما فاكثرها ولا يجب السهو بنسيان الباقى كما فى الزاهدى فكلام الشارح جار على قولهما (طحطاوى على الدرالمختار ج ۱ ص ۳۲۰ باب صفة الصلاة). (قوله وعليه) اى بناء على ما فى المجتبىٰ فكل اية واجبة وفيه نظر لان الظاهران ما فى المجتبىٰ مبنى على قول الامام بانها بتمامها واجبة وذكر الآية تمثيلا لا تقييداً اذ ابترك شيئى منها آيت اواقل ولو حرفاً لايكون آتيا بكلها الذى هو الواجب كمان الواجب

www.ozwislam.com

ضم ثلاث آیات فلو قرأ دونها کان تارکاً للواجب افاده الرحمتی (شامی ج ۱ ص ۴۲۶ ایضاً مطلب فی واجبات الصلاة). (قوله قرائة الفاتحه) قالوا بترک اکثرها یسجد للسهو لا ان ترک اقلها ولم ارما اذا ترک النصف نهر لکن فی المجتبی . یسجد بترک آیة منها وهو اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴ وفصل فی واجبات الصلوة) فقط و الله اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی:

(سوال ۲۵۳) سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی پھر یاد آیا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے تھی تو اب کیا کرے؟ اس صورت میں سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورت پڑھے؟ یا سورت پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے؟ اور مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورت چھوڑ کر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے اگر فاتحہ سے پہلے سورت کی ایک آیت پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، کیونکہ قرائت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے اور یہ موجب تاخیر ہے۔ اور اگر ایک آیت سے کم پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں اتنی تاخیر معاف ہے۔ وان قراء السورة قبل الفاتحة او بعضها ثم تذکر یعود الی الفاتحة ثم یقرء السورة ویسجد للسهو لان الترتیب بین الفاتحة والسورة لازم (رسائل الارکان ص ۹۳)

لان الظاهر ان العلة هی تاخیر الابتداء بالفاتحة والتاخیر الیسیر و هو دون رکن معفو عنه تامل (الی قوله) وان غیر واحد من المشائخ قدرها بمقدار اداء رکن (شامی ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا:

(سوال ۲۵۴) امام صاحب مغرب کی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے قیام کے قریب ہوتے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے اور آخر میں سجدۂ سہو کیا مگر ایک طرف سلام پھیرے بغیر کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہوگیا، سجدۂ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، اگر نہ پھیرا تو اس سے کراہت تنزیہی لازم آئے گی مگر نماز ہوجائے گی، اعادہ ضروری نہیں۔ ولو سجد قبل السلام جاز وکره تنزیها (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۱ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب .

امام سورۂ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے:

(سوال ۲۵۵) بعض مرتبہ امام صاحب سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے قبل تھوڑی دیر سوچتے ہیں تو اس نماز میں کچھ نقص آئے گا یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنے اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے علاوہ اگر

ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے اتنی دیر خاموش رہے اور سوچتا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس سے کم وقفہ ہو تو کچھ لازم نہیں۔ (واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر (قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک) بقراءة ولا تسبیح) (وجب علیه سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۶ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے میں تاخیر ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۶) امام صاحب مغرب کی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں التحیات، درود شریف و دعا پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک مقتدی نے قعدۂ اولیٰ سمجھ کر لقمہ دے دیا، یعنی سبحان اللہ کہا تو امام صاحب کھڑے ہوگئے لیکن جب دوسرے مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا تو امام صاحب فوراً بیٹھ گئے اور نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا، لیکن بعد میں بہشتی زیور حصہ دوم مسئلہ نمبر ۱۹ کو دیکھ کر نماز کا اعادہ کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نے دعا نصف سے زائد پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تمام فرائض ادا ہو چکے ہیں اور مذکورہ کتاب کے موافق عمدۃ الفقہ اور بہشتی ثمر میں بھی لکھا ہے، لیکن ہم کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوتا لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرمائیں اور ہمارے شبہ کو زائل فرمائیں۔ جزاکم الله خیر الجزاء بینوا توجروا.

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلی نماز ناقص ادا ہوئی تھی، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہوگئی تھی اور سلام واجبات صلوٰۃ میں سے ہے اور تاخیر واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، لہٰذا سجدۂ سہو کرنا ضروری تھا، سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے درمختار میں ہے۔ ویسجد للسهو فی الصورتین لنقصان فرضه بتاخیر السلام فی الاولیٰ وترکه فی الثانیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۱ باب سجود السهو) عالمگیری میں ہے۔ رجل صلی الظهر خمساً وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج (عالمگیری ج ۱ ص ۸۲ الباب الثانی عشر فی سجود السهود) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ پڑھے:

(سوال ۲۵۷) ہماری مسجد کے امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور تقریباً چھ آیتیں تلاوت کرلیں اس کے بعد ان کو ظن غالب یہ ہوا کہ میں نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس لئے انہوں نے سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور پھر اس کے بعد سورۃ تلاوت کی۔ پہلی مرتبہ ان کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا گمان غالب تھا حالانکہ حقیقت میں انہوں نے پڑھی تھی، تو گویا انہوں نے دو مرتبہ سورۂ فاتحہ اور دو مرتبہ سورۃ تلاوت کی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیوں؟ اور اگر واجب نہ ہوگا تو کس وجہ سے؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: سورۂ فاتحہ پوری پڑھنے کے بعد جب سورت کی چھ آیتیں بھی پڑھ لی تھیں تو اب سورۂ فاتحہ اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں آیا، کیونکہ متوالیاً تکرار فاتحہ سے سورۃ ملانے میں تاخیر لازم آتی ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد متصلاً سورت ملانا واجب ہے، اس وجہ سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور صورت مسئولہ میں تکرار

www.ozunislam.com

فاتحہ متوالیا نہیں ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ ولو قرأ ها فی رکعة من الا ولیین مرتین وجب سجود السهو لتاخیر الواجب وهو السورة کما فی الذخیرة الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة)فلو قرا الفاتحة مرتین قبل السورة وجب سجود السهو لتاخیر السورة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۱) وکرر الفاتحة فی رکعة من الا ولیین متوالیاً (الی قوله) یجب علیه سجود السهو للزوم تاخیر الواجب وهو السورة (الی قوله) ولو قرء الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا یلزمه السهو وقیل یلزمه (ایضا کبری ص ۴۳۳) ولو قرأ الفاتحة مرتین فی الا ولیین فعلیه السهو لا نه اخر السورة ولو قرأ فیهما الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة ساهیا لم یجب علیه سهو وصار کانه قرأ سورة طویلة(الجوهرة باب صفة الصلاة النیرة ج ۱ ص ۷۷)

ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۸) قعدۂ اولی میں یا قاعدۂ ثانیہ میں تشہد کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تشہد کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ولو ترک التشهد فی القعدتین او بعضه لزمه السجود فی ظاهر الروایة لا نه ذکر واحد منظوم فترک بعضه کترک کله (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ فصل فی بیان واجب الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۹) امام نے مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ الحمد للہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک آیت بھی دوبارہ پڑھے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ آدھی سورت سے زیادہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پوری پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہے، آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحیح کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت بھی سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور سورۂ فاتحہ کی تکرار سے یا آدھی سے زیادہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہے، مذکورہ صورت میں مالک یوم الدین تک پڑھ کر سہواً دوبارہ اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں، (۱) یہ حکم ان رکعتوں کا ہے جس میں سورۂ فاتحہ واجب ہے، ہاں جن رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے ان کا یہ حکم نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو قرء الفاتحة الا حرفا أو قرء اکثرها ثم عاد ساهیا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتین کذا فی الظهیریة فتاوی عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو

(۲) مغرب کی تیسری رکعت اور چار رکعت والے فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا. قال فی شرح المنیه وقیل بالاولیین لان الاقتصار علی مرة فی الاخریین لیس بواجب حتی لا یلزمه سجود السهو بتکرار الفاتحة فیهما سهوا. الخ(شامی ج: ۱ ص: ۳۴۰ واجبات الصلاة)

سجدۂ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں؟:

(سوال ۲۶۰) امام تراویح دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہوگیا، لقمہ دینے سے بیٹھ گیا مگر سجدۂ سہو نہ کیا، دریافت کرنے پر کہا چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے کی یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا نماز تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدۂ سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ "تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں" یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے، البتہ نماز عید اور جمعہ میں جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہوجائے اور تشویش میں پڑ جائیں اور نماز خراب کرلیں تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہوجائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ والسهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء. والمختار عند المتاخرین عدمه فی الا ولیین لدفع الفتنة (درمختار)(قوله عدمه فی الا ولیین) الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سوا هما کذلک کما بحثه بعضهم ط وکذا بحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الا ولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة اه (قوله وبه جزم فی الدرر) لکنه قیده بحثیها الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک ط (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السهو)(طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۰ ایضاً)فقط و الله اعلم بالصواب.

سجدۂ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۶۱) محترم مفتی صاحب سلام مسنون! آپ کے فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق، مسبوق مدرک لاحق کے احکام میں، کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے، کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۵۳ جدید ترتیب) اردو میں یہ فتوی ہے۔ مسبوق سجدۂ سہو کرنے میں امام کی متابعت کرے مگر سلام نہ پھیرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہوگئی آپ بحوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسبوق سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی (۱) اور اگر سہواً (بھول سے) سلام

(۱) یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا ضروری ہے بعض لوگ مسئلہ نہیں جانتے اور یہ گمان کرکے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں کہ ان کو بھی سلام پھیرنا چاہئے ایسے لوگوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے اور گذشتہ زمانہ میں مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہو چکا ہے تو ان کا اندازہ کرکے قضا کرنا ضروری ہے. ولو سلم علی ظن ان علیه ان یسلم فهو سلام عمداً یمنع البناء (کبیری ص: ۴۶۵ مصری)

www.ownislam.com

پھیرا، یا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ بدائع میں ہے ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السھود ون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السھو لافی سلامه وان سلم فان کان عامداً تفسد صلاته وان کان ساھیا لا تفسد ولا سھو علیه لانه مقتد وسھو المقتدی باطل فاذا سلم الامام للسھو یتابعه فی السجود ویتابعه فی التشھد (بدائع الصنائع ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه سجود السھو ومن لایجب) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو؟:

(سوال ۲۶۲) ایک شخص کی ظہر کی دو رکعتیں چلی گئیں چوتھی رکعت پر امام نے جب نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرا تو اس شخص (مسبوق) نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ میری دو رکعتیں چلی گئی ہیں فوراً کھڑا ہو گیا اور اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کیں اب اس پر آخر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب امام نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہیں چاہئے۔ ولا یسلم اذا سلم الامام (ای للخروج عن الصلوة) لان ھذا السلام للخروج وقد بقی علیه ارکان الصلوة (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶)

اگر غلطی سے سلام پھیر دیا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) بدائع میں ہے۔ ولا یسلم اذا سلم الامام (ای للخروج عن الصلوة) لان ھذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقی علیه ارکان الصلوة فاذا سلم مع الامام فان کان ذاکراً لما علیه من القضاء فسدت صلوته لانه سلام عمد وان لم یکن ذاکراً له (ای لما علیه من القضاء) لا تفسد لانه سلام سھو فلم یخرجه عن الصلوة وھل یلزمه سجود السھو لاجل سلامه ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلم معه لا یلزمه لان سھوه سھو المقتدی وسھو المقتدی متعطل وان سلم بعد تسلیم الامام لزمه لان سھوه سھو المنفرد فیقضی ما فاته ثم یسجد للسھو فی اخر صلاته (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۱ ایضاً) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۶۰ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا، امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا بہت ہی نادر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۶۳) کوئی شخص رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا یا سہواً صرف ایک سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز کی اصلاح کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ کو ادا کر لے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے تو نماز کی اصلاح ہو جائے گی ومنھا رعایة الترتیب فی فعل مکرر فلو ترک سجدة من رکعة فتذکرھا فی آخر الصلوة سجدھا وسجد للسھو لترک الترتیب ولیس علیه اعادة ما قبلھا ولو قدم الرکوع علی القراءة لزمه السجود لکن لا یعتد بالرکوع فیفرض اعادته بعد القرائة کذا فی البحر الرائق (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ کتاب الصلوة الباب الثانی عشر فی سجود السھو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

قرأت میں تکرار کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۶۴) قراءت میں تکرار کرے جیسے حفاظ تراویح میں کسی آیت پر آگے کی آیت یاد نہ آنے پر کرتے ہیں تو سجدۂ سہو لازم ہے؟ اگر یہ تکرار تین آیتیں ہو جانے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں، اگرچہ یہ تکرار تین آیات پڑھنے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے، دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ۔

امام قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو؟:

(سوال ۲۶۵) چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر امام اٹھ رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا یا قاعدۂ اولیٰ چھوڑ کر امام سجدہ سے قیام کو جا رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (حیدرآباد)

(الجواب) آخری قعدہ کرکے اگر امام پورا کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا اور لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، قعدۂ اولیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر اوپر کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہو گیا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ ومن سھی عن القعدة الاولیٰ ثم تذکر وھو الی حالة القعود اقرب عاد وقعد وتشھد لان ما یقرب من الشیئ یاخذ حکمه ثم قیل یسجد للسھو للتاخیر والاصح انه لا یسجد کما اذا لم یقم ولو کان الی القیام اقرب لم یعد لانه کالقائم معنی ویسجد للسھو لانه ترک الواجب وان سھیٰ عن القعدة الاخیرة حتی قام الی الخامسة رجع الی القعدة مالم یسجد لان فیه اصلاح صلاته۔ (ھدایه اولین ص ۱۳۹ باب سجود السھو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

www.ownislam.com

غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا:

(سوال ۲۶۶) کسی نے بھول سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا بعد میں سیدھی جانب تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہوجائے گی اور دوبارہ بائیں طرف سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں ولو سلم اولاً عن یسارہ ناسیاً او ذاکراً یسلم عن یمینہ ولیس علیہ ان یعیدہ عن یسارہ ولیس علیہ سھواً اذا فعلہ ناسیاً (الجوھرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۵ باب صفۃ الصلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

عیدین وجمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟:

(سوال ۲۶۷) عید کی نماز میں تکبیر زائدہ واجبہ ترک ہوجائے یا اور کوئی موجب سجدۂ سہو غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز میں اسی طرح جمعہ وغیرہ میں مجمع کثیر ہو جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہونے اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہوجاتا ہے۔ (ولا یاتی الامام بسجود السھو فی الجمعۃ والعیدین) دفعا للفتنۃ بکثرۃ الجماعۃ وبطلان صلاۃ من یری لزوم المتابعۃ وفساد الصلوۃ بترکہ (مراقی الفلاح ص ۹۴) (قولہ بکثرۃ الجماعۃ) واخذ العلامۃ الوانی من ھذہ السببیۃ ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما اذا لم یحضروا فالظاھر السجود لعدم الداعی الی الترک وھو التشویش (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۰ باب سجود السھو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السھو) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

سجدۂ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۶۸) سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھے یا درود شریف ودعا پڑھنا کافی ہے؟ اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدۂ سہو کے بعد التحیات (تشہد) پڑھنا ضروری ہے اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوجائے گی مگر واجب کا تارک ہوگا لہذا نماز واجب الاعادہ ہوگی، درمختار میں ہے (ویجب ایضا) تشھد وسلام لان سجود السھو یرفع التشھد (قولہ یرفع التشھد) ای قراءتہ حتی لو سلم بمجرد رفعہ من سجدتی السھو صحت صلاتہ ویکون تارکاً للواجب وکذا یرفع السلام امداد (درمختار شامی ج ۱ ص ۶۹۲، باب سجود السھو) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۰ باب سجود السھو) (عمدۃ الفقہ ص ۳۶۱ ج ۲). فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مغرب یا عشاء کی آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

(سوال ۲۶۹) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون! مزاج گرامی! عرض ہے کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کے آخر میں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر کے عنوان سے دیکھئے ۵ مرتب ۱۹۷) میں ایک فتویٰ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جہراً قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوا، بحر الرائق اور طحطاوی کا حوالہ ہے براہ کرم عبارت کتب بالانقل فرما کر ممنون فرمائیں، غور طلب یہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جب قرأۃ کا درجہ ہی مسنونیت کا ہے تو جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو کیسے واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض کی آخری ایک یا دو رکعت میں صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے مگر ان رکعتوں میں بالاتفاق امام کے لئے سراً قرأت کرنا واجب ہے لہذا اگر امام جہراً قرأت کرے گا تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔ (والجھر) للامام (والاسرار) للکل (فیما یجھر) فیہ ویسر (درمختار) (قولہ والاسرار للکل) ای للامام اتفاقاً ومنفرد علی الاصح (بحر) (قولہ ویسر) ای فیما یسر فیہ وھو صلوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۴ واجبات الصلاۃ)

بحر الرائق میں ہے (قولہ والجھر والاسرار فیما یجھر ویسر) فالحاصل ان الاخفاء فی صلوۃ المخافتۃ واجب علی المصلی اماماً کان او منفرداً وھی صلوۃ الظھر والعصر والرکعۃ الثالثۃ من المغرب والاخریان من صلوۃ العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء وھو واجب علی الامام اتفاقاً وعلی المنفرد علی الاصح الخ (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوۃ)

مراقی الفلاح میں ہے (ویجب الاسرار) فی جمیع رکعات (الظھر والعصر) ولو فی جمعھما بعرفۃ (و) الاسرار (فیما بعد اولی العشاءین) الثالثۃ من المغرب وھی والرابعۃ من العشاء. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ طحطاوی ص ۱۳۸ واجبات الصلوۃ)

وتسن (قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) فی الصحیح وروی عن الامام وجوبھا وروی التخییر بین قراءۃ الفاتحۃ والتسبیح والسکوت.

طحطاوی میں ہے (قولہ وتسن قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) یشمل الثلاثی والرباعی (قولہ فی الصحیح) ھو ظاھر الروایۃ کما فی الحلبی (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی ص ۱۴۷ سنن الصلوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

کیا مسبوق تراویح میں سجدۂ سہو کرے گا۔

(سوال ۲۷۰) تراویح کی پہلی رکعت میں حافظ صاحب کے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا اس کے بعد دوسری

www.ozmislam.com

رکعت میں ایک شخص نے اقتداء کی آیا یہ نووارد سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے چونکہ حافظ صاحب سے سہو پہلے ہوا اور اقتدا بعد میں (یعنی دوسری رکعت میں) کی ہے، لہذا اس نووارد پر سجدۂ سہو نہیں؟ اس مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وہ مقتدی مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے اتباع میں سجدۂ سہو کرے اگرچہ سہو اس کے اقتداء کرنے سے پہلے ہوا ہو، درمختار میں ہے والمسبوق یسجد مع امامه مطلقاً سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعده (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) یعنی مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک رکعت کے بعد شریک ہوا ہو) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا، چاہے امام سے سہو مسبوق کے اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ البتہ مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہ کرے، سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرے، اس کا ضرور خیال رکھے۔ اگر مسبوق نے یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر سہواً سلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه السهو ومن لا یجب علیه، وفتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب

مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو:

(سوال ۲۷۱) امام کی اقتدا کی حالت میں مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا بوقت سلام امام و مقتدی پر سجدۂ سہو ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی سجدۂ سہو نہ کرے البتہ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہے وسهو المؤتم لا یوجب السجود علی الامام لانه متبوع لا تابع ولا علیه ای ولا علی المؤتم الخ (کبیری) (ص ۴۳۷ فصل فی بیان من تجب علیه السهو ومن لا یجب علیه) وان سهی فی ما یقضی بعد فراغ الامام یسجد السهو ایضاً. (ایضاً ص ۴۳۸)

سجدۂ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۲۷۲) امام صاحب سے سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا، لیکن سجدۂ سہو صرف ایک کیا، نماز کا وقت گذر جانے پر خیال آیا کہ سجدۂ سہو بھی سہواً ایک ہی کیا ہے تو اب نماز کا اعادہ کس طرح کیا جائے، آیا ان مقتدیوں کو جمع کر کے نماز پڑھی جائے یا فرداً فرداً پڑھی جائے؟ مقتدیوں کو جمع کرنا ممکن ہے، اگر اعادہ نماز کی ضرورت نہ ہو تو بھی تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ سجدۂ سہو میں دو سجدے کرنا واجب ہے لہذا ایک سجدہ رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوئی ہے، یجب سجدتان الخ باب سجود السهو (نور الایضاح ص ۱۱۵) وان النقص اذا دخل فی صلوة الامام ولم یجبر و جبت الاعادة علی المقتدی ایضاً (شامی ۱/ ۴۲۵ باب

صفة الصلاة مطلب کل صلاة ادیت مع الکراهة التحریم تجب اعادتها) ایسی صورت میں نمازی منتشر ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو نماز کا اعادہ با جماعت ضروری ہے، منتشر ہونے کے بعد سب کو جمع کرنا ضروری نہیں، فرادی فرادی ادا کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام وتر کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ امام نماز وتر کی تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد خاموش رہا، مقتدی نے الحمد کے بعد لقمہ دیا، پھر امام نے فوراً الحمد للہ کے بعد سورۃ ملا کر دعاء قنوت پڑھ لی اور نماز ترتیب سے ختم کی، صرف خاموش ہونے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ اگر سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا نماز وتر دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہنے کے بعد الحمد پڑھی ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز قابل اعادہ ہے۔

واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشغل حالة الشک بقرائة ولا تسبیح ذکره فی الذخیرة وجب علیه سجود السهو. (باب سجود السهو درمختار ج ۱ ص ۷۰۶)

امام خاموش نہیں رہا بلکہ سورۂ فاتحہ سر اً پڑھنے لگا تو اگر بقدر تین آیت پڑھنے کے پھر جہراً پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ والجهر فیما یخافت فیه و عکسه بقدر ما تجوز به الصلوة (درمختار ج ۱ ص ۶۹۴). فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر:

(سوال ۲۷۴) مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں امام قرأت بالجہر سہواً کرے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے (طحطاوی ج ۱ ص ۳۲۴)(۱) بحر الرائق واجبات الصلوة ص ۳۵۲ ج - فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ومنها جهر الامام فیما یجهر فیه والاسرار فی محله مطلقاً واختلف فی القدر الموجب للسهو والاصح انه قدر ما تجوز به الصلاة فی الفصلین، باب سجود السهو واجبات الصلاة)

www.ownislam.com

سجدہ تلاوت

آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا:

(سوال ۲۷۵) رمضان المبارک میں حفاظ قرآن کا دور کرتے ہیں۔ ایک پڑھتا ہے اور دوسرے حفاظ اور حاضرین سنتے ہیں۔ اس طرح آیت سجدہ بار بار پڑھنے اور سننے میں آتی ہے تو سجدہ ایک ہی کیا جائے یا جتنی بار آیت پڑھی اور سنی جائے اتنی دفعہ سجدہ کرے؟

(الجواب) آیت سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھی جائے تب بھی ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔ صورت مسئول عنہا میں ایک ہی سجدہ کرے کیونکہ آیت اور مجلس ایک ہی ہے (شامی ج ۲ ص ۷۲۶)(۱) (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ ایضاً)

آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے:

(سوال ۲۷۶) نماز تراویح میں امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گیا مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔ اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا (درمختار شامی ج ۱ ص ۷۲۴)(۲)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ آیات سجدہ پڑھ لے:

(سوال ۲۷۷) حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لی سجدہ تلاوت کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵)(۳)

چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کریں تو کتنے سجدے کریں:

(سوال ۲۷۸) ماہ رمضان میں حفاظ کرام دور سناتے ہیں ایک پڑھتا ہے دوسرے سنتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے سب پڑھتے ہیں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو سب پر ایک ہی سجدہ ہے یا جس قدر حفاظ ہیں اسی قدر سجدے ہوں گے اور اسی طرح جتنی بار سماعت ہوتی ہو اسی کا سجدہ ہے؟ شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں؟

(الجواب) اگر ایک ہی مجلس میں اس طرح تلاوت ہوتی ہو اور آیت سجدہ بھی ایک ہی ہو تو ایک ہی سجدہ واجب ہے کہ

(۱) قوله ولو كررها في مجلسين تكررت الاصل انه لا يتكرر
ا جوب الا باحد امور الثلاثة اختلاف التلاوت او السماع او المجلس مالم يكن للمكانين حكم الواحد كمسجد والبيت والسفينة الخ باب سجود التلاوة)
(۲) وتؤدى بسجودها كذلك اى على الفور وان لم ينو بالا جماع ولو نواها فى ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها فسدت صلاته باب سجود التلاوة)
(۳) ولو تلاها فى ركعة فسجدها ثم اعادها فى تلك الركعة لا تجب الثانية كذا فى محيط السرخسى الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة)

آیت سجدہ اور مجلس متحد ہے یعنی آیت بھی ایک ہے اور مجلس بھی ایک ہے (شامی ج ۱ ص ۷۲۶ حوالہ بالا بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ باب سجود التلاوة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں:

(سوال ۲۷۹) تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) خیر القرون میں عرب وعجم میں کثیر تعداد میں جہلاء اور نومسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ہذا ثابت نہیں حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستگی کے بڑے حریص تھے۔ فقہاء نے بھی اسطرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرور تاکید فرماتے جیسے کہ مسافر امام کو خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے چاہے نماز سے پہلے ہو یا بعد میں کہ "میں مسافر ہوں" کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں عام طور پر ایسی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر بلا ضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں کا رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت اعلان کیا جاتا ہے۔ الصلوٰة سنة قبل الجمعة۔ یا۔ یہ کہا جاتا ہے انصتوا رحمكم الله اور دوسرا اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے سواء اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے (ازالة الخفاء مجلس نمبر ۱ فصل نمبر ۵) البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں۔ کچھ صفیں بالائی منزل میں بھی ہوتی ہیں اور وہاں مغالطہ کا قوی احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدۂ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بے شک بموجب "الضرورات تبيح المحذورات"۔ اعلان کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ ہمارے یہاں اس کی (اعلان کی) ضرورت نہیں میرا اپنا برسوں کا تجربہ ہے لہذا اس کا ترک ضروری اور اس کی پابندی غلط ہے۔

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو؟

(سوال ۲۸۰) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے آیت پڑھی تو ایک سجدۂ تلاوت ہے یا دو سجدے؟

(الجواب) امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے۔ اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔(۱) فقط۔

(۱) اذا تلا الامام آية لسجدة سجدها وسجد الماموم وان تلا المأموم لم يلزم الامام ولا المؤتم السجود لا فى الصلاة ولا بعد الفراغ منها، فتاوى عالمگيرى سجود التلاوة ج ۱ ص ۱۳۳۔

www.ozunislam.com

سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟:

(سوال ۲۸۱) سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت "اناب" پر ہے یا "حسن مآب" پر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) محقق قول کی بنا پر اولیٰ یہ ہے کہ "حسن مآب" پر سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ شامی میں ہے:۔ وفی ص عند حسن مآب وھو اولیٰ من قول الزیلعی عندو آناب (ج ۱ ص ۷۱۶ باب سجود التلاوۃ) علم الفقہ میں ہے (۱۰) سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت وخر راکعاً واناب فغفر نالہ' ذلک وان لہ' عندنا لزلفی وحسن مآب. اس آیت میں "وحسن مآب" کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک "اناب" کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں (درمختار) (علم الفقہ ص ۱۹۵ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے:

(سوال ۲۸۲) تراویح میں امام نے پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کی اتفاقاً دوسری رکعت میں اسی آیت سجدہ کو دہرایا تو پہلا سجدہ کافی ہے یا دوسرا لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلا سجدہ کافی ہوجائے گا، بدائع الصنائع میں ہے: واما اذا کرر التلاوۃ فی رکعتین ان یکفیہ سجدۃ واحدۃ وھو قول ابی یوسف الاخیر وفی الاستحسان یلزمہ' لکل تلاوۃ سجدۃ وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ الاول وھو قول محمد وھذا من المسائل الثلاث التی رجع فیھا ابو یوسف رحمہ اللہ عن الاستحسان الی القیاس الخ (ص ۱۸۲ فصل سبب وجوب السجدۃ جلد اول) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا!:

(سوال ۲۸۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا تو ادا ہوا؟ یا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر تین آیتوں سے زیادہ پڑھنے کے بعد سجدہ کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ علی المذھب المختار. سجدۂ سہو نہ کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہو وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ کی ہو۔ سجدہ کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد بجز توبہ واستغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں۔

درمختار میں ہے۔ فعلی الفور لصیرو تھا جزء' امنھا ویأثم بتاخیر ھا ویقضیھا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام. وفی الشامی (قولہ فعلی الفور) ای فان کانت صلوتیۃً فعلی الفور ثم تفسیر الفور عدم طویل المدۃ بین التلاوۃ والسجدۃ بقراءۃ اکثر من آیتین او ثلاث علی ماسیأتی حلیہ.

(قولہ ویأثم بتاخیرھا) لانھا وجبت بما ھو عن افعال الصلوہ وھو القرائۃ وصارت من اجزائھا فوجب ادا ؤھا مضیقاً کما فی البدائع ولذا کانت المختار وجوب سجود السھو لو تذکرھا بعد محلھا کما قدمناہ فی بابہ عند قولہ لترک واجب صارت کما لو اخرت السجدۃ الصلبیۃ عن محلھا فانھا تکون قضاء ومثلہ ما لو اخر القراءۃ الی الاخریین علی القول بوجوبھا فی الاولیین وھو المعتمد. اما علی القول بعدمہ فیھما فھی اداء فی الاخریین کما حققناہ فی واجبات الصلوٰۃ فافھم. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۳۳ باب سجود السھو) (وھکذا فی المراقی الفلاح وحاشیۃ الطحطاوی ص ۲۶۷)

وفی عالمگیریہ: وفی الغیاثیہ واداء ھا لیس علی الفور حتیٰ لو اداھا فی ای وقت کان مودیاً قاضیاً کذا فی التاتارخانیۃ ھذا فی غیر الصلاتیۃ اما الصلوتیۃ اذا اخرھا حتی طالت القرائۃ تصیر قضاءً ویأثم ھکذا فی البحر الرائق ج ۱ ص ۸۶.۸۷ الباب العاشر فی سجود التلاوۃ)

وفی موضع اخر:. وفی الولوالجیۃ المصلی اذا تلا آیۃ السجدۃ ونسی ان یسجد لھا ثم ذکرھا وسجد ووجب علیہ سجود السھو لانہ تارک للوصل وھو واجب وقیل لا سھو علیہ والاول الاصح کذا فی التاتارخانیہ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الباب الثانی عشر فی سجود السھو)

مالابدمنہ میں ہے:۔ سجدۂ تلاوت کہ در نماز واجب شدہ بعد نماز قضا نہ شود ص ۱۷ فقط واللہ علم بالصواب۔

رکوع اور سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے:

(سوال ۲۸۴) حافظ صاحب نے تراویح میں سورۂ اعراف کی آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ سجدہ ادا ہوجائے گا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کرے (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے نماز کے سجدہ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔ وتؤدیٰ برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراءۃ اٰیۃ) او ایتین وکذا الثلاث علی الظاھر کما فی البحر (ان نواہ) ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح (وتؤدی بسجودھا کذلک) ای علی الفور (وان لم ینو) بالاجماع ولو نواھا فی رکوعہ ولم ینو المؤتم لم تجزہ. (قولہ لم تجزہ) ای لم تجزہ الا مام المؤتم ولا تندرج فی سجودہ اوان نواھا المؤتم فیہ لانہ' لما نواھا الامام فی رکوعہ تعین لھا. افادہ ح ھذا الخ (درمختار مع الشامی ج)

www.ahlehaq.com

ص ۲۲۳، ج ۱ ص ۲۲۴ باب سجود التلاوة)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کر لی ہو تو مقتدیوں کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔ نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔ مسئلہ پر عمل کرانا ہو تو نمازیوں کو پہلے سے مسئلہ سمجھاوے پھر عمل کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے:

(سوال ۲۸۵) کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قصداً سورۂ علق۔ (اقرأ باسم ربک) تلاوت کی تکبیر کہہ کر فوراً رکوع کیا، اور مدعی ہیں کہ میرا یہ فعل عین سنت کے مطابق ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اور طرز عمل حدیث وسنت کے مطابق ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کے بعد بلا کچھ پڑھے رکوع کر لینا سنت کے مطابق ہے تو اس کی دلیل پیش کرنا ان کے ذمہ ہے محض دعویٰ کافی نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کر لینا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ ولو کانت تختم السورة فالا فضل ان یرکع بها ولو سجدو لم یرکع فلا بد ان یقرء شیئاً من السورة الاخریٰ بعد ما رفع راسه' من السجود ولو رفع ولم یقرء شیئاً جاز (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة)

وحاصله علی ما ذکره الفقهاء کما فی البدائع ملخصاً ان المتلوة خارج الصلوة تودی علی نعت سجدات الصلوة والمتلوة فی الصلوة الا فضل ان یسجد لها ثم اذا سجد وقام یکره له ان یرکع کما رفع سواء کان آیة السجدة فی وسط السورة او عند ختمها وبقی بعدها الی الختم قدر آیتین او ثلاث فینبغی ان یقرء ثم یرکع ینتظر ان کانت الآیة فی الوسط فانه ینبغی ان یختمها ثم یرکع وان کانت عند الختم فینبغی ان یقرء ایات من سورة اخریٰ ثم ۱ ه (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳ باب سجود التلاوة) فقط و الله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم.

سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:

(سوال ۱۲۸۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) امام نے سورہ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز فجر میں اسی سورت کو پڑھا تو اس کے ذمہ سجدہ تلاوت ہے یا پہلے کیا ہوا سجدہ کافی ہے کہ جگہ بدلی نہیں ہے۔

(۲) خارج صلوٰۃ آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت نہ کیا، نماز میں اسی آیت کو پڑھا اور نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے۔ یا خارج صلوٰۃ جو ایک آیت سجدہ تلاوت کی تھی اس کے لئے دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا؟

(۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدۂ تلاوت کر لیا۔ پھر نماز کے بعد اسی جگہ وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟ امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) صورت مذکورہ میں دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ امام اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو سجدۂ تلات کرنا ضروری ہوگا۔ اذا کرر اٰیة السجدة فی مکان متحد کفته واحدة الا فی مسئلة اذا قرأها خارج الصلوة وسجدلها ثم اعادها فی مکانه فی الصلوة فانه تلزمه اخریٰ. یعنی ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ مکرر پڑھے تو ایک سجدہ کافی ہے مگر اس مسئلہ میں کہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پھر اسی جگہ نماز پڑھی اور وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کو دوسرا سجدہ لازم ہوگا (الا شباه والنظائر ص ۱۹۱ الفن الثانی) مراقی الفلاح میں ہے (ولو تلا اٰیة (خارج الصلوة فسجد) لها (ثم) دخل فی الصلوة و(اعاد) تلاوتها (فیها) ای فی الصلوة فی مجلسه (سجد) سجدة (اخریٰ) لعدم تبعیتها للخارجیة لقوة الصلویة الخ (مراقی الفلاح مع حاشیة طحطاوی ص ۲۸۶ باب سجود التلاوت) (مالا بد منه ص ۷۱)

(۲) نماز میں جو سجدہ کیا وہ کافی ہے۔ دوسرا لازم نہیں (وان لم یسجد اولاً حین تلا او سمع خارج الصلوٰة (کفته) سجدة (واحدة) وهی الصلوتیة عن التلاوتین لقوتها فی ظاهر الروایة (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) (مالا بد منه ص ۷۱) مگر سجدہ کر لینے میں احتیاط ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله فی ظاهر الروایة) وفی روایة النوادر یسجد للاول اذا فرغ من الصلوة لان السابق لا یکون تبعاً للاحق ولان المکان قد تبدل بالاشتغال بالصلوة فصار کما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر . ان الدخول فی الصلوة فصار کما لو تبدل بعمل اخر .وجه الظاهر . ان الدخول فی الصلوة عمل قلیل وبمثله لا یختلف المجلس کذا فی الشرح (ص ۲۸۶ ایضاً)

(۳) ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ وکذا لو سجد فی الصلوة ثم اعادها بعد سلامه یسجد اخریٰ فی ظاهر الروایة لعدم بقاء الصلویة حکماً (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۶ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۸۶) ہمارے یہاں گذشتہ کل تراویح میں سورۂ ص میں اناب پر سجدۂ تلاوت ہوا۔ ایک بڑی عمر کے حافظ صاحب کہہ رہے کہ سجدہ "مآب" پر کرنا چاہئے لہذا اس رکوع کا اعادہ کرو، اور دوبارہ سجدہ کرو۔ ورنہ ایک سجدہ رہ جائے گا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت "حسن مآب" پر کیا جائے، "اناب" پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے۔ شامی میں ہے وفی ص عند وحسن مآب وهو اولیٰ من قول الزیلعی عندو اناب (شامی ج ۱ ص

www.ownislam.com

۷۱۶ باب سجود التلاوۃ) صورت مسئولہ میں اناب پر سجدہ کیا گیا ہے یہ خلاف احتیاط ہوا۔لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔۲۴رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی

جو پہلی دو رکعت میں پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۸۷) تراویح میں امام نے دو رکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کی، پھر دوسری دو رکعت کی نیت باندھی اور سہواً وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی۔لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد ایک مقتدی کے استفتاء پر امام صاحب نے فرمایا کہ پہلی نماز کا سجدۂ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا فرمان صحیح ہے یا دوسری نماز میں مستقل سجدہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ ولان المکان قد تبدل بالا شتغال بالصلوۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) نیز مراقی الفلاح میں ہے وکذا لو سجد فی الصلوۃ ثم اعادھا بعد سلامہ یسجد اخری فی ظاھر الروایۃ لعدم بقاء الصلوٰیۃ حکماً ، یعنی نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا۔پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہری روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ۔

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا :

(سوال ۲۸۸) سجدۂ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) واجب ہوگا اس لئے کہ ترجمہ اسی آیت کا مفہوم ہے نورالایضاح میں ہے۔ ویجب علی من تلا آیۃ ولو بالفارسیۃ (قولہ ولو بالفارسیۃ) اتفاقاً فھم اولم یفھم لکونھا قرآناً من وجہ (باب سجود التلاوۃ مراقی الفلاح ص ۹۶) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے:

(سوال ۲۸۹) ایک حافظ صاحب آج سے پندرہ بیس سال قبل بمبئی آتے جاتے گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے مگر تقریباً ایک سو کے قریب قریب سجدۂ تلاوت ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں، اب وہ حافظ صاحب بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے، اتنے سجدے کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو اب وہ حافظ صاحب کیا کریں بطور فدیہ گیہوں دے دیں تو کیا ذمہ داری ختم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ریل گاڑی میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر سجدہ کا موقعہ نہیں تھا، اس لئے بہت سے سجدۂ تلاوت رہ گئے اپنے مقام پر پہنچ کر کر لینا ضروری تھا تاخیر کے لئے توبہ استغفار ضروری ہے اور اب جب کہ سجدہ کرنے سے معذوری ہے تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتے ہیں۔یعنی جتنا جھک سکنے کی طاقت ہو اتنا جھک کر سجدہ ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح اشارہ سے سجدۂ تلاوت ادا کر لئے جائیں تو ادا ہو جائیں گے، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت:

(سوال ۲۹۰) امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا تو مقتدی کرے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی بھی امام کی اتباع میں سجدہ نہ کرے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

آیت سجدہ سے قبل سجدہ:

(سوال ۲۹۱) حافظ صاحب نے سجدہ والی آیت پڑھنے سے قبل ہی سجدہ کر دیا تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) جی ہاں خلل واقع ہوگا اور اس کی تلافی سجدۂ سہو کرنے سے ہو جائے گی ویجب سجدتان بتشھد وتسلیم لترک واجب بتقدیم او تأخیر اوزیادۃ او نقص (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مختصراً ص ۲۵۰ باب سجود التلاوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

(۱) آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا (۲) آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا:

(سوال ۲۹۲) تراویح کی نماز میں امام صاحب نے سورہ علق پڑھی اور آیت سجدہ باقی رکھ کر سجدۂ تلاوت کر لیا اور حسب قاعدہ نماز ختم کر دی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ان دونوں رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا یا نہیں؟

(ب) دوسری دو رکعتوں میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب کہ آیت سجدہ پڑھی نہیں گئی تو سجدہ بھی واجب نہیں ہوا اس لئے جو سجدہ کیا گیا وہ فضول اور بے موقع ہوا ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور ان دو رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا۔واگر در نماز سجدہ کند ادانہ باشد لیکن نماز باطل نہ شود (مالا بد منہ ص ۷۱)

(ب) دوسرے دوگانہ میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے اور نماز ہی کے اندر اس کا ادا کرنا ضروری تھا مگر نماز میں ادا کرنے سے رہ گیا اس لئے ساقط ہو گیا خارج نماز میں قضا نہیں کیا جا سکتا، اگر قصداً ترک کیا جائے تو آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے واذا تلاھا فی الصلوۃ سجدھا فیھا لا خارجھا لما مرو فی البدائع واذالم یسجد اثم فلتزمہ التوبۃ (درمختار) (قولہ واذا لم یسجد اثم) افادانہ لا یقضیھا قال فی شرح المنیۃ وکل

(۱) لان الامام لو لم یسجد لا یسجد المأموم وان سمعھا لأنہ ' ان سجدھا فی الصلاۃ فوحدہ صار مخالف امامہ ، باب سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۱۲۲ ..

سجدة وجبت فی الصلوة ولم تؤ دفیها سقطت ای لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله اھ(شامی ج ۱ ص ۷۲۲ باب سجود التلاوة)

اگر صورت مذکورہ میں امام نے سجدہ کی آیت کے بعد دو یا تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا تھا اور رکوع کر لیا تھا اور اس میں امام اور مقتدیوں نے سجدۂ تلات ادا کرنے کی نیت بھی کر لی ہو تو سب کا سجدہ ادا ہو گیا اگر امام نے رکوع میں سجدہ کرنے کی نیت نہیں کی تو پھر سجدہ میں بلا نیت بھی سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر تین آیتوں سے زائد پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہے تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا لہذا اس خطا کی خدا سے معافی چاہے (قوله نعم لو رکع وسجد لها اي للصلوة فوراً ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلا نیة تبعه السجود امامه (شامی ج ۱ ص ۷۲۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

ایک ہی مجلس میں استاذ کے مختلف طلبہ سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا:

(سوال ۲۹۳) ایک مدرس طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے، جماعت بندی کی وجہ سے پوری جماعت اپنے استاذ کو ایک ہی سبق سناتی ہے سبق میں بعض مرتبہ سجدۂ تلاوت کی آیت بھی ہوتی ہے ہر طالب علم اپنی اپنی باری پر وہ آیت پڑھتا ہے اور استاذ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور سب کا سبق سنتا ہے۔ مذکورہ صورت میں استاذ پر اور اسی طرح جماعت میں جو نابالغ بچے ہیں ان پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا جتنی مرتبہ آیت پڑھی گئی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں استاذ کے لئے اور بالغ طلبہ کے لئے ایک سجدہ کافی ہوگا، شامی میں ہے۔ واشار الی انه متی اتحد الاية والمجلس لا یتکرر الوجوب وان اجتمعت التلاوة والسماع ولو من جماعة (شامی ج ۱ ص ۷۲۲ تحت قوله بشرط اتحاد الاية والمجلس باب سجود التلاوة، فتاویٰ رحیمیه ج ۵ ص ۱۹۸) فقط و الله اعلم بالصواب.

باب قضاء الفوائت

کیا آنحضور ﷺ کی نماز کبھی قضا ہوئی تھی:

(سوال ۲۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے وعظ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک نہ کھلی جس کی وجہ سے آپ کی نماز قضا ہو گئی اور جب سورج کی کرنیں نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو بیدار ہوئے اور قضا نماز ادا فرمائی، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ہماری دانست میں حضور ﷺ سے ایسے چوک نہیں ہو سکتی، اگر واقعہ صحیح ہے تو حوالہ دے کر اس کی وجوہات مفصل ارقام فرمائیں، اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نزاع ہو رہا ہے۔؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وبا الله التوفیق:۔ بے شک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کی نماز آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے قضا ہو گئی، آپ ﷺ بشر اور مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آنا صرف خدا کی ہی صفت ہے لا تاخذه سنة ولا نوم یعنی نہ تو اس کو (خدا کو) اونگھ دبا سکے نہ نیند (سورۂ بقرہ،)

مذکورہ واقعہ سے شان نبوت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا، حضور ﷺ نے معاذ اللہ سستی، غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ سفر میں تھے، اخیر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا بہت تھکے ہوئے تھے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لیتا ہوں، حضرت بلالؓ کو نماز کے وقت بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم لیٹ گئے، باوجود اس کے کہ حضرت بلالؓ نے بیدار رہنے کی امکانی کوشش کی مگر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجۂ سب کی نماز قضا ہو گئی، اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں قضا نماز ادا کرنا اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، یا ایها الناس ان الله قبض ارواحنا ولو شاء لردها الینا فی حین غیر هذا..... الخ یعنی اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اگر وہ چاہتا تو طلوع آفتاب سے پہلے (نماز کے وقت پر) ہماری روحیں لوٹا دیتا اور ہم بیدار ہو جاتے، جب تم میں سے کوئی سو رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو لازم ہے کہ نماز پڑھ لے، جس طرح (ادا نماز) پڑھا کرتا تھا، یہ پوری حدیث مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن زید بن اسلم قال عرس رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة ووکل بلالاً ان یوقظهم للصلوة فرقد بلال رقدوا..... الخ. (مشکوۃ شریف ص ۶۷ قبیل باب المساجد)(۱)

(۱) جب آنحضرت ﷺ غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ لیلة التعریس کے نام سے مشہور ہے مشکوۃ ص ۶۷ ایضاً)

www.ownislam.com

www.ahlehaq.com

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق ہر امر میں خدا کی محتاج ہے، کوئی اس کے امر کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے۔

(سوال ۲۹۵) ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور عصر کی جماعت شروع ہو چکی تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے یا عصر کی نماز میں شریک ہو جائے؟ ضروری کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے(۱) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے، اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو پہلے عصر کی نماز باجماعت ادا کرلے پھر ظہر کی قضا پڑھے، لو خاف فوت الجماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة فان كان صاحب الترتيب قضىٰ وان لم يكن فهل يقضى ليكون الاداء بحسب ماوجب الىٰ قوله . ام يقتدى لا حراز فضيلة الجماعة مع جواز تاخير القضاء وامكان تلافيه قال الخير الرملى لم اراه ثم نقل عن الشافعية اختلاف الترجيح فيه واستظهر الثانى قلت ووجهه ظاهر لان الجماعة واجبة عندنا او فى حكم الواجب ولذا يترك لاجلها سنة الفجر التى قيل عندنا بوجوبها الخ(شامى ج ۱ ص ۶۶۵ باب ادراک الفريضه) فقط و الله اعلم بالصواب .

جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا نماز یاد آئے:

(سوال ۲۹۶) ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کو نماز میں یاد آیا اس نے اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اب وہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز باجماعت پوری کر کے قضا نماز پڑھے پھر اس نماز کو جو امام کے ساتھ پڑھی ہے لوٹا لے، اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے، ورنہ ضرورت نہیں، مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انه كان يقول من نسى صلوة من صلوته فلم يذكرها الاهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل صلوته التى نسى ثم ليصل بعدها الصلوة الاخرى (اى التى صلاها مع الامام) قال محمد وبهذا ناخذ. الخ(مؤطا امام محمد ص ۱۰۵ باب الرجل يصلى فيذكر ان عليه صلوة فائتة)(فتاوىٰ محمدى ص ۸۸)فقط و الله اعلم.

(۱) سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں

(۲) زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے

(سوال ۲۹۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریض لقوہ (فالج) جس میں عام طور پر دماغ زیادہ متاثر ہوتا ہے اطباء اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ کی رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے اس میں مریض کا احساس اور شعور کافی مجروح ہوتا ہے بالکل احساس اور شعور فنا ہو جاتا ہو ایسا بھی نہیں بعض مرتبہ بات سمجھ لیتا ہے، دوسرے انسان کو پہچان بھی لیتا ہے لیکن مکمل شعور اور پورا احساس ہو ایسا بھی نہیں، اور ہر وقت ایک ہی حالت نہیں رہتی، اس لئے کبھی نماز کی

(۱) صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ بلوغ سے اب تک چھ نمازیں قضا نہوں (کفایۃ المفتی ص۴۳۹ ج۳، امداد الفتاوی ص۵۰۶ ج۱

طرف دھیان جاتا ہے کبھی بالکل نہیں جاتا، نماز پڑھنے میں رکعتوں کا شمار بھی گاہے یاد نہیں رہتا، تو اس شخص پر نماز فرض ہوگی یا نہیں؟ اور زندگی میں فدیہ دینا صحیح ہوگا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں، مفروضہ مسئلہ نہیں پیش آمدہ شکل ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر ایک دن رات سے زیادہ وقت اس طرح گذرے کہ بالکل شعور اور احساس نہ ہو بالفاظ دیگر مسلسل بے ہوشی طاری رہے تو نماز ساقط ہو جائے گی ورنہ ساقط نہ ہوگی وقت ملنے پر نمازیں ادا کرلیا کرے، اس صورت میں اگر قضا نہ پڑھ سکے تو فدیہ کی وصیت کرے زندگی میں فدیہ دینا صحیح نہیں ہے، اگر اکثر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے اور گاہے افاقہ ہو جاتا ہو اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو مثلاً صبح کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے تو اس افاقہ کا اعتبار ہوگا، اس سے قبل اگر بے ہوشی ایک رات دن سے کم ہے تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور نمازوں کی قضا لازم ہوگی، اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو دن میں کسی بھی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی، اور اگر اکثر وقت ہوش وحواس قائم رہتے ہوں گاہے بے ہوشی اور بے شعوری طاری ہوتی ہو اور یہ سلسلہ رہتا ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے نماز ساقط نہ ہوگی، اگر رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو اور کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے(ومن جن او غمى عليه)و لو بفزع من سبع او آدمى (يوماً وليلةً قضى الخمس وان زادت وقت صلوة) سادسة (لا) للحرج ولو افاق فى المدة فان لا فاقته وقت معلوم قضى والا لا (درمختار).

ردالمحتار میں ہے (قوله ان لا فاقة وقت معلوم)مثل ان يخف عنه المرض عند الصبح مثلاً فيفيق قليلاً ثم يعاوده فيغمى عليه تعتبر هذه الا فاقه فيبطل ما قبلها من حكم الاغماء اذا كان اقل من يوم وليلة وان لم يكن لا فاقته وقت معلوم لكنه يفيق بغتة فيتكلم بكلام الاصحاء ثم يغمى عليه فلا عبرة بهذه الا فاقة ح عن البر .(ردالمحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۷۱۴ باب صلوة المريض)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے: ومن جن . الىٰ قوله. وقت معلوم قضى والا لا . اور جو شخص مجنون ہوا یا بے ہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جائے بے ہوشی وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے، بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہو جاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت متعین ہو تب قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے، مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکایک ہوش میں آجاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں، کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۳۴۸، ص ۳۴۹ ج ۱۔)

بحرالرائق میں ہے (قوله ومن جن اوا غمى عليه خمس صلوات قضى ولو اكثر لا) وهذا استحسان والقياس ان لا قضاء عليه اذا استوعب الاغماء وقت صلوة كاملة لتحقق العجز وجه الاستحسان ان المدة اذا طالت كثرت الفوائت فيحرج فى الاداء واذا قصرت قلت فلا حرج والكثير ان يزيد على يوم وليلة لانه يدخل فى حد التكرار والجنون كالاغماء على الصحيح اه

www.ownislam.com

(بحر الرائق ص ۱۱۷ ج ۲ باب صلوۃ المریض)

بدائع میں ہے:۔ واما المغمیٰ علیه فان اغمی علیه یوماً ولیلة او اقل یجب علیه القضاء لانعدام الحرج وان زاد علی یوم ولیلة لا قضاء علیه لانه یحرج فی القضاء لدخول العبادة فی حد التکرار، وکذا المریض العاجز عن الایماء اذا فاتته صلوات ثم برأفان کان اقل من یوم ولیلة او یوماً ولیلةً قضاه، وان کان اکثر لا قضاء علیه لما قلنا فی المغمیٰ علیه الخ. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۶ فصل واما حکم هذه الصلوات الخ) (هدایه اولین ص ۱۴۲ باب صلوۃ المریض)

شامی میں ہے:۔ (تتمه) فی البحر عن القنیة ولا فدیة فی الصلوات حالة الحیوة بخلاف الصوم اه (شامی ص ۷۱۲ ج ۱ باب صلوۃ المریض)

علم الفقہ میں ہے: اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کرسکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے، بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضاء کے بیان میں گذر چکا۔

اگر مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضاء پڑھ لے، ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جاوے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے، یہی حکم ہے اس شخص کا ہے جو زیادہ بڑھاپے کے سبب مخبوط العقل ہوگیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہوجائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے (نفع المفتی) (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۴۰، مریض اور معذور کی نماز)۔

بیمار شخص جو پاکی کے اہتمام سے قاصر ہو اس سے متعلق ایک فتویٰ "فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۱۵، ج ۶ ص ۴۱۶۔ پر ہے اسے بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں (جدید ترتیب کے مطابق باب صلوۃ مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست کے عنوان سے، دیکھیں صفحہ ۱۵۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلا عذر نماز قضا کرنا:

(سوال ۲۹۸) ایک شخص نمازی تو ہے مگر وقت کی پابندی نہیں کرتا، کیا پھر بھی وہ فاسق و گنہگار ہے؟

(الجواب) شریعت میں نماز کی بہت ہی تاکید ہے مقررہ وقت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.

ترجمہ:۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں (نساء) لہذا بلا عذر شرعی نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

حضرات صحابہ میں سے بعض جیسے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوداؤدؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو تارک نماز کو کافر ہی مانتے ہیں۔

اختلف العلماء فی کفر تارکها عمدا فذهب جماعة من الصحابة و من بعدهم الی الکفر

اما الصحابة فمنهم عمرو وعبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس ومعاذ بن جبل و جابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هریرة وعبدالرحمن بن عوف (مجالس الابرار، مجلس ۵۱/۳۲۱)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اتنی کہ اس کا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں کئی حقبہ عذاب کیا جاوے گا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے، روی انه علیه السلام قال من ترک الصلوة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة. ایضاً ص ۳۲۰)

اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور اس وقت نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں وضو نہ کرسکتی ہو تو تیمم کرکے بچے کی حفاظت کے ساتھ نماز پڑھے، نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

اور ایسے ہی جو سمندر کے اندر تختے پر ہو تب بھی نماز معاف نہیں، اعضاء وضو کو پانی سے تر کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لے، نماز قضاء کرنے کی اجازت نہیں۔

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ پاؤں سن ہوچکے ہوں اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو وضو یا تیمم کروائے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے اور نماز پڑھے، قضا کرنے کی اجازت نہیں، ذکر فی الذخیرة ان امرأة اذا خرج رأس ولدها وخافت وقت الصلوة تتوضأ ان قدرت والا تتیمم (الی قوله) وکذا من وقع فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوة یدخل اعضاء الوضوء فی الماء بنیة الوضوء ثم یصلی بالایماء ولا یترک الصلوة وکذا من شلت یداه ولیس معه احد یوضیه او یتممه یمسح وجهه وذراعیه علی الحائط بنیة التیمم ویصلی ولا یجوز له ترک الصلوة ولا تاخیرها عن وقتها (ایضاً ص ۳۲۰) بعض فقہاءؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے جاوے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوگی تو اس کو حج کے لئے جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت، اس واسطے کہ جس کی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اس کا عوض ستر حج سے کم میں نہیں ہوتا۔

ومن علم انه اذا خرج الی الحج تفوته صلوة واحدة یحرم علیه الحج رجلا کان او امرأة لان من یترک صلوة واحدة لا یکفرها اقل من سبعین حجة (مجالس الابرار، مجلس ۲۰ ص ۱۵۳ و ص ۱۵۴.

اس سے نماز کو بروقت پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار کی نماز کی قضا اور فدیہ:

(سوال ۲۹۹) بیمار آدمی کی نماز قضا ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیمار شخص جب کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے، اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے، اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ دے پھر سر کے اشارے سے رکوع

www.ownislam.com

وسجدہ کرکے نماز پڑھے، اگر سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اذا تعذر علی المریض کل القیام صلی قاعداً برکوع وسجود وان تعذر الرکوع والسجود صلی قاعد ابالا یماء وان تعسر القعود اوما مستلقیا اوعلی جنبه والاول اولیٰ ویجعل تحت راسه وسادة لیصیر وجهه الی القبلة لا السمآء وینبغی نصب رکبتیه ان قدر حتی لا یمد هما الی القبلة وان تعذر الا یماء اخرت عنه مادام یفهم الخطاب .(نور الا یضاح ملخصاً ص ۱۰۴ باب صلوة المریض وص ۱۰۵)

پھر پانچ نماز تک یہی حالت رہی اور اچھا ہوجاوے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر اسی حالت میں انتقال ہوجاوے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مات من ذلک المرض لا شئی علیه ولا یلزمه فدیة، کذا فی المحیط (ج ۱ ص ۱۳۷ الباب الرابع عشر فی صلاة المریض)

اگر پانچ نماز سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضا نہیں ہے، معاف ہے، اسی طرح اگر پانچ نماز کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضا اور فدیہ نہیں وہ معاف ہیں ومن جن او اغمی علیه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا .(نور الا یضاح ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ باب صلوة المریض) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

نوافل وسنن

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت سنت ادا کرنا چاہئے

(سوال ۳۰۱) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنت پڑھنا شروع کی ظہر کی جماعت کھڑی ہوجانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہوگیا۔ بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چار رکعت سنت مؤکدہ ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ چار رکعت بیک سلام مسنون ہے۔ درمختار میں ہے (وسن) مؤکداً (اربع قبل الظهر) اربع قبل الجمعة واربع (بعدها بتسلیمة) فلو بتسلیمتن لم تنب عن السنة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل) فقط و اللہ اعلم بالصواب

ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے

(سوال ۳۰۱) ایک آدمی نے ظہر کی سنت کے لئے نیت باندھی اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔ اب جماعت کے بعد صرف دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا پوری چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ نیز ایسی صورت حال میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے یا چار رکعت پوری کر لینا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بعد میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت کافی نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی ضرورت نہ تھی چار رکعت پوری کر لیتے تو اچھا ہوتا اور یہی راجح قول ہے، اگرچہ دو رکعت پر سلام پھیرنا بھی درست ہے۔ درمختار میں ہے (والشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً) ویتمه رکعتین (وکذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة اذا اقیمت او خطب الا مام) یتمها اربعاً (علی) القول (الراجح) لانها صلوٰة واحدة ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافاً لما رجحه الکمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۸ باب ادراک الجماعة)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

(سوال) متعلق سنن ظہر (۵۲۴)

(الجواب) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا اگر درمیان میں فرض شروع ہوجائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہوجائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہوجائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے (مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۷۲)

www.ownislam.com

بہشتی ثمر میں ہے۔ مسئلہ:۔ ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو راجح یہ ہے کہ اس کو پوری کرے۔ (بہشتی ثمر ص ۱۳۴ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۳۰۲) بعد سلام مسنون اینکہ ہم نوجوانان نندربار شبینہ کرنا چاہتے ہیں اس کی ترکیب کیا ہے؟ یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں؟ اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے؟ بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس زمانہ میں شبینہ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی تو یہ ہے کہ نفل یا جماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے حالانکہ نفل باجماعت (اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو) مکروہ تحریمی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے۔ واما لو اقتدیٰ واحدا واثنان بواحد فلا یکرہ وفی الثلاثۃ اختلاف وفی الاربعۃ یکرہ اتفاقاً (مجالس الابرار ص ۱۳۹ مجلس نمبر ۱۹ (هكذا في الدر المختار و رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۶ باب الوتر و النوافل مطلب في كراهية الاقتداء في النفل على سبيل التداعي الخ و ج ۱ ص ۶۶۳ و ۶۶۴ باب الامامة) (كبيري ص ۳۸۹ فصل في النوافل).

البتہ تراویح میں درست ہے بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جاوے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی ست نہ ہوں (۱) اگر کچھ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجۃً ان کی تراویح بھی فوت ہو جائے تو جائز نہ ہوگا اس زمانے میں ایسے حفاظ کہاں ہیں؟ جو پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا لہذا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل!!:

(سوال ۳۰۳) (۱) صلوٰۃ التسبیح کی کیا فضیلت ہے؟ (۲) الف، اس نماز کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ (ب) اس نماز کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ (ج) اس کی تسبیح کس طرح گنی جائیں؟ (د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کمی ہو جائے تو اس کی قضا کس طرح کی جائے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ نماز اپنے محترم چچا صاحب حضرت عباسؓ کو سکھائی اور فرمایا کہ آپ اس کو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، قدیم جدید نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، خفیہ علانیہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف) (۲) اس فضیلت کے پیش نظر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ تو یہ نماز

(۱) ويكره للمقتدي ان يقعد في التراويح فاذا اراد الامام ان يركع يقوم وكذا اذا غلبة النوم يكره ان يصلي مع القوم الخ فتاوىٰ عالمگيري، فصل في التراويح ج ۱ ص ۱۱۹.

(۲) عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال للعباس بن مطلب يا عباس يا عماه الا اعطيك لا امحك الا اخبرك الا افعل بك عشر خصال اذا انت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك اوله وآخره قديمه وجديده خطاه وعمده صغيره وكبيره سرة وعلانية الخ صلوة التسبيح ص ۱۱۷)

پڑھنی چاہئے۔

(۲) (الف) اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث سے ثابت ہیں۔ (پہلا طریقہ) چار رکعت کی نیت کی جائے اور الحمد و سورۃ کے بعد رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھیں اور بعض روایت کے موافق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملا لینا چاہئے۔ پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں اور دس مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح ہوئیں اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھیں پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحیات سے پہلے تسبیح پڑھی جائے اس طرح کل تسبیحات تین سو ۳۰۰ ہو جائے گی۔

(دوسرا طریقہ) یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللّٰھم الخ) پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔ پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد) ۱۰ دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر (قومہ) میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس ۱۰ مرتبہ پڑھے اس دوسری ترتیب میں دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح کا عدد پورا ہو جائے گا۔ اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ اس طرح چار رکعتیں پوری کرے۔ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ از روئے سند زیادہ قوی ہے۔ مگر دونوں طریقے صحیح اور قابل عمل ہیں جو طریقہ آسان معلوم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی اس طریقہ سے اور کبھی اس طریقہ سے پڑھا جائے کیونکہ دونوں صورتیں روایات حدیث اور تعامل سلف سے منقول و ماثور ہیں اور اس صلوٰۃ التسبیح میں قراءت فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت بھی چاہے پڑھے۔ بعض روایات میں سورۂ اذا زلزلت اور عادیات اور اذا جآء نصر اللہ اور قل ھو اللہ احد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں الھٰکم التکاثر، سورۂ عصر، سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ) وارد ہوا ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳) (۱)

(ب) اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات میں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳) (۲) (فضائل ذکر)

(۱) وهي اربع بتسليمة او تسلمتين يقول فيها ثلثمائة مرة سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله و الله اكبر وفي رواية ولا حول ولا قوة الا بالله يقول ذلك في كل ركعة خمسة وسبعين مرة فبعد الثناء خمسة عشر ثم بعد القرأة وفي ركوعه و الرفع منه وكل من السجدتين في الجلسة بينهما عشراً عشراً بعد تسبيح الركوع والسجود وهذه الكيفيه هي التي رواها الترمذي في جامعه عن عبد الله بن مبارك احد اصحاب أبي حنيفه ... الرواية الثانية ان يقتصر في القيام على خمسة عشر مرة بعد القرأة والعشرة الباقية يأتي بها بعد من الرفع من السجدة الثانية واقتصر عليها في الهاوي القدسي والحلية والبحر وحديث اشهر لكن قال في شرح المنية ان الصفة التي ذكرها ابن مبارك هي التي ذكرها في مختصر البحر وهي موافقة لمذهبنا لعدم الاحتياج فيها الى جلسة الاستراحة اذهي مكروهة عندنا باب الوتر و النوافل مطلب في صلاة التسبيح)

(۲) يفعلها في كل وقت لا كراهية. باب الوتر والنوافل مطلب في صلوة التسبيح)

www.ozunislam.com

(ج) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے۔ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں رکھ کر گننا جائز ہے مع الکراہت۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی کو اس جگہ دباتا رہے (فضائل ذکر، غایۃ الاوطار، شامی)(۱)

(د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا مقررہ عدد سے کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ اس تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ کرے کہ چھوٹا رکن میں ہے۔ ان کے بعد جو رکن ہے اس میں چھوٹی ہوئی تسبیح بھی پڑھ لے۔ مثلاً رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں قیام کی تسبیح کے ساتھ پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے(۲) (فضائل ذکر، نجات المسلمین، غایۃ الاوطار) غرض کہ تسبیحات کی تعداد (تین سو ۳۰۰) پوری ہونی چاہئے اور قصداً زیادہ نہ کرنا چاہئے ورنہ بعض علماء کے قول کے موافق اس نماز کا جو خاص ثواب ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اور اگر سہواً بلا قصد زیادہ پڑھی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (نجات المسلمین) اگر صلوٰۃ التسبیح میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو میں صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح نہ پڑھی جائے اس لئے کہ اس نماز کی کل تسبیحات تین سو ہیں وہ چار رکعتوں میں پوری ہو چکیں (ترمذی، شامی) ہاں اگر اس تعداد میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔ (فضائل ذکر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تسبیح میں کمی ہوگئی تو سجدۂ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں :

(سوال ۳۰۴) صلوٰۃ التسبیح پوری پڑھ لینے کی بعد معلوم ہوا کہ تسبیحات تین سو سے کم پڑھی گئی ہیں تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے تلافی ہو جائے گی؟ اگر اس سے تلافی نہ ہو تو تلافی کی صورت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر نماز پوری کرنے کے بعد یاد آیا کہ تسبیحات کم پڑھی گئی ہیں تو اس کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ سجدۂ سہو ترک واجب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور تسبیحات واجب نہیں۔ اس صورت میں یہ نماز مطلق نفل ہوگئی۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (نجات المسلمین از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔(۳)

تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے :

(سوال ۳۰۵) جس مسجد میں ہم نماز پڑھتے رہتے ہیں اس میں بار بار آمد و رفت میں پنجوقتہ نماز کے وقت اولاً تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں؟ نماز (جماعت) ہونے کو تقریباً سات منٹ دیر ہو تو سنن سے قبل اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) وفی القنیۃ لا یعد التسبیحات بالاصابع ان قدر ان یحفظ بالقلب والا یغمز الاصابع.

(۲) قال الملا علی فی شرح المشکاۃ مفہومہ انہ ان سہا ونقص عددا من محل معین یاتی بہ فی محل آخر تکملۃ للعدد المطلوب اہ قلت واستیدا نہ لیس لہ الرجوع الی المحل الذی سہا فیہ وھو ظاھر وینبغی کما قال بعض الشافعیۃ یاتی بما ترک فیما یلیہ ان کان غیر قصیر فتسبیح الاعتدال یاتی بہ فی السجود اما تسبیح الرکوع فیاتی بہ فی السجود ایضا لا فی الاعتدال لانہ قصیر قلت وکذا تسبیح السجدۃ الاولی یاتی بہ فی الثانیۃ لا فی الجلسۃ لان تطویلھا غیر مشروع عندنا علی ما مر فی الواجبات. ایضا.

(۳) حوالہ بالا.

(الجواب) وقت مکروہ نہ ہو تو پڑھی جا سکتی ہے، جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ ترک کر دے، مسجد میں بار بار جانے والے کے لئے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تحیۃ الوضو پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۶) بعض نمازی مسجد میں آ کر پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز تحیۃ الوضو وغیرہ پڑھتے ہیں تو کیا اولاً بیٹھنا مسنون ہے؟

(الجواب) مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے (ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو مضائقہ نہیں) حدیث میں ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (صحاح ستۃ مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ الفصل الاول) "تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳۰۷) مسجد محلہ میں نماز فجر پڑھے اور دوسری مسجد میں قرآن کی تفسیر سننے کے لئے جائے اور وہاں اشراق پڑھے تو اشراق کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یا جہاں نماز پڑھی ہو وہاں نماز اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد میں سے گھر گرم پانی سے وضو کے لئے جائے اور گھر میں نماز اشراق ادا کرے تو ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ان دونوں صورتوں میں نماز اشراق کا ثواب ملے گا کہ اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:۔ ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینا فیہ القیام لطواف اولطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل لو رجع الی بیتہ واستمر علی الذکر حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین. یعنی اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر نماز اشراق پڑھنے والا ثواب کا حق دار ہے چاہے وہیں بیٹھا رہے۔ یا اگر مسجد حرام میں ہے تو خانہ کعبہ کا طواف کر لے۔ یا کسی حلقہ درس یا مجلس وعظ میں شریک ہو جائے بلکہ اگر اپنے گھر چلا جائے اور اشراق کے وقت تک ذکر (تلاوت یا تسبیح) میں مصروف رہے اور پھر نوافل اشراق پڑھ لے تب بھی اس ثواب کا مستحق ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع امدادیہ ملتان)(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تہجد باجماعت کا حکم

(سوال ۳۰۸) نماز تہجد باجماعت پڑھے یا تنہا۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) نماز تہجد علیحدہ علیحدہ (تنہا تنہا بلا جماعت) ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، اگر کبھی کبھار دو تین آدمی

(۱) ان اصحابنا یکرھونھا فی الاوقات المکروھۃ تقدیما لعموم الخاطر علی عموم المبیح قولہ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ای اذا تکرر دخولہ لعذر شامی، باب الوتر والنوافل مطلب فی تحیۃ المسجد ج ۱ ص ۶۳۵، ۶۳۶.

(۲) حوالہ آگے بعنوان نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے؟ کے تحت آ رہا ہے

www.ozmislam.com

جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے، چار ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

یکرہ ذلک علیٰ سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (درمختار) (قوله علیٰ سبیل التداعی) هو ان یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة و هو لازم معناه (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکره وثلاثة بواحد فیه خلاف بحر عن الکافی (باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ شامی ج ۱ ص ۶۶۴)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(الجواب) جماعت در نماز تہجد بتداعی مکروہ است وبغیر تداعی کہ اتفاقاً یک دو کس یا سہ کس اقتدائے متہجد نمایند مکروہ نیست اقتداء ای بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدر وکذا فی الدر المختار۔ فاضل چلپی در حاشیہ شرح وقایہ می آرد الجماعة فی التهجد الذی هی نافلة بدعة قطعاً ۔یعنی لوگوں کو بلا کر تہجد کی نماز میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔اور بلا تداعی یعنی بلاوے کے بغیر ایک دو آدمی یا تین آدمی اتفاقاً تہجد پڑھنے والے کی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں فاضل چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز تہجد باجماعت قطعاً بدعت ہے (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۷۲۔۷۳)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"افسوس ہزار افسوس!! بعضے از بدعتہا کو در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تہجد را بجماعت میگزارند اطراف و جوانب در آں وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بجمیعۃ تمام ادامی نمایند و ایں عمل مکروہ است بکراہت تحریمی، جمعے از فقہا کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل را مقید بناحیۂ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس را باتفاق مکروہ گفتہ اند۔ یعنی افسوس صد افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ (مشائخ نقشبندیہ) میں نمودار ہوگئی ہیں۔نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد و نواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔حضرت فقہاء کی ایک جماعت جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے ان کے نزدیک جواز جماعت کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مسجد کے کونے میں ہو تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۳۱ ص ۱۴۲) البتہ بعض علماء کے نزدیک ماہ رمضان کا تہجد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔لیکن اکثر و بیشتر علماء محققین ان سے متفق نہیں۔چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:۔

(سوال) نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا ہے اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔پس جماعت صلوٰۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہے۔کذا فی کتب الفقہ۔(فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۴۷)

دوسرا فتویٰ

مسئلہ: بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ مطلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔کذا فی کتب الفقہ۔واللہ تعالیٰ اعلم (جلد دوم ص ۵۵)

تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے:

(سوال ۳۰۹) مجھے تہجد کا شوق ہے۔ایک دن تہجد کی دو رکعت کی نیت کی اسی اثناء میں اذان ہوئی میں نے دو رکعت پوری کی تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اذان بروقت ہوئی ہے اور دو رکعت جو پڑھی گئی ہے وہ صبح صادق کے بعد ادا ہوئی ہے اب سنت فجر پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سوچ میں جماعت کھڑی ہوگئی اور سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا تو اب کیا کروں سنت فجر کی قضا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب یقین ہے کہ دو رکعت صبح صادق کے بعد ادا کی گئی ہے تو یہ دو رکعت سنت فجر کے قائم مقام ہوگئی یعنی سنت فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں (منیہ ص ۹۸ کبیری ص ۳۸۵ شامی ج ۱ ص ۳۸۸)[1]۔فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں:

(سوال ۳۱۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں؟ حاجی نفل کہاں پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر حاجی کے لئے بیت اللہ اور مسجد نبوی میں نفل پڑھنا افضل ہے کہ ان کو یہ موقع میسر نہ ہوگا۔"مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں ہے۔والظاهر ان الکعبة والروضة الشریفة تستثنیان للغرباء لعدم حصو لهما فی مواضع آخر فتغتنم الصلوة فیهما قیاساً علی ما قاله ائمتنا ان الطواف للغرباء افضل من الصلوة النافلة. و اللہ تعالیٰ اعلم.

یعنی۔مسجد میں نوافل پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔لیکن باہر والوں کے لئے (حاجیوں کے لئے) مکہ مکرمہ اور روضۂ شریفہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اور جگہ ان کو یہ حرم میسر نہیں آسکتے۔پس ان غریب الوطنوں کو چاہئے کہ ان مقدس حرموں میں نماز ادا کرنے کو غنیمت سمجھیں۔یہ ایسے ہی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کا ارشاد ہے کہ باہر والوں کے لئے جو مکہ مکرمہ میں پردیسی ہیں۔خانہ کعبہ کا نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ طبع ملتان ج ۳ ص ۱۸۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قوله وسنة ولو سنة فجر حتی لو تهجد برکعتین ثم تبین انها بعد الفجر نائبا عن السنة باب شروط الصلاة).

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ :

(سوال ۳۱۱) عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت حدیث سے ہے یا بے اصل ہے؟

(الجواب) نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ستحب ہے..... حدیث وتعامل سلف صالحین سے ثابت ہے بے اصل نہیں ہے۔ "مظاہر حق" میں ہے۔ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو کوئی نماز عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا اس نے تہجد پڑھی اس رات، اور جو کوئی بعد عشاء چار رکعت پڑھے گویا اس نے چار رکعت شب قدر میں پڑھی ۔ رواہ سعید بن منصور وفی سنة ع ح وبرهان شرح مواهب الرحمان۔ (مظاہر حق ص ۳۸۱ ج ۱)

وندب اربع قبل العشاء لماروی عن عائشة رضی الله عنها انه علیه السلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل ص ۷۵)

وعن عائشة انه علیه الصلوة والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (الاختیار شرح المختار باب الوتر والنوافل ص ۶۶ ج ۱) واما الاربع قبل العشاء فلیست بسنة لعدم المواظبة فکانت مستحبة الخ (عینی شرح کنز باب الوتر والنوافل ص ۴۷ ج ۱) وبروایتے بعد نماز مغرب بست رکعت آمدہ وپیش از عشاء چہار رکعت مستحب است (مالابد منہ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز تہجد کا صحیح وقت:

(سوال ۳۱۲) تہجد کی نماز کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے نماز تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا۔ رات کا حصہ جتنا بھی مؤخر ہوتا جاتا ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدس آخر (رات کا آخری چھٹا حصہ) تمام حصوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

تہجد (لفظ) ترک ہجود یعنی ترک نوم سے مشتق ہے۔ یعنی سونے کے اوقات! اور عشاء کے بعد تمام اوقات تہجد کے ہی اوقات ہیں! (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۷ ص ۲۰۲)

فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا:

(سوال ۳۱۳) اگر کسی کے ذمہ فرض نماز چند سال کی ادا کرنا باقی ہو اور وہ شخص فرض نماز ادا نہ کرتا ہو بلکہ نوافل پڑھتا ہو تو اس کو نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرائض مانند اصل (جڑ بنیاد) کے ہیں اور نوافل مثل شاخوں کے، جس طرح شاخیں بدون اصل (جڑ) کے قائم نہیں رہ سکتیں، نوافل بھی بلا فرائض کے بے سہارا اور بے حقیقت ہیں اور جس طرح شاخوں سے جڑ کو رونق حاصل ہوتی ہے نوافل بھی فرائض کے ساتھ نور علی نور کے درجہ میں ہیں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ وما تقرب الی عبدی شئی احب الیّ مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه

الخ (یعنی) اور میرا بندہ میری پسندیدہ چیزوں (عملوں) میں سے کسی بھی چیز (عمل) کے ذریعہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی ادائیگی کے ذریعہ قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سول پورا کر دوں اور جو مانگے اسے دے دوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات وبلیات سے) پناہ دے دوں۔ (بخاری شریف)

اگر فرائض کی کمی ہوگی اور ان میں کچھ قصور ہوگا تو نوافل کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے فان انتقص من فریضة شیئی قال الرب تبارک وتعالیٰ انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله کذلک (یعنی) اگر کسی بندہ کے فریضہ نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے دیکھو! میرے بندہ کے پاس نوافل بھی ہیں؟ اگر ہوں گے تو ان کے ذریعہ فرض نمازوں کی کمی پوری کر دی جائیں گی۔ پھر اس کے بعد باقی اعمال روزہ، زکوۃ وغیرہ کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا یعنی فرضوں کی کمی اور خامی نفلی چیزوں سے پوری کی جائے گی (مشکوۃ) بہر حال سب سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، نوافل دوسرے درجہ میں ہیں اور فرائض کے ساتھ مفید ہوں گے، بلا فرائض کے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:۔

نوافل را در جنب فرائض ہیچ اعتبار نیست ادائے فرضے از فرائض در وقتے از اوقات بہ از ادائے نوافل ہزار سالہ است اگر چہ بنیت خالص ادا شود، ہر نفلیکہ باشد از صلوٰۃ وصوم وفکر وذکر وامثال لہ بہا الخ یعنی:۔ وہ عمل جس سے بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل، فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ ہزار سالہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں خواہ نوافل از قسم روزہ و ذکر وفکر وغیرہ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تمام شب جاگے اور صبح کی نماز با جماعت چھوٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرے۔

زکوۃ کی نیت سے ایک دانگ (۶ رتی) کا دینا بہتر ہے اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۳۶) حضرت امام ربانی مزید فرماتے ہیں:۔

در ادائے فرض اہتمام تمام باید نمود وہ در حل وحرمت احتیاط باید فرمود، وعبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کالمطروح فی الطریق اندواز اعتبار ساقط اند اکثر مردم این وقت در ترویج نوافل اند ودر تخریب فرائض در ایتان نوافل عبادات اہتمام دراند وفرائض را خوار وبے اعتبار شمرند الخ۔ یعنی خاص کر ادائے فرض اور حل وحرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات فرائض کے مقابلہ میں عبادات نوافل ایسے ہیں جیسے راستے کی گری پڑی چیز جس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی (مگر) اس زمانہ میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے

www.ownislam.com

www.ownislam.com

ہیں۔(مکتوبات ج ۲ ص ۱۵۴)

لہذا جس کے ذمہ فرض نمازوں کی قضا ہے ان کو لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور نفلوں کے بجائے قضا نمازیں پڑھ لیا کریں کہ قیامت میں فرضوں کے بارے میں سوال ہوگا ہاں فرضوں کی کامل مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بہتر ہوگا، جو لوگ فرض کے ساتھ نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک ہوجاتے ہیں اور ان کی طبائع واعضاء وجوارح ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ نیکیوں سے مانوس ہوجاتے ہیں اور گناہ کے کام چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی ذخیرہ ہے۔جس طرح نوافل بلا فرائض مقبول نہیں اسی طرح فرائض میں سے بعض کا ادا کرلینا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ سب ہی کو ادا کرے۔حدیث نبوی ﷺ ہے:۔

اربع فرضهن الله فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنه شیئاً حتی یأتی بهن جمیعا الصلوة والزکوة وصیام رمضان وحج البیت .یعنی چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے جو شخص ان چار میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہوسکتیں تاوقتیکہ سب نہ کرے نماز اور زکوۃ اور صوم رمضان اور حج بیت اللہ (مسند احمد) یہ اس لئے کہ جس مسلمان پر حق تعالیٰ نے جتنی چیزیں فرض کی ہیں ان فرضوں پر اسلام کا قصر (محل) قائم ہے۔ان فرضوں میں سے ایک بھی چھوڑ دینے سے دین کا محل خطرے میں پڑ جاتا ہے جس طرح محل کے بعض ستون گر جانے سے دوسرے ستون بھی متزلزل ہوجاتے ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا من لم یزک فلا صلوة له یعنی جو شخص زکوۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے :

(سوال ۳۱۴) مسجد محلہ صبح کی نماز پڑھے اور تفسیر قرآن کی سماعت کی غرض سے دوسری مسجد میں جائے اور وہاں نماز اشراق پڑے تو نماز اشراق کا اجر وثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا فرض نماز پڑھ کر اسی جگہ پر اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد سے مکان پر استنجا کے لئے یا گرم پانی سے وضو کرنے کے لئے جائے اور مکان ہی میں اشراق ادا کرے تو اجر وثواب کا حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا وہ شخص مستحق ہے جو نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرے یا بوجہ معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر وقت مکروہ نکل جانے کے بعد دو۲ رکعت یا چار رکعت صلوۃ الضحیٰ ادا کرے۔اور وہ شخص جو تفسیر قرآن سننے کے لئے دوسری مسجد میں جائے اور وقت ہونے پر اشراق کی نماز پڑھ لے وہ بھی اشراق کی فضیلت پائے گا مگر نسبۃً کم۔اسی طرح وہ شخص بھی جو طبعی عذر (استنجا یا وضو کی ضرورت) کی وجہ سے گھر جانے پر مجبور ہوا ہے اور حاجت سے فراغت پاکر دنیوی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے وہ بھی اشراق کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔اور اس آمد ورفت کو مسجد میں ٹھہرے رہنے کا درجہ دیا جائے گا۔اور جس طرح معتکف کے لئے طبعی حاجت کی بناء پر خروج مسجد منافی اعتکاف نہیں ہے اس کے لئے بھی منافی نہ ہونا

چاہئے۔

(قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر الله) ای استمر فی مکانه ومسجده الذی صلی فیه فلا ینا فیه القیام لطواف او لطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل وکذا لو رجع الیٰ بیته واستمر علی الذکر (حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین)(مرقاة باب الذکر بعد الصلوة. مطبوعه ملتانی ص ۳۶۵ ج ۲)

(قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قعد) ای استمر (فی مصلاه) من المسجد البیت مشتغلاً بالذکر او الفکر او مفید اللعلم او مستفیداً اوطائفاً بالبیت (مرقاة ج ۳ ص ۲۰۳ باب صلوة الضحیٰ الفصل الثانی ملتانی)

مخفی نماند کہ قعود در جائے نماز شرط کردای اگر برخیزد وبجائے دیگر بہ نشیند ایں ثواب برآن مرتب نگردد چنانچہ ظاہر فحوای کلام است۔اما اگر برخاستن ودر جائے دیگر نشستن برائے دفع ریا وحفظ حضور بود از باب تکمیل وتتمیم خواہد بود وحکم تکلم بخیر دارد وبعض محققین گفتہ اند کہ ثواب ذکر وخلوت باقی است اما شاید کہ آنچہ ثواب مصابرت وجزائے مرابطت ست مخصوص بقعود در مصلا باشد۔(شرح سفر السعادة ص ۹۵۱)(اشعة اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱ باب الذکر بعد الصلوة. اشعة اللمعات ص ۵۵۳ ج ۱)

ف:۔پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو یعنی ہمیشہ ذکر میں رہے بیچ جگہ نماز اپنی کے اور مسجد اپنی کے کہ جس میں نماز پڑھی ہے۔پس نہیں منافی ہے اٹھنا واسطے طواف کے یا طلب علم کے یا مجلس وعظ کے مسجد میں اور اسی طرح اگر گھر میں چلا جاوے اور ذکر کرتا رہے اس کا بھی یہی ثواب ہوگا۔اور آفتاب نکلنے کے بعد پھر نماز پڑھے۔یعنی بعد بلند ہونے آفتاب کے، بقدر نیزے کے نماز پڑھے کہ وقت کراہت کا جاتا رہے اور اس نماز کو اشراق کہتے ہیں الخ۔(مظاهر حق کتاب الصلوة باب الذکر بعد الصلوة ج ۱ ص ۳۲۰)

دوسری جگہ ہے۔

ف:۔جو شخص بیٹھا رہے الخ ملا علی قاری کی شرح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے۔کہ ہمیشہ مشغول رہے ذکر وفکر میں اور نیک کاموں میں مثل سیکھنے سکھلانے علم کے اور وعظ اور نصیحت کے اور طواف کرنے بیت اللہ کے بعد فارغ ہونے کے نماز صبح سے یہاں تک کہ پڑھے دو رکعت صبح کی خواہ مسجد میں اور اس کے مابین سوائے کلام نیک کے نہ کرے تو بخشے جاتے ہیں صغیرہ گناہ اور احتمال ہے کہ کبیرہ بھی بخشے جاویں۔انتھی۔پس ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھا رہے نماز کی جگہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد مشغول رہنا ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مراد ضحی سے نماز اشراق کی ہے۔اور حدیثوں میں ضحی سے احتمال اشراق اور چاشت دونوں کا ہے۔اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب جب ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے اور اگر خلوت میں جاکر مشغول عبادت میں ہو یہ ثواب نہیں پائے گا۔اور بیچ وصیتوں مشائخ کے مذکور ہے کہ اگر ڈر پریشانی کا ہو یا ریا راہ پاوے، خلوت میں جاوے۔اور مشغول ہوئے۔اور لکھا ہے علماء نے کہ اس وقت میں قبلہ رخ بیٹھنے کو ہاتھ سے نہ دیوے۔اور اگر نیند آوے دفع کرے۔(مظاهر حق. کتاب الصلوة باب الضحیٰ ص ۴۲۶ ج ۱)

www.owaislam.com

سنت پڑھے بغیر فرض شروع کردے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۱۵) فجر کے فرض شروع کرتے وقت یاد آ گیا۔ کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں فرض توڑ کر سنت نماز پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں! سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔ ولو ذکر فی الفجر انه لم یصل رکعتی الفجر لم یقطع. کیسی فرض نماز میں یاد کیا کہ سنت پڑھی نہیں ہے تو سنت کے لئے فرض نہ توڑے (بحر الرائق ص ۴۸ ج ۲ باب الوتر و النوافل) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر:

(سوال ۳۱۶) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟ حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے؟ مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے اور آنحضرت ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر وثواب ملتا تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑا ہونا فرض نہیں ہے امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے۔ پس آپ ﷺ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے۔ جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ قال ابن حجر و من خصائصه علیه السلام ان ثواب تطوعه جالسا الخ (مرقاة المفاتیح ملتانی ص ۱۲۷ ج ۳ باب الوتر) اجر غیر النبی صلی اللہ علیه وسلم علی النصف الا بعذر. (درمختار ص ۶۵۳ ج ۱ باب الوتر و النوافل) (قوله اجر غیر النبی صلی اللہ علیه وسلم) اما النبی صلی اللہ علیه وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القیام کنا فلته قائماً ففی صحیح مسلم من عبد اللہ بن عمرو قلت حدثت یا رسول اللہ انک قلت صلاة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کا حد منکم بحر ملخصاً ای لانه تشریع لبیان الجواز دهو واجب علیه. (شامی ص ۶۵۳ ج ۱ ایضاً)

البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت کا ہے گا اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں، تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا اجر وثواب ملے۔ چنانچہ "مالابدمنہ" میں ہے۔ وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است۔ (ص ۶۱)

لیکن از روئے حدیث تو کھڑے ہوکر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حق دار ہے۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب:

(سوال ۳۱۷) نماز عصر سے پہلے دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بلا دلیل

ہے۔

(الجواب) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت یا دو رکعت نماز مستحب ہے۔ روایات سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ "مالابدمنہ" میں ہے۔ وپیش از نماز عصر دو رکعت یا چہار رکعت مستحب است (ص ۶۰) اور "شرح نقایہ" میں ہے وجب ای ندب الا ربع قبل العصر لما روی ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رحم اللہ امرءاً صلی قبل العصر اربعاً وبقول علی کان علیه السلام یصلی قبل العصر رکعتین رواه ابوداؤد ورواه الترمذی واحمد وقال اربعاً. ولما رواه الطبرانی بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ عنه ومن صلی قبل العصر اربعاً حرمه اللہ علی النار وجب قبل العشاء وبعده الخ (شرح نقایه ص ۱۰۰ باب الوتر والنوافل) واما العصر فلیس فیه سنة مؤکدة الا ان لمندوب ان یصلی قبلها اربع رکعات او رکعتین لما روی ابن عمر رضی اللہ عنه قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال رحم اللہ امرء صلی قبل العصر اربعاً وعن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجهه قال کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبل العصر رکعتین رواهما ابو دائود وان شاء صلاهما بتسلیمتین لما عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجهه قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی قبل العصر اربع رکعات یفصل بینهن بالتسلیم علی الملائکة المقربین ومن تابعهم من المسلمین والمؤمنین رواه الترمذی وقال الفقهاء المندوب ان یصلی قبل العشاء اربع رکعات وسمعت مطلع الاسرار الالهیة مجمع العلوم. العقلیة والنقلیة ابی قدس سره یقول لم یوجد ذکر هذه الاربع فی کتب الحدیث ولکن کان هو رحمه اللہ مواظباً علیها حتی مات رحمه اللہ تعالیٰ (رسائل الارکان ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟:

(سوال ۳۱۸) عصر اور عشاء سے قبل سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت سنت ہیں یا دو رکعت پڑھنا بھی کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر موقع ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہے، عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت یا دو رکعت دونوں پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے (ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسلیمة) وان شاء رکعتین (درمختار) شامی میں ہے (قوله ویستحب اربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنة راتبة لانه لم یذکر فی حدیث عائشة المار بحر، قال فی الامداد وخیر محمد بن الحسن والقدوری المصلی بین ان یصلی اربعاً او رکعتین قبل العصر لاختلاف الآثار (قوله وان شاء رکعتین) کذا عبر فی منیة المصلی وفی الامداد عن الاختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعاً وقیل رکعتین وبعدها اربعٌ وقیل رکعتین اه والظاهر ان الرکعتین المذکورتین غیر

www.ownislam.com

المؤکدتین (شامی ج ۱ ص ۶۳۰، ص ۶۳۱ مطلب فی السنن والنوافل)

مراقی الفلاح میں ہے(وندب) ای استحب (اربع) رکعات(قبل) صلوۃ (العصر) لقوله صلی الله علیه وسلم من صلی اربع رکعات قبل العصرلم تمسه النار ووردانه صلی الله علیه وسلم صلی رکعتین وور دار بعا فلذاخیره القدوری منهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چاررکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگران کو دوسلاموں سے ادا کیا یعنی (دورکعت پرسلام پھیرا) تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہواور جماعت کھڑی ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ چاررکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر اور جمعہ سے قبل کی چاررکعت سنت ایک سلام سے یا دوسلام سے :

(سوال ۳۱۹) ظہر سے قبل چاررکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری ہے یا دوسلام سے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجانے کی وجہ سے دورکعت پرسلام پھیردیا تو بعد میں دورکعت پڑھنا کافی ہے یا چاررکعت پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ظہر سے قبل جو چاررکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر دورکعت پرسلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی بعد میں چاررکعت ایک سلام سے پڑھے..... (واربع قبل الظهر . الی قوله (بتسليمة) لتعلقه بقوله واربع وقال الزيلعی حتی لوصلاها بتسليمتين لا يعتدبها عن السنة اه (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ فصل فی بيان النوافل)

درمختار میں ہے(واربع قبل الظهرو) اربع قبل(الجمعة و) اربع بعدها بتسليمة) فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة ، شامی میں ہے۔(قوله بتسليمة) وعن ابی ايوب كان يصلی النبی صلی الله عليه وسلم بعد الزوال اربع ركعات فقلت ما هذه الصلوة التی تدا وم عليها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السمآء فيها فاحب ان يصعد لی فيها عمل صالح فقلت أ فی كلهن قرأة قال نعم فقلت بتسليمة واحدة ام بتسليمتين فقال بتسليمة واحدة رواه الطحاوی وابوداؤد والترمذی وابن ماجة من غير فصل بين الجمعة والظهر فيكون سنة كل واحدمنهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چاررکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگران کو دوسلاموں سے

ادا کیا یعنی دودورکعت پرسلام پھیرا تو ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہواور جماعت کھڑی ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ چاررکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۵ ص ۳۱۶)

نوافل کی چاررکعت میں دورکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش:

(سوال ۳۲۰) چاررکعت نفل میں دورکعت پر تشہد کے بعد درود شریف ودعا اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں۔مراقی الفلاح میں ہے (بخلاف) الرباعيات (المندوبة) فيستفتح ويتعوذ ويصلی علی النبی صلی الله عليه وسلم فی ابتداء كل شفع منها وقال فی شرح المنية مسئلة الاستفتاح ونحوه ليست مروية من الائمة وانما هی اختيار بعض المتاخرين (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۴، فصل فی النوافل)

درمختار میں ہے (وفی لبواقی من ذوات الاربع يصلی) علی النبی صلی الله عليه وسلم (ويستفتح) ويتعوذ ولو نذر لان كل شفع صلوٰة (وقيل) لايأتی فی الكل و صححه فی القنية. شامی میں ہے (قوله وقيل لا الخ) قال فی البحر ولا يخفیٰ ما فيه و الظاهر الاول زاد فی المنح ومن ثم عولنا عليه وحكينا ما فی القنية بقيل ، نیز شامی میں ہے فيقال هنا ايضاً لا يصلی ولا يستفتح ولا يتعوذ لو قرعه فی فسط الصلوة لان الاصل كون الكل صلاة واحدة للاتصال واتحاد التحريمة ومسئلة الاستفتاح ونحوه ليست مروية عن المتقدمين وانما هی علی اختيار بعض المتأخرين الخ (درمختار ، وشامی ص ۶۳۳، باب الوتر والنوافل)(عمدۃ الفقہ ص ۳۱۰، ص ۳۱۱ ج ۱)فقط و الله اعلم .

تہجد کے لئے جس کی آنکھ نہ کھلتی ہو اس کا عشاء کے بعد چاررکعت بہ نیت تہجد پڑھنا:

(سوال ۳۲۱) ایک شخص کو تہجد کا شوق ہے مگر تہجد کے وقت عموماً آنکھ نہیں کھلتی کبھی اٹھ بھی جاتا ہے، اگر یہ شخص تہجد کی نیت سے عشاء کے بعد دوچاررکعت پڑھ لے تو کیا اسے تہجد کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص عشاء کی نماز کے بعد دورکعت سنت پڑھ کر چند رکعت نفل پڑھ لے تو انشاء اللہ تہجد کی سنت ادا ہوجاوے گی۔

شامی میں ہے: وما كان صلوة العشاء فهو من الليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء فهو من اليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم اه (شامی ج ۱ ص ۶۴۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوۃ اللیل)

مراقی الفلاح میں ہے:(و) ندب اربع (بعده) ای بعد العشاء لما روينا ولقوله صلی الله عليه

وسلم من صلی قبل الظهر اربعاً کان کانما تهجد من لیلته ومن صلاهن بعد صلوة العشاء کان کمثلهن من لیلة القدر (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ باب الوتر فصل فی بیان النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟:

(سوال ۳۲۲) ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اثنائے صلوٰۃ کوئی شخص آجائے اور نمازی کے دل میں یہ بات گذرے کہ وہ آدمی کہے گا کہ فلاں بڑا نمازی ہے اور اس شخص کے آنے سے یہ نمازی رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، لیکن پھر دل میں آتا ہے کہ یہ ریاکاری ہورہی ہے تو اس عبادت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز پر کسی کے اطلاع ہونے پر اس لئے خوشی ہو کہ یہ مجھ کو بڑا نمازی سمجھے گا اور اس کے دل میں میری عظمت ہوگی شیطانی وسوسہ ہے اس سے اپنے قلب کو پاک کرنا چاہئے اور کسی کے دیکھنے پر رکوع سجدہ لمبا کرنا اور اچھی طرح ادا کرنا ریاکاری اور اس کے ثواب سے محرومی ہے اور قابل مواخذہ ہے، اعاذنا اللہ مذکورہ صورت تو ریاکاری میں داخل ہے، البتہ اگر دل میں خوشی صرف اس وجہ سے ہو کہ مجھ کو دیکھ کر اس کو بھی عمل کی توفیق ہوگی اور وہ عمل کرے گا تو مجھے بھی ثواب ملے گا یا خوشی طبعاً ہو کہ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق ملی اور اس نے اچھی حالت میں مجھے دیکھا اور یہ شخص میرے عمل پر گواہ ہوگا تو یہ صورت ریاکاری میں داخل نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے: عن ابی هريرة قال قلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم انا فی بيتی فی مصلای اذا دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رأنی عليها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحمك الله يا ابا هريرة لك اجران اجرا لسر واجر العلانية ، رواه الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۴۵۴ باب الریاء والسمعة)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے گھر میں مصلی پر (نماز پڑھ رہا تھا) کہ اس وقت اچانک میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا (تو کیا اس وقت میرا خوش ہونا ریا میں شمار ہوگا یا نہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ! تم پر اللہ کی رحمت ہو تم دو ثواب کے مستحق ہوئے ایک پوشیدہ کا اور ایک ظاہر ہونے کا۔

حاشیہ مرقاۃ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے:۔ قوله فاعجبنی الحال الخ قيل معناه فاعجبه رجاء ان يعمل من راه بمثل عمله فيكون له مثل اجره والا ظهر ان اعجابه بحسب اصل الطبع المطابق للشرع من انه يعجبه ان يراه احد على حالة حسنة ويكره ان يراه على حالة قبيحة مع قطع النظر ان يكون ذلك العمل سطمحاً للرؤيا ومطمعاً للسمعة فيكون من قبيل قوله صلى الله عليه وسلم من سرته حسنته وساءته سيئته فهو مؤمن (مشکوۃ شریف ص ۴۵۴، حاشیہ نمبر ۸)

مظاہر حق جدید میں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جو اس بات سے خوش ہوئے کہ اس شخص نے ان کو نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا سبب حضرت ابوہریرہؓ کا یہ پاکیزہ جذبہ تھا کہ مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس میں

بھی اس وقت کی نماز کے تعلق سے میری اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اور یہ شخص بھی اسی طرح نماز پڑھے گا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں، یا ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ ان کی حالت نماز گویا ایک شخص کے سامنے نیکی کے راستہ کے اظہار واعلان کا باعث بنی اور اس شخص کو اس وقت کی نماز کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بنی اور جیسا کہ فرمایا گیا ہے من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها انہیں بجا طور پر یہ خوش کن توقع ہوئی کہ جب یہ شخص نماز پڑھ لے گا تو اس کی نماز کا مجھے بھی ثواب ملے گا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوہریرہؓ کا خوش ہونا اس طبعی خواہش کی تکمیل کے تئیں تھا جو شریعت کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے، یعنی ہر انسان کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کو کوئی دیکھے تو وہ اچھی حالت میں ہو، کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ بری حالت میں دیکھا جائے اور ظاہر ہے کہ اس طبعی خواہش کی بنیاد ریا وسمعہ پر نہیں ہوتی بلکہ قلب سلیم کے تقاضہ اور پاکیزگی خیال پر ہوتی ہے پس یہ بات اس ارشاد نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے من سرته ' حسنته' وساء ته' سنيته' فهو مؤمن. نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون. لہٰذا مؤمن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک اعمال و احوال کی توفیق حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا خوش ہونا اس احساس شکر کے طور پر تھا کہ بارے اس شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان عبادت وتوفیق کے ساتھ متعارف ہوا اور ایک نمازی کے طور پر جانا پہچانا گیا، ان لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونے کا موقع نصیب ہوا جو نماز جیسی اہم عبادت اور اسلام کے سبب سے بڑے رکن کو قائم کرتے ہیں، اور ایک مسلمان اس بات کا گواہ بنا، یہ قول حدیث کے ان الفاظ اجر السر واجر العلانية کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے (مظاہر حق جدید ص ۱۶۶ جلد نمبر ۲، ریا کا بیان)

شامی میں ہے: (قوله من صلى او تصدق الخ) اعلم ان اخلاص العبادة لله تعالىٰ واجب والريا فيها وهو ان يريد بها غير وجه الله تعالىٰ حرام بالاجماع للنصوص القطعية وقد سمى عليه الصلوة والسلام الرياء الشرك الاصغر الىٰ قوله وقال العلامة العينى فى شرح البخارى الاخلاص فى الطاعة ترك الرياء ومعدنه القلب اه وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل. الىٰ. وكذا لو صلى مرائيا لكن الرياء تارةً يكون فى اصل العبادة وتارة يكون فى وصفها والاول هو الرياء المحبط للثواب من اصله كما اذا صلى لاجل الناس ولو لا هم ما صلى واما لو عرض له ذلك فى اثناء ها فهو لغو لانه لم يصل لاجلهم بل صلاتهم كانت خالصة لله تعالىٰ والجزء الذى عرض له فيه الريا بعض تلك الصلوة الخالصة نعم ان زاد فى تحسينها بعد ذلك رجع الى القسم الثانى فيسقط ثواب التحسين بدليل ماروى عن الامام عن الامام فيمن أطال الركوع لادراك الجائى لا للقربة حيث قال اخاف عليه امراً عظيماً اى الشرك الخفى كما قاله بعض المحققين الخ (شامى ج۵ ص ۳۷۵، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع) فقط و الله اعلم بالصواب.

www.ownislam.com

صلوۃ الوتر

امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۳) امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بدون دعائے قنوت پڑھے رکوع کیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع میں رہے۔اور تذبذب میں رہے جس بناء پر رکوع میں زیادہ تاخیر ہوئی اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا اور نہ دعائے قنوت پڑھی کہ وہ بھی تذبذب میں رہے اور نماز پوری کی۔اور بعض مقتدیوں نے دعائے قنوت نہ پڑھی لیکن رکوع کیا تو اس صورت میں کن مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی اور کن مقتدیوں کی صحیح نہیں ہوئی ؟ اور سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہوئی۔اور جس نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا ان کی نماز بھی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔لیکن جن مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے ترک ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔اعادہ ضروری ہے۔قنوت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت سہواً چھوٹنے پر سجدۂ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے۔دعائے قنوت سہواً چھوٹنے کی چار صورتیں ہیں (۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲) رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف عود کی اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳) دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر پڑھی ان چاروں میں سجدۂ سہو کرے تو نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے۔ ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ ' فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح الا نہ فیہ رفض الفرض للواجب فان عادالیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قرائۃ تامۃ وسجد للسھو قنت او لا لزوال محلہ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۲۷ باب الوتر و النوافل) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۴) غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی جماعت غیر رمضان میں مکروہ تحریمی ہے۔کبیری میں ہے ولا یصلی الوتر بجماعۃ الا فی شھر رمضان ومعنہ الکراھۃ دون عدم الجواز لانہ ، نفل من وجہ ولا نہ لم ینقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن احد من الصحابۃ فتکون بدعۃ مکروھۃ .(کبیری ص ۴۳۰ الباب الثامن فی صلاۃ الوتر) فقط اللہ اعلم بالصواب ۔

وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہوگئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے

(سوال ۳۲۵) زید وتر کی نماز رمضان میں پڑھا رہا تھا۔اس نے قعدۂ اولیٰ سہواً ترک کر دیا اور سیدھا کھڑا ہوگیا۔اس کے بعد مقتدیوں کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ کی طرف لوٹا، تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹا اب اس کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہوگئی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۱۱ اردو میں ہے "کہ نماز صحیح ہوجائے گی لیکن برا کام کرنے والا ہوگا۔اس لئے کہ یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ تدارک کے لئے ہے" یہ وجہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرمائی ہے۔لیکن فتاویٰ عالمگیری اردو کی اس عبارت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔"وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے (نوافل کا حکم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے) اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے۔اور استحسان یہ ہے کہ اس میں نماز نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ (قعدۂ کی طرف لوٹ آنے سے) نماز فاسد ہوجاتی ہے اور یہی مختار ہیں۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ اردو ترجمہ)

اب آنحضور کی خدمت میں عرض ہے کہ عالمگیری میں فساد کو مختار لکھا ہے۔اور آپ نے عدم فساد لکھا ہے۔ و مفتی بہ قول کیا ہے تحریر فرمائیں تا کہ ہمارا اشکال دور ہو۔بینوا توجروا۔

(الجواب) مسئلہ مختلف فیہ ہے۔راجح یہ ہے کہ قیام سے قعود کی طرف لوٹنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔مگر آدمی خطا وار ہوگا۔فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لو فص الفرض لما لیس بفرض وصحۃ الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ' یکون مسیئاً ویسجد لتا خیر واجب وھو الا شبہ کماحققہ الکمال ھو الحق (درمختار وشامی باب سجود السھو ج ۱ ص ۶۹۷) (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵ ایضاً) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۱ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کی جائے!:

(سوال ۳۲۶) کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔اور تعلیم الاسلام حصۂ چہارم میں بھی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے اگر کوئی شخص مسئلہ سے پورا واقف ہو اور اس مستحب پر ہمیشہ عمل کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ دیگر رمضان المبارک میں وتر جب کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام مسئلہ کے ہر پہلو کو مقتدیوں کو بتلا دے اور پھر اس پر عمل کرے۔یعنی رمضان المبارک کے پورے مہینے میں انہی سورتوں کو وتر میں پڑھے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے وتر میں اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے فقط والسلام۔

www.ownislam.com

www.ozunislam.com

بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون، تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون و مستحب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لہذا مواظبت کرنا زیادتی ہے اور اس سے ایہام وجوب و ہجران الباقی لازم آتا ہے۔ شامی میں ہے۔ (قوله بل يندب قراء تهما احياناً) قال فی جامع الفتاویٰ وهذا اذا صلی الوتر بجماعة و ان صلی وحده' يقرء كيف يشاء اه . الیٰ قوله . ومقتضاه اختصاص الكراهة بالامام ونازعه فی البحر بان هذا مبنی علی ان العلة ايهام التفصيل. والتعيين اما علی ما علل به المشائخ من هجر الباقیٰ فلا فرق فی كراهة المداومة بين المنفرد و الامام والسنة والفرض فتكره المداومة مطلقاً لما صرح به فی غاية البيان من كراهة المواظبة علیٰ قرائة السور الثلاث فی الوتر اعم من كونه فی رمضان اماماً او لا . الی قوله . وايضا ذكر فی وتر البحر عن النهاية ج انه لا ينبغی ان يقرء سورة متعينة علی الدوام لئلا يظن بعض الناس انه واجب اه (شامی ج ۱ ص ۵۰۸ باب الامامة) اور دوسری جگہ باب الوتر میں تحریر فرماتے ہیں۔ (قوله' والسنة السور الثلاث) ای الا علی والكافرون والا خلاص لكن فی النهاية ان لتعيين علی الدوام يفضی الی اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا يجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احياناً بلا مواظبة يكون حسناً بحر الخ (شامی ج ۱ ص ۶۲۳ باب الوتر والنوافل)

وتر کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ پہلی رکعت میں۔ اذا زلزلت الارض دوسری میں انا اعطینک الکوثر تیسری میں قل هو الله احد. عمدة الرعاية علی شرح الوقايه میں ہے۔ قوله' وسورة اخریٰ سورة شاء . الی قوله . وورد ايضاً انه كان يقرء فی الاولیٰ سبح اسم وفی الثانية قل يا ايها الكافرون وفی الثالثة قل هو الله احد ذكره' الترمذی وورد ايضاً انه كان يقرء فی الاولیٰ الهكم التكاثر وانا انزلناه فی ليلة القدر واذا زلزلت وفی الثانية والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطيناك الكوثر وفی الثالثة قل يا ايها الكافرون وتبت وقل هو الله احد ، اخرجه احمد وغيره' الخ (عمدة الرعاية حاشيه نمبر ۳ ص ۲۰۰ باب الوتر) فقط والله اعلم بالصواب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ.

تہجد گذار کے لئے بھی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے:

(سوال ۳۲۷) رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت تحریر فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ایک آدمی رات کے آخری نورانی حصہ میں تہجد پڑھتا ہے تو اسے وتر تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جماعت چھوڑ دے اور وتر کو حدیث کے موافق رات کی اخیری نماز بناتے ہوئے تہجد سے فراغت کے بعد پڑھے۔ دونوں میں افضل کیا ہے۔ بینوا توجروا۔ (ازلندن)

(الجواب) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا ثبوت فتاویٰ رحیمیہ جلد اول، اردو، انگریزی، اور

گجراتی میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ (جدید ترتیب میں تراویح کے لئے مستقل باب ہے اسی میں دیکھ لیا جائے۔ مرتب)

اختصاراً یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو راتیں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر باجماعت صحابہؓ کو پڑھائیں پھر تراویح فرض ہو جانے کے خوف سے ترک کر دیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعیؒ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ انه' صلی الله عليه وسلم صلی بالناس عشرين ركعة' ليلتين فلما كان فی الليلة الثالثة اجتمع الناس فلم يخرج اليهم ثم قال من الغدانی خشيت ان تفرض عليكم فلا تطيقونها .

حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ متفق علی صحته اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (تلخیص الخبیر ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت ابی ابن کعبؓ صحابہ وغیرہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت پڑھاتے تھے اس وقت سے لے کر آج تک تمام اسلام واخلاف کا تعامل تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرنے کا رہا ہے لہذا تہجد گذار شخص کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ جماعت نہ چھوڑے وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر الليل فی اختيار قاضی خان قال هو الصحيح وصحح غيره خلفه (نور الایضاح ص ۱۰۰ باب الوتر)

مراقی الفلاح میں ہے لانه' لما جازت الجماعة كانت افضل ولان عمر رضی الله عنه كان يؤمهم فی الوتر (الیٰ قوله) وفی الفتح والبرهان ما يفيد ان قول قاضی خان ارجح لانه' صلی الله علی وسلم اوتر بهم فيه ثم بين عذر الترك و هو خشية ان يكتب علينا قيام رمضان وكذا الخلفاء الراشدون صلوه بالجماعة (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۷۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

”وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعتیں واجب الاعادہ ہیں تو کیا حکم ہے“:

(سوال ۳۲۸) رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر پڑھے بعد میں معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے وہ واجب الاعادہ ہیں، لہذا وہ رکعت دوہرائی اور اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعات کی ادائیگی کے بعد ہی پڑھی جا سکتی ہے لہذا وتر کی پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہے دوبارہ وتر جماعت سے پڑھی تو یہ ٹھیک ہوا یا نہیں؟

(الجواب) پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر تھی، دہرانے کی ضرورت نہ تھی، دہرائی ٹھیک نہیں ہوا۔ نور الایضاح میں ہے ويصح تقديم الوتر علی التراويح وتاخيره عنها (یعنی) وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے (فصل فی التراویح ص ۱۰۵) لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۳۲۹) رمضان شریف میں وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ شخص فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے وقت دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) جس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت ملی یعنی تیسری رکعت کے قیام یا رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اس کے لئے فوت شدہ باقی رکعتیں ادا کرتے وقت دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثة من الوتر کان مدرکاً للقنوت فلا یأتی به فیما سبق به (نور الایضاح ص ۹۹.۱۰۰ باب الوتر) واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکاً بادراک رکوع الثالثة (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۲۶۸ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی القنوت النازلة) فقط و الله اعلم بالصواب.

رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے؟:

(سوال ۳۳۰) رمضان شریف میں جو امام نماز عشاء پڑھائے وہی وتر پڑھائے کیا دوسرا وتر باجماعت نہیں پڑھا سکتا؟

(الجواب) جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے یہ بہتر ہے ضروری نہیں۔ امام راضی ہو تو دوسرا آدمی بھی وتر پڑھا سکتا ہے۔ لیکن بلاوجہ اس کی عادت بھی نہ بنالینی چاہئے۔[1] فقط و الله اعلم بالصواب.

تہجد گذار وتر باجماعت پڑھے:

(سوال ۳۳۱) تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر تہجد کے بعد پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟ افضل کیا ہے؟

(الجواب) تہجد گذار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھے۔ ''نورالایضاح'' میں ہے۔ وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحح غیره خلافه (ص ۱۰۰ باب الوتر) (هو الصحیح) لانه لما جازت الجماعة کانت افضل ولان عمر رضی الله عنه کان یؤمهم فی الوتر (مراقی الفلاح ص ۴۷۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

عشاء کی نماز فاسد ہونے یا بلاوضو پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۳۳۲) ہماری مسجد میں امام صاحب عشاء اور وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، تراویح کے لئے حافظ الگ ہیں امام صاحب کے پیچھے عشاء اور وتر ادا کی مگر صبح عشاء کا فساد معلوم ہوا، تو اس صورت میں وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) واذا جازت التراویح بامامین علی هذا الوجه جاز ان یصلی الفریضة احدهما ویصلی التراویح الآخر وقد کان عمر رضی الله تعالیٰ عنه یؤمهم فی الفریضة والوتر وکان أبی یؤمهم فی التراویح کذا فی السراج الوهاج (فتاویٰ عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۶)

(الجواب) صورت مسئولہ میں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، مالابدمنہ میں ہے، مسئلہ: اگر عشاء بفراموشی بے وضو خواند وسنت ووتر باوضو خواند، ہمراہ عشاء سنت باز خواند واعادۂ وتر نہ کند ونزد صاحبین وتر را ہم اعادہ کند۔ یعنی غلطی سے عشاء کی نماز بے وضو اور سنت ووتر باوضو پڑھی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کے ساتھ ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے۔ (مالابدمنہ ص ۴۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز وتر میں مسنون قرأت:

(سوال ۳۳۳) فتوی رحیمیہ ص ۲۳۱، ص ۲۳۲ جلد ۵ میں آپ نے وتر کی نماز میں مشہور مسنون قرأت (پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری میں سورۂ اخلاص) کے علاوہ دوسری مسنون سورتیں بھی عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں، مگر عمدۃ الرعایہ کی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آسکی آپ اس کی وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمدۃ الرعایہ میں ہے وورد ایضاً انه کان یقرء فی الاولیٰ الهکم التکاثر، وانا انزلناه فی لیلة القدر، واذا زلزلت وفی الثانیة والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطیناک الکوثر وفی الثالثة قل یا یها الکافرون وتبت یدا وقل هو الله احد اخرجه احمد وغیره الخ. (عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایة باب الوتر)

اس عبارت میں وتر کی مسنون قرأت کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

پہلی رکعت میں سورۂ الهکم التکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری رکعت میں قل یا یها الکافرون۔

دوسری صورت:

پہلی رکعت میں انا انزلناه فی لیلة القدر، دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ تیسری رکعت میں تبت یدا ابی لهب.

تیسری صورت:

پہلی رکعت میں اذا زلزلت، دوسری رکعت میں انا اعطیناک الکوثر اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد، پڑھے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر باجماعت:

(سوال ۳۳۴) ایک بجے چاند کی اطلاع پہنچنے پر تراویح اور وتر باجماعت پڑھی، حالانکہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر تنہا پڑھ چکے تھے تو کیا وتر دوسری مرتبہ باجماعت پڑھنا ضروری ہے یا پہلے پڑھی ہوئی کافی ہے؟

www.ooonislam.com

(الجواب) جولوگ وتر پڑھ چکے تھے ان کو اب جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جنہوں نے وتر نہیں پڑھی تھی ان میں سے کوئی ایک امام بن کر جماعت سے پڑھا سکتا ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

وتر کی دعا یاد نہ ہو:

(سوال ۳۳۵) جیسے دعاء قنوت یاد نہ ہو وہ وتر میں کیا پڑھے۔

(الجواب) دعائے قنوت یاد کرنے کی سعی جاری رکھے یاد ہونے تک اللّٰھم اغفرلی تین مرتبہ پڑھ لے یہ بھی یاد نہ ہو تو تین دفعہ یارب پڑھے ومن لا یحسن دعاء القنوت المتقدم قال الفقیه ابو اللیث رحمه الله تعالیٰ یقول اللهم اغفرلی ویکررها ثلاث مرات (الی قوله) اویقول یا رب یارب یارب ثلاثا ذکره الصدر الشهید (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۰، باب الوتر رد المحتار ج ۱/ص ۶۲۴.) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا:

(سوال ۳۳۶) ایک شخص کہتا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) جی ہاں نماز وتر میں دعائے قنوت پوری کر کے اللهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد پڑھنا مستحب ہے، ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم به یفتی. (درمختار مع الشامی باب الوتر والنوافل ج ۱ ص /۶۲۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مقتدی دعاء قنوت پوری کرے یا نہیں:

(سوال ۳۳۷) مقتدی نے دعاء قنوت پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اب مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی امام کا اتباع کرے، جتنی مقدار دعاء قنوت کی پڑھی ہے وہ کافی ہے۔

ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قرائة القنوت اوقبل شروعه فیه وخاف فوت الرکوع مع الامام تابع امامه (باب الوتر طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

دعائے قنوت چھوٹ گئی:

(سوال ۳۳۸) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اتنے میں امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا یا امام نے دعائے قنوت بھول کر رکوع کر دیا ایسی صورت میں اگر مقتدی دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سکتا ہو تو پڑھ لے اور اگر شریک نہ ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے۔

ایضاً ولو ترک الامام القنوت یأتی به المؤتم انامکنه مشارکة الامام فی الرکوع

(۱) وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً آخرا للل فی اختیار قاضی خان قال هذا الصحیح وصحح غیره خلافه. نور الایضاح باب الوتر ص ۹۳.

لجمعه بین الواجبین بحسب الامکان وان کان لا یمکنه المشارکة تابعه لان متابعته اولیٰ (طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا:

(سوال ۳۳۹) امام نے وتر میں دعائے قنوت ترک کر کے رکوع کر دیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاوے گی، رکوع یا قومہ میں دعائے قنوت کا پڑھنا ممنوع ہے اگر پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر امام رکوع میں سے دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے تو یہ دوسرا رکوع لغو ہوگا (کیونکہ پہلا رکوع صحیح ہو گیا تھا) لہٰذا جس مسبوق نے اس دوسرے رکوع میں امام کی اقتداء کی تو اس کے حق میں یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(ولو نسیه) ای القنوت (ثم تذکر فی الرکوع لا یقنت) فیه لفوات محله (ولا یعود الی القیام) فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب (فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته) لکون رکوعه بعد قراءة تامة (وسجد للسهو (درمختار)

وفی الشامیة حتی لو عاد وقنت ثم رکع فاقتدی به رجل لم یدرک الرکعة لان هذا الرکوع لغو (شامی ج ۱/ ۶۶۷، باب الوتر والنوافل. فقط و اللہ اعلم بالصواب.

تمت بالخیر ویتلوه الجزء السادس

www.ownislam.com

www.ownislam.com

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دار الاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآن

تفسیر عثمانی	حواشی بصیغہ معوذات جدید کتابت	علامہ شبیر احمد عثمانی / اصلاح و تحشیہ مفتی محمد تقی عثمانی
تفسیر ماجدی اردو	۳ جلدیں	قاضی عبد الماجد پانی پتی
قصص القرآن	۲ حصے در ۱ جلد	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور سائنس		انجینئر محمد شفیع عبید انٹس
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر مفتی غلام سرور
لغات القرآن		مولانا عبد الرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی)		ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی
سلک المرجان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی)		حسان پبلشرز
اعجاز قرآنی		مولانا مصطفیٰ صادق رافعی
قرآن کی باتیں		مولانا محمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو	۲ جلد	مولانا عبد الستار تونسوی / مولانا محمد اشرف سلیمی / حاشیہ ریویو
تفہیم المسلم	۲ جلد	مولانا زکریا قاسمی / حاشیہ مفتی محمد تقی عثمانی / حاشیہ ریویو
جامع ترمذی	۱ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابو داؤد شریف	۱ جلد	مولانا عبد الحق صاحب / مولانا عزیز شاہ / حاشیہ مفتی محمد تقی عثمانی / حاشیہ ریویو
سنن نسائی	۱ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح	۲ جلد / ۸ حصے	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع حواشی	۲ جلد	مولانا عبد الرحیم کاروری / مولانا عبد الوحید صاحب
ریاض الصالحین مترجم	۱ جلد	مولانا نعیم الرحمن نعیمی اعظمی
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح		امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف	۶ جلد	مولانا حفیظ الرحمن / مولانا عبد الحمید / حاشیہ ریویو
تقریر بخاری شریف	۲ حصے کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
ترجمہ بخاری شریف	۱ جلد	مولانا حسین بخش / مولانا عبد المجید
تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ الآثار		مولانا عبد الحسن صاحب
شرح اربعین نووی	ترجمہ و شرح	مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا قاسمی / حاشیہ ریویو

ناشر: دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان / فون: 2631767 (021)

اور مستند اسلامی و علمی کتب کے تاجر

قرآن پاک دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں / بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے / فہرست کتب مفت ڈاک بھیجی جاتی ہے

فتاویٰ رحیمیہ